

# خرافات میرزا حیرت بلوی

کا جواب موسومہ بہ

حیرت کی حیرانی حقتہ اول و دوم

مؤلفہ

حضرت منشی عبد العزیز صاحب

ملک فتر پرنٹنگ ناگ انجینئر جنم غوثی

ملنے کا پتہ

عبد العظیم مالک احمدیہ بکڈ پوتا دیان چالہ مان

قیمت سوار روپیہ

LANGLEY & BONS, LTD.  
LONDON AND NEW YORK

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين الصلوة على نبينا وآله

## آسودگوشن

کیا یہی خوش قسمت ہے وہ زمانہ جس میں کوئی سعید الفطرت کامل مصدق وجود  
ظاہر ہوا اور کیا یہی خوش نصیب ہیں وہ اہل زمانہ جو ایسے نورانی وقت کو یابین اور  
اس سعید الفطرت انسان کی قدر کریں۔ اسی ناظرین وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے  
ہمارے بزرگ آباگزر گئے ہیں اور جس کے شوق میں پیشیا رو حین سفر آخرت کر چکی ہیں  
اور ان کو وہ مبارک وقت میسر نہ آسکا الحمد للہ وہ وقت اب ہم کو مل گیا ہے ہمیں اس لئے  
یہی زیبا ہے کہ اس کی قدر کریں اور بے قدری کر کے اپنے تئیں ان خرابیوں اور مصیبتوں  
میں گرفتار ہونے سے بچاؤں جنہیں ہمیشہ سے کفران نعمت کر نیوالے مبتلا ہوتے رہے  
ہیں۔ ناظرین واقف ہونگے کہ عرصہ سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب دلیانی نے  
رب جلیل کے افکار و اعلام سے یہ دعوے کیا ہے کہ حضرت مسیح اسرئیلی صاحب انجیل  
اپنے دوسرے بھائیوں انبیاء علیہم السلام کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور شمس میں فون بین  
اور میں اصلاح خلق کیلئے بشارت الہیہ کی بنا پر مہدی مسیح کو نمودہ کر آیا ہوں +



انہوں نے ہر طرح سے اپنے ظہور و بروز کے ساتھ اپنے خادم اسلام اور علامہ احمد  
 ہونے کا حقیقی ثبوت زمانہ کو دیکر یہ ثابت کروایا کہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے فیوض و  
 برکات پاکر کافۃ الناس کو نور اسلام کی چمک بکھلانے آئے ہیں آپ کے آغاز ظہور پر پنجاب کے  
 اکثر مساجد نشین علمائے اہل سنت اللہ کے موافق جو کسی مصلح کے ظہور کے وقت  
 ہوا کرتے ہیں مدت کی مانی ہوئی بات کی الفت کے سبب بنیامین فوق العادست  
 رستخیز پیدا کر دی ایک طرف تو حضرت مرزا صاحب کی تائید میں کتابیں اور رسالے  
 یکے بعد دیگرے شائع ہوئے دوسری طرف مخالفین و مافعین نے بھی تحریروں اور تقریریں  
 پرانے عقائد کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کیا۔ بعضوں نے جو قوم میں  
 شیخ الکمل بنے بیٹھے تھے اپنی ہمہ دانی اور مہوارے نفسانی کی بنا پر تکفیر کے فتوے لکھے  
 اور اس اسمانی نور کو اپنے منہ کی ٹھوکوں سے بجھانا چاہا لیکن آہی امداد انجنام کار  
 راست بازی کے ساتھ ہر سب یا تو ذلیل و خوار ہو کر بے نام و نشان ہو گئے یا جن کی  
 قوت ایمانی ان کے مخالفانہ خیالات پر غالب آگئے انہوں نے اپنے نور فطرت اور سلیم  
 کونشینش کی مینائی سے اس نورانی چہرہ کے نور کو بچان لیا جس کی بچان سے دروغ  
 کی کچھ حرام ہو جاتی ہے اب ہوتے ہوئے وہ وقت آگیا ہے کہ تمام روکوں کا کوڑا کرکٹ سنا  
 سے صاف ہو گیا اور حق طلب لوگ فوج در فوج اس روحانی اور پاک سلسلہ میں داخل  
 ہونے لگے ہیں۔ فاطمہ اللہ رب العالمین +

وہ آہی فرمان جہان فرمایا گیا ہے افرنگان مومن کمر گان فاشقا لایستویون۔ یعنی کیا وہ  
 جو مومن ہے فاسق سا ہو سکتا ہے نہیں وہ ہرگز ہرگز برابر نہیں۔ کیا یہ صادق ثابت ہوا  
 ہے۔ اگرچہ خود حضرت اقدس اور بعض آپس کے خدام نے ہر طرح سے تحجیت پوری کر کے

غافل اور مست قوم کو خوب جھجھوڑ جھجھوڑ کر جگا دیا لیکن جذبات اور جوش جو ہر انسانی  
 طبیعت میں خمر کے گئے ہیں ہمیشہ اپنے مجنس کی دوسری بات پر تسلیم جھکانے سے  
 روکتے ہیں آیام جاہلیت کو نظر انداز کر کے اگر عرب کے بعد کی تاریخ پر بھی نظر ڈالی  
 جائے تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ بڑے بڑے حمیت والے منکر دہرا ان عرب اس وقت تک بھی  
 جبکہ ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرحت بخش اور مہر روانہ آوازیں ان کے کانوں میں  
 اچھی طرح سے پہنچ چکی تھیں اس پر فخر کئے جاتے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو کسی کی بات  
 مانا نہیں کرتے درحقیقت یہ ایک بھید ہے جو حکیم حمید نے انسانی فطرت میں ولایت  
 کیا ہے عرض اس سے یہ کہ یہ ہستی بہائم کی طرح صم و کیم اور قلعہ محض نہ بلکہ ایک کی  
 بات دوسرے کی جدت پسند یا حادی طبیعت کے حق میں زبردست محرک ہو۔  
 اگر زمانہ کا یہی رویہ ہوتا کہ ایک نے کہی اور دوسرے نے مانی تو یہ عجائبات سے بھر  
 ہوا عالم ایک منہان ویرانہ ہوتا لیکن اس قابل قدر فضیلت کو تعصب بے جا  
 ضد معاندانہ اسرار فرضی سلامت قومی کے پیچ خلاف حق نفسانیت نے اس کے  
 محققانہ بلند مرتبہ سے گرا کر عامیانہ اخلاق کی پست اور ذلیل سطح پر اتار دیا ہے اسے  
 فرضی سلامت قومی کے پیچ سے متاثر ہو کر یا یوں کہو کہ اپنے خود ساختہ خیالات کی  
 الفت اور اپنی ہمہ دانی کے گھمبہ نے مزاحیرت صاحب ہلوی کو بھی ابھارا چٹا پنچہ  
 کر زین گزٹ جلد ۴ نمبر ۸ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء سے انہوں نے حضرت مسیح موعود  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کو دیکھ کر اور حیرت زدہ ہو کر آپ کے متعلق مسلسل  
 آرٹیکلوں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ  
 ان کے اخبار کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ



اسم باسم علی حیرت صاحب اپنا یہ وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے کہ جس کی مخالفت پر ایک حصہ قوم اسلام کو وہ آمادہ دیکھتے ہیں اس کی مخالفت پر چند ایک آرٹیکل لکھ دیتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان آرٹیکلوں میں کسی اصول پر تسلیم نہیں اور ان کو یہ علم ہو کہ میں کہیں حافظہ نباشد کامصدق تو نہیں ہوں بعینہ ایک حیرت زدہ انسان کی طرح وہی تباہی جو کچھ منہ میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کے آرٹیکلوں میں وہ مصالح اور بعد رقوم اپنے آپ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بار بار قوم کو فرقہ بندی کے خیال سے ہٹا کر ایک ملت واحد بنو کی نصیحت کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ یہ موٹی سے موٹی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ خواہ خود حیرت یا اور کوئی صاحب اس موجودہ امت کو مٹانے کی کوشش کرے گا اور ان کو ایک امت بنانا چاہے گا تو ضرور ہے کہ ان سب کو ان کی غلطی پر متنبہ کر کے ان کے عیوب سے اطلاع دیوے اور بذات خود ان تمام عیوب سے سبزا ہو ایسی حالت میں جس فرقہ کا عیوب سے بتلایا جاوے گا ضرور ہے کہ اس فرقہ کے ایک کثیر حصہ کو برا لگے اور وہ اس واضح مشفق کی مخالفت پر آمادہ ہو کر خود حیرت صاحب کی طرح سے ہی آرٹیکل وغیرہ لکھنے شروع کر دیوں۔ غرضیکہ اصلاح بذات خود ایک ایسی شے ہے کہ جو اس کے جھٹکے نیچے آوے گا وہ ضرور کہ دوسرے سے متمیز ہو جاوے تبھی تو اسے اصلاح یافتہ کہا جاوے گا۔ پس یہ خیال کہ دنیا میں سے یا امت مجریہ میں سے فرقہ بندی کو ہٹا کر کل کو ایک امت واحد بنا دیا جاوے سوائے اس کے کہ اسے کسی جنون کا پیش خیمہ کہا جاوے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ حضرت! این خیال است و محال است و جنون + اور چونکہ یہ ایک گمراہی اور ضلالت کی راہ ہے جس کی طرف اکثر مدعیان اصلاح

آج کل قوم کو بلا ہے میں اس لئے کوئی کامیابی انکو حاصل نہیں ہوئی اور اگر کسی نے کچھ حاصل کی بھی ہے حالانکہ ابھی انجام کی توخیر نہیں مگر تاہم وہ خدا کی سچی کتاب سے دور جا چکا ہے  
ہیں جسکا نتیجہ دوسرے الفاظ میں انجام کارنا کامی ہی ہے +

حیرت صاحب اپنی سابقہ آرٹیکلون پر جو کہ اسلام کے فرقہ کے متعلق وہ کچھ چکے ہیں نظر ڈالکر یہ بتلاویں کہ کل قوم اسلام کو اُمت واحد بنانے کیلئے وہ اپنی مصدقہ اور مقبول باتوں سے کیا کچھ چھوڑنے کو تیار ہیں یعنی اگر وہ اہل سنت والجماعہ ہیں تو شیعوں، نجریوں، وہابیوں، خارجیوں، بابیوں وغیرہ وغیرہ میں سے ہر ایک کے ساتھ اتفاق کرنے یا ایک دوسرے کا کرانے کیلئے مختلف فیہ عقیدوں اور مسائل میں سے وہ خود کون کون سے چھوڑنے پر آمادہ ہیں اور دوسروں سے چھڑانا چاہتی ہیں جن سے فرقہ بندی اُٹھ جاوے اور قوم ایک اُمت واحد ہو جاوے۔

کیا حیرت صاحب قوم کا اتفاق اسی طرح کرا سکتے ہیں کہ آج مولویوں کی پگڑی اتر رہی ہے تو کل نجریوں کی عیب شماری ہو رہی ہے پرسوں وہابیوں کو برا کہا جا رہا ہے۔ چوتھے شیعوں کو سا جا رہا ہے اسی قسم کی تحریروں سے تو پسلاک کو خود بخود دھوکا لگ سکتا ہے کہ آیا خود حیرت صاحب بھی کوئی اپنا مذہب ہی یا نہیں کیونکہ ان کی آرٹیکلون یہ امر روز روشن کی طرح سے ظاہر ہے اور جیسا کہ ہم انشاء اللہ آئندہ چکر دکھاؤ گی کہ جن باتوں کو وہ آج قوم کے لئے ضروری خیال کرتی ہیں ابھی اس پر کچھ عرصہ نہیں گذرتا ہے کہ ایک دوسرے فرق کی تردید کرنے کیلئے انہیں باتوں کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں مان اس نتیجہ صریح در نکلتا ہے کہ حیرت صاحب شاید اپنے تئیں بذریعہ کزن گزٹ ایک صلح کل یا مسلمان انشاء اللہ بابر ہمیں ام نام کے مشرب کا آدمی ثابت کرنا چاہتی ہیں



کیونکہ جب وہ ایک فرقہ کی تردید سے اسے ناراض کرتے ہیں تو معاً اس کی خوشنودی  
مزاج کے لئے انکو اسکے مخالف فرقہ کی تردید اور سابقہ فرقہ کی تائید کی ضرورت  
پیش آتی ہے +

حیرت صاحب کی آرٹکل واقعی انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں اور اس امر کا ثبوت  
دیتے ہیں کہ وہ ایک حیرت زدہ قلب سے یا متعشوش و ملغ سے نکلے ہوئے ہیں۔  
جنکو اطمینان سکینت تدبیر اور غور کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہمارا مذکورہ بالا  
ریکارڈ سبک پر یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس قسم کے مضامین جو حیرت حسدانی  
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھنے شروع کئے ہیں کہاں تک  
قابل وقعت ہوتے ہیں لیکن چونکہ اندیشہ ہے کہ ان کی غلط فہمی سے کسی سادہ لوح  
کو ٹھوکر لگے۔ اس لئے ہمیں یہ ضروری معلوم ہوا کہ ان مضامین کا جواب ترکی ترکی  
دیا جاوے۔ ممکن ہے کہ خود حیرت صاحب کے لئے بھی ایک سبق ہو اور اگرچہ وہ کامل  
طور پر اس سے مستفید نہ ہوں تاہم کچھ نہ کچھ پہلو اصلاح کا اپنے آئندہ مضامین میں  
اختیار کر سکیں +

اس رسالہ کو جلدی شایع کرنے کے لئے بیشمار تقاضوں کے خطوط میرے پاس آچکے  
ہیں اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل رسالہ کو امد فیم ہی شایع کرنے کے بجائے تھوڑا  
تھوڑا مبضمون مختلف نمبروں میں شایع کروں تاکہ منتظر شائقین کی بے چینی رفع  
ہوتی رہے +

حصہ اول میں مضمون ذیل مضامین لکھے گئے ہیں +  
اول مختصر طور پر ان تعلقات کا ذکر کیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور



حیرت صاحب مجھ کو ہے بین ضمنا حضرت مسیح علیہ السلام سے بیعت کرنے کی  
کیفیت اور اس رسالہ کی ترتیب دینے کی وجہ بیان کی ہوا ان تہیدی بیانات کے  
بعد حیرت صاحب کے مختلف دعاوی پر بحث کی ہے جو انہوں نے آج تک کے بین  
تاکہ اس ابتدائی حصہ میں ناظرین کو حیرت صاحب سے پورے طور پر انس و ڈیوس  
کر کے یہ دکھایا جاوے کہ وہ کس پائے کے آدمی ہیں جنہوں نے رئیس المکفرین  
میان نذیر حسین صاحب مبنی کے بعد دہلی کی طرف سے اپنی تین فدیہ دینا چاہا ہے +  
اس بحث میں اول بین حیرت صاحب کی تحریرات نقل کر دوں گا اور پھر ان کے دعاوی  
کی اصلیت اور حقیقت کے جاننے کی کوشش کروں گا۔

حصہ دوم بین حیرت صاحب کے تمام آرگکون کو جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے آخر تک شائع ہو چکا  
ہے سلسلہ طور پر تیار بخوانش نظر رکھ کر ان کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کا جواب  
دوں گا جو انہوں نے حضرت اقدس کے مشن کے متعلق کئے ہیں اس میں جہاں تک  
مجھ سے ہو سکے گا اس بات کے اہتمام کرنے کا میرا ارادہ ہے کہ کوئی چھوٹی سے  
چھوٹی نکتہ چینی بھی جو حیرت صاحب نے کی ہو بغیر جواب دیئے نہ چھوٹی جاوے۔

حیرت صاحب نے اگرچہ اصلی امور کو چھوڑ کر جو مرزا صاحب کی دعاوی کی بناوٹ میں  
لا محال اور غیر ضروری بحثوں کو تختہ مشق بنایا ہے اس میدان میں خواہ کسی نسبت سے  
انہوں نے قدم رکھا ہو بہر حال ان پر بلکہ تمام اہل دہلی پر حجت تمام ہو گیا یہ دوسرا موقع  
پیدا ہوا ہے۔ اس حصہ کے آخر میں شہزادہ اسد یاحمدی کے متعلق اپنے خیالات  
ظاہر کروں گا اور اس کے اظہار کی وجہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہو اس مضمون پر حیرت صاحب  
مسلل طول طویل مضمون لکھ چکے ہیں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حیرت صاحب

کے اس طول طویل مضمون کو بھی مدنظر رکھونگا۔  
 نمبر ۳۴ میں حیرت صاحب کے ان آرٹیکلز پر بحث کروں گا جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے بعد ۱۹۰۵ء  
 میں شائع ہوئے اس کے علاوہ حیرت صاحب کی مختلف کتب کے مضامین پر  
 بھی بحث کروں گا۔

میں نے ان رسائل میں جابجائی جوابات سے بھی کام لیا ہے اور ہماری اس طرز  
 تحریر پر حیرت صاحب نے نکتہ چینیاں کر کے حضرت اقدس کو بہت کچھ گالیاں  
 دی ہیں اس لئے بعض مقامات پر الزامی جوابات دینے کی وجوہات بھی مینے بیان  
 کر دی ہیں اور دراصل اس قسم کے جوابات کی دو بڑی بھاری وجہ تھیں جو یہ پہلو اختیار  
 کرنے کا باعث ہوئیں۔ اول یہ کہ میرے نزدیک یہ خیال ہی غلط ہے اور میں کے موافق  
 نہیں ہوں کہ الزامی جواب ہر حالت میں مصنف کی کمزوری ثابت کرتا ہے اور اس لئے  
 مینے بعض جگہ جواب دیتے ہوئے یہ ظاہر بھی کر دیا ہے کہ حیرت صاحب کی نکتہ چینی  
 ہی خود اس قسم کی تھی کہ ان مقامات پر صرف الزامی جواب ہی مناسب تھا جو  
 ہٹ دھرم نکتہ چیں کا منہ بند کر کے اسے شرمندہ کر سکتا تھا۔

وجہ دوم یہ ہے کہ مجھے نکتہ چیں صاحب کا بھی یہی رویہ ہے کہ وہ الزامی جواب  
 بکثرت دیا کرتے ہیں اور یہ بات ان کی تحریرات کے پڑھنے سے ثابت ہو سکتی ہے  
 نفس الامر میں الزامی جوابات اگر موقع اور محل پر دیئے جاویں تو وہ کمزوری پر ہرگز  
 دلالت نہیں کرتے ہیں بلکہ ان سے کمزوری اس حالت میں ثابت ہو سکتی ہے جب  
 موقع اور محل پر نہ ہوں اور کسی نکتہ چینی کو جو نفس الامر میں کوئی بڑا الزام ملو الیٰ اللہ تعالیٰ جواب



کی آڑ میں نال دیا جائے لیکن البینہ بکثرت چینی جو دراصل لغو الزام ہوا اور نہ کہ چین نے  
انراہ شوخی و شطارت اسکا نشانہ بنایا ہو اس موقع پر لازمی جواب ہی دراصل  
مناسب ہو کر تاہو اور بزرگان دین کی تصانیف میں اس قسم کے نظائر نصاریٰ شیعہ  
اور منوہ کے مقابلہ میں بکثرت ملتی ہیں۔

علاوہ ازیں لازمی جواب خصوصیت کے ساتھ اس حالت میں کمزوری پر  
دالالت کرتا ہو جب کہ مصنف خود اس قسم کے جوابات کو کمزوری کا باعث تسلیم بھی  
کر لے اور پھر اپنی اسی تختہ میں لازمی جوابات دینے لگ جاوے اس حالت  
میں خصوصیت کے ساتھ اسکی کمزوری ثابت ہو سکتی ہو جیسا کہ حیرت صاحب نے  
سیرۃ الرسول کے صفحہ ۵۴ پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم لازمی جواب پسند نہیں کرتے  
ہیں کیونکہ اس میں ایک محقق کی کمزوری پائی جاتی ہو لیکن جب کہ ان کی اسی تصنیف  
کو اوّل سے آخر تک پڑنا جاتا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب لازمی جوابات سے  
بھری پڑی ہو اور بعض اوقات لازمی جوابات سے صفحہ کے صفحہ سیاہ کر دیئے  
ہیں چنانچہ منجملہ بہت سے مقامات کے صفحات ۹۱-۹۳-۱۰۰-۱۰۱ اور ۱۰۳  
پر طول طویل مضامین لکھ کر مختلف معاملات کی بابت لازمی جوابات دیئے ہیں  
چونکہ ہر دست اس بحث کو میں طول دیتا نہیں چاہتا ہوں اور جو کچھ  
اوپر لکھا گیا ہو ایک سمجھ دار شخص کے سمجھانے کے واسطے وہ بالکل کافی ہے۔  
اس لئے فی الحال حیرت صاحب کی تصانیف سے بحث کرنے کی ضرورت  
نہیں ہے۔

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہم کے تعلقات

حضرت اقدس نے اپنی دعاوی کی ابتدائی تحریک کے لئے دو مختصر رسائل فتح اسلام اور توضیح مرام شائع کئے تھے اس سے پہلے نہ کبھی مینے انکا نام ہی سنا تھا اور نہ انکی کوئی کتاب یا اشتہار دیکھنے کا مجھ کو موقع مل سکا تھا اس لئے کہ وہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا جو مدرسے کی تعلیم میں گزر رہا تھا۔ جب یہ دونوں رسائل میں دیکھ چکا میرے ایک بزرگ نے ان کے مضامین اور حضرت اقدس کی دعاوی کی بابت مجھ سے استفسار کیا۔ وہ تیری خیالات جنہوں نے مجھ میں سے دل میں نشوونما پایا تھا ان رسائل سے ان میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی تھی بلکہ کثرت سے اگر ملکر اور چون و چرا کے خیالات پیدا ہو گئے تھے اس لئے مینے اسوقت ان کو یہ جواب دیکر ٹال دیا کہ ان رسائل میں یہ نصیحت انکی گئی ہے کہ تیسرا سالہ ازالہ ادنام جو بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے اور عنقریب شائع ہونے والا ہے جب تک اسے نہ دیکھ لیا جائے اسوقت تک انکی مخالفا رائے ظاہر نہ کی جائے اس لئے جب تک میں اسکو نہ پڑھ لوں کسی قسم کا قطعی خیال قائم کرنا یا ظاہر کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے تاہم میرے دل میں



ایک عجیب گجراہٹ سی پیدا ہو گئی تھی اور میں انہی معاملات کی بابت سوچتا رہتا تھا زیادہ سخت پریشانی جس بات نے کی تھی وہ میرے بعض احباب کی جلد بازی تھی جنہوں نے ابھی مدعی کے بیانات پورے طور پر سنے تھے اور نہ افلاستجلاؤ کا ہی خیال کیا تھا اور اس زمانہ کی ٹکسالی تہذیب کے موافق حضرت اقدس کے متعلق مکر وہ اور سخت لعن طعن کے الفاظ کہتے شروع کر دیئے تھے ظاہری طور پر غور و خوض کرنے کے علاوہ ان ایام میں مینے دعاؤں سے بہت کام لینا شروع کیا۔ نہایت ہی عاجزی اور زاری کے ساتھ اس معاملہ کی اصل حقیقت کے اظہار کے لئے مولے کریم سے میں برابر دعا کرتا رہا آخر ایک شب مینے خواب میں دیکھا کہ مین ایک مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہوں ایک طرف سے مرزا صاحب تشریف لائے اپنے مسکرا کر (وہ کیا ہی دلربا مسکراہٹ تھی) فرمایا کہ میان عبد الغریب آؤ ہم کلو ایک ناشہ دکھاتے ہیں اس وقت مینے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک شخص جو نہایت ہی ہیبت ناک شکل کا بدصورت اور سیاہ فام تھا چلا آتا ہے مرزا صاحب نے اُسے دیکھ کر آستینیں چڑھالیں تب مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ سیاہ فام شخص شیطان ہے مرزا صاحب نے اُسے اٹھا کر دے مارا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اسے استقدر دیا یا کہ وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا تب آپ اُٹھے اور مجھے ایک کاغذ دیکر فرمایا کہ اسکو بہت اچھی طرح سے اپنے پاس رکھو تو اس شیطان کا تم پر کبھی کچھ اثر نہ ہو گا۔ یہ فرمان آپ تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد وہ شیطان اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف آیا اور مجھ سے وہ کاغذ چھیننا چاہا۔ کاغذ کا ایک سر میرے ہاتھ میں تھا

اور دوسرا اس کے ہاتھ میں۔ میں عجب کشمکش میں تھا کیونکہ مجھے نہ کاغذ چھو  
 بن آتا تھا اور پھٹ کر تلف ہونے کے خیال ہونے میں اسکو کھینچنا چاہتا تھا۔  
 یکایک مجھے یہ خیال آیا کہ اس میں لکھا کیا ہے جب اس کاغذ کی تحریر کو دیکھا  
 تو اس میں سورۃ اخلاص لکھی تھی جو نبیؐ نے اسے پڑھنا شروع کیا وہ کاغذ اُسکے  
 ہاتھ سے چھٹ گیا اور جہاں تک میری آواز جاتی تھی وہ مجھ سے دور ہوتا جاتا تھا  
 حتیٰ کہ وہ غائب ہو گیا تب میری آنکھ کھل گئی +

اس خواب نے مجھکو امید و بیم میں مبتلا کر دیا۔ جب اسپر غور کرتا تو کبھی اس سے انکی  
 صداقت کا خیال غالب ہوتا۔ اور کبھی اسکو معمولی بات خیال کرتا۔ اس وقت  
 تک میں نے مرزا صاحب کو دیکھا نہ تھا۔ انہی ایام میں مجھے ایک سفر کا اتفاق  
 ہوا۔ لدھیانہ درمیان میں واقع تھا اور اسوقت مرزا صاحب لدھیانہ رونق افروز  
 تھے۔ اس لئے یہ میں نے ارادہ کر لیا کہ رستے میں مرزا صاحب سے قدمبوسی حاصل  
 کر لوں۔ جب نئے میں لدھیانہ جا کر ملا انکا لباس حالت اور شکل و صورت بغینہ  
 اسی طرح دیکھی جو مذکورہ بالا خواب میں دیکھی تھی۔ چونکہ لوگوں کی آمد و رفت  
 اسوقت کثرت سے تھی اور دن بھر مختلف طرح کی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ اسوجہ سے  
 میرے بہت سے شکوک اس جگہ رفع ہوئے لیکن ابھی تک مرزا صاحب کی  
 دعاوی کی بابت مجھکو بالکل اطمینان نہ ہوا تھا اور میں شب و روز مولے کریم  
 کی جناب میں گریہ زاری کیا اس معاملہ کے متعلق دعا کرتا رہا۔ اس اثنا میں  
 میں نے بہت اس قسم کے خوابات دیکھے جو مرزا صاحب کی صداقت ظاہر کرتے تھے  
 میں اس جگہ ان میں سے صرف چند کا ذکر کر دینگا اور باقی تمام کا ذکر اگر مناسب



سمجھا گیا تو تفصیل سے کسی اور موقع پر علینہ کیا جاوے گا۔ ان میں سے ایک

## خواب

یہ ہے۔ میں ایک میدان میں بہت بلند چوڑے پر مہوں جس پر دو تخت نہایت خوش نما اور شاندار کچھے ہوئے ہیں ایک پر حضور سرور کائنات رسول اللہ صلیم روتق افرور ہیں اور دوسرے پر حضرت مرزا صاحب بیٹھے ہیں اور یہ عاتق دست البتہ نیچی نگاہ کے سامنے کھڑا ہے اس چوڑے سے تھوڑے فاصلہ پر ایک سڑک تھی جس پر ایک اندھا لکڑی ہاتھ میں لئے چند اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا۔

جن میں سے صرف ایک مجھ کو یاد رہا اور وہ یہ ہے :-

شعر منور کن دلم رایا آہی از کتاب اللہ لقیض کن امام قادیانی عارف و آگاہ۔  
اس کے علاوہ باقی اشعار کی بابت اتنا مجھ کو خیال ہے کہ ان میں احمد کا نام کثرت سے آتا تھا اور تمام مضمون ان اشعار کا مرزا صاحب کے متعلق تھا جیسا کہ مذکورہ بالا شعر کا ہے۔ یہ مذکورہ بالا شعر تمام اور اشعار کے بعد میں اُس نے پڑھا تھا۔

اس وقت مرزا صاحب نے مجھے اندھے کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اشارہ کیا۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو اسی وقت اندھے نے اس طرف جہان رسول مقبول صلیم اور مرزا صاحب تشریف رکھتے تھے بچ کیا فوراً اس کی آنکھیں منور ہو گئیں اس نے لکڑی ہاتھ سے پھینک دی اور آزادانہ رستہ چلنے لگ گیا اور میری آنکھ کھل گئی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

دیدہ اعلیٰ ہوئے روشن تیری تنویر سے۔ گوش کر کان جو اس پر گئے تحریر سے۔  
 جہان تک مجھے واقفیت ہے اور جس قدر میری عقل و سمجھ رہنمائی کر سکتی ہے۔  
 مینے مرزا صاحب کی دعاوی کے متعلق تحقیقات بھی خوب طرح سے کی اور  
 مولے کریم کی جناب میں افتاء حال کے لئے برابر دعائیں بھی کرتا رہا اور جب  
 دونوں طرح سے بالکل اطمینان ہو گیا اس وقت بیعت کی۔

اُس ابتدائی زمانہ سے اس وقت تک جس قدر اشتہارات یا رسائل وغیرہ شائع  
 ہوئے وہ برابر تقریباً تمام دیکھتا رہا ہوں موافقت ہی نہیں بلکہ مخالفانہ رسائل  
 اور اشتہارات بھی جہان تک مجھ سے ہو سکا نہایت ہی تلاش کے ساتھ  
 ہم پہنچا پہنچا کر مینے دیکھے اور نہایت غور و خوض کیا تھ پھر بھی میں اس لئے کہ  
 ابتدائے مینے تحقیقات اور غور و خوض بہت کام لیا تھا مولے کریم کا خاں  
 فضل ہوا کہ مرزا صاحب کے کسی معاملہ میں رتی برابر بھی وہم یا وسوسہ کبھی میرے  
 دل میں نہیں آیا۔ تاہم بیعت کے بعد بھی برابر میں دعاؤں میں لگا رہا ہوں  
 اور اس معاملہ اور دوسرے دینوی معاملہ میں جو خوابات مینے وقتاً فوقتاً دیکھے  
 ہیں تعداد میں کمی سوہوئے ہیں جن کو برابر میں لکھتا رہا ہوں اور جو تقریباً تمام  
 سچے ثابت ہوئے ہیں۔ ہر ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ جب دینوی معاملات  
 میں کسی شخص کے خوابات تمام یا کثرت سچے ثابت ہوں تو دینی امور میں اسے  
 ان کی صداقت میں کس طرح سے شبہ ہو سکتا ہے یہ دو تین خوابات کا میں اور  
 ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

## خواب

میں نے دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایک ہاتھ میں تین سانپ لئے کھڑے ہیں ان میں سے ایک سانپ نے کاشنے کے واسطے میری طرف مڑتے اٹھایا میں نے ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا جس سے وہ سانپ کٹ کر زمین پر گر گیا۔ اور میری آنکھ کھل گئی اس وقت تک مجھ کو نہ مولوی صاحب کی مرزا صاحب کے مخالفت کی کچھ خبر تھی اور نہ ان کے کفر نامہ کا مجھ کو علم تھا۔ لیکن اس خواب کے چند ہی روز بعد مولوی صاحب کا فتوے تکفیر جو علیحدہ علیحدہ تین حصوں میں چھپا گیا تھا۔ دیکھنے کا اتفاق ہوا جنکو دیکھ کر مجھے مذکورہ بالا خواب یاد آیا اس کفر نامہ میں بعض ایسے مولویوں کے دستخط تھے جنہیں میں بہت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس لئے اس بات کا بہت خیال ہوا اور میں ایک ہفتہ تک برابر دعا کرتا رہا جو معمول کی نسبت نہایت ہی توجہ سے کی گئی تھی آخر ایک ہفتہ کے بعد جمعہ کی شب میں یہ

## خواب

دیکھا کہ میں ایک سڑک پر چلا جا رہا ہوں جس کے دامن کی طرف ایک قبرستان ہے۔ اس کی دیوار بہت بلند ہے سامنے سے رسول صلعم کو ٹھہر بیٹ لائے دیکھ کر میں سلام علیکم کہا اپنے صلعم و علیکم سلام فرما کر دست مبارک میری طرف



کیا اور میرا تھ دست مبارک میں لیکر فرمایا میرے ساتھ چلو میں حضور صلعم کے ساتھ ہو لیا سنئے کہ قبرستان میں پہونچا تب میں نے دیکھا کہ ایک قبر جو بلند سی پڑ واقع ہو اور اسکے ساتھ ملا ہوا ایک چبوترہ بھی ہے جس پر ایک شخص جسم بد صورت اور سیاہ قام بڑا ہوا ہے اس کی چھاتی پر ایک اور شخص سوار ہے وہ سیاہ قام شخص بالکل آدموا ہو گیا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تھک کر اٹھنا چاہتا ہے تو وہ شخص جو اس کی چھاتی پر بیٹھا ہو زور سے دبا لیتا ہو جس سے اس سیاہ قام شخص کو بہت اذیت پہونچتی ہو اور چلاتا ہو تھوڑی دیر تک میں یہی حالت دیکھتا رہا اس وقت مجھے کہا گیا کہ کافروں اور مکذوبوں کا یہ حال ہو اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ ان مذکورہ بالا خوابات کے علاوہ بھی اور بہت سے خواب دیکھے ہیں کئی مرتبہ فادیان کو عالیشان بلع کی حالت میں کئی دفعہ عالیشان مسجد کی صورت میں دیکھا۔ فی الحال مذکورہ بالا خوابات جو لکھے گئے ہیں وہی کافی ہیں ان سے زیادہ اور کھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ مان یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح الزمان علیہ السلام سے حب سے میرا تعلق ہوا ہے اس وقت سے اب تک میں نے پانچ مرتبہ رسول اللہ صلعم کی زیارت کی ہے +

ان خوابات کے متعلق میرے ایک دو است نے چند اعتراضات کئے تھے اُن اعتراضات میں سے صرف ایک کا ذکر کرنا اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں تا ممکن ہو کسی اور کے دلیں بھی وہی وسوسہ گزے تو وہ رفع ہو جائے اور وہ اعتراض یہ تھا کہ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں ایک دفعہ شیطان نے کہا تھا کہ اے عبدالقادر تیری عبادت میں قبول ہو میں اب تجھے دوسرا

حرام ہو تیرے پر جلال اور غماز سے بھی اب تجھے فراغت ہو چاہے کہ تب انہوں نے  
اپنی قوت ایمانی فحش کہا کہ اے شیطان دُور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں  
جو نبی صلعم پر روا نہیں ہوئیں تب شیطان مع اپنے سنہری تخت کے اُن کی آنکھوں کے  
سامنے سے گم ہو گیا۔ سو جبکہ سید عبدالقادر جیلانی جیسے اہل سنت اور مردِ فرد  
کی یہ حالت ہو چکی ہے تو کسی عامی آدمی کے خوابات کی بابت کی طرح خیال کیا  
جاسکتا ہو کہ وہ شیطانی وساوس سے بہرہ یں۔ میرے دوست کا اعتراض  
ختم ہو گیا۔ یہ اعتراض قلتِ تدبیر کی وجہ سے تھا کیونکہ صحیح احادیث سے یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم کی صورت مبارک پر شیطان نہیں بن سکتا  
لیکن محض اس خیال سے کہ سہا داس بائے مین مجھ کو جھوٹا ہو گیا ہو میں نے کئی  
دن تک نہایت توجہ سے دعائیں کیں تو ایک شب یہ

## خواب

دیکھا ایک بڑے پلنگ پر رسول صلعم بالکل سفید کپڑے زیب تن کئے ہوئے تشریف  
رکھتے ہیں اور یہ عاجز سامنے دست بستہ کھڑا اس وقت مجھے معاً اس نیکو رُبا  
اعتراض کا خیال آیا یہ خیال آتے ہی میرے ذہن میں حلیہ مبارک کے متعلق وہ  
تمام عبارتیں آگئیں جو حکیم نور الدین صاحب نے اپنی لا جواب تصنیف *فصل الخطاب*  
میں اور مصنف نوید الاسلام وغیرہ نے لکھی ہیں میں نے ان تحریرات سے حلیہ  
مبارک کے تطبیق کے اور بالکل اطمینان ہو گیا کہ وہ رسول صلعم ہی ہیں اتنے میں  
آنکھ کھل گئی۔ اسی صورت پر جو اس خواب میں دیکھی تھی میں نے اپنے سابقہ خوابات

مین بھی حضورِ مسلم کو دیکھا تھا ۔

اب اگر مین یہ کہوں تو کیجا نہیں ہو گا کہ خود سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس نازک زمانہ میں میری دستگیری فرما کر اپنے سچے خادم امام وقت حجتہ اللہ ماویٰ محمدی مسیح موعود سلمہ الرحمٰن مرزا غلام احمد قادیانی کے قتلِ مذموم تک مجھ کو پہنچا دیا ۔ جاغم فدائے تو کہ عجب کار سیکنی ۔

وہ جو محض خدا سے صداقتوں کو چھپانا اور آسمانی نور پر ٹھونکا چاہتے ہیں گو ہاں سے ان مذکورہ بالا بیانات کو پڑھ کر اپنی بے سرو پا دلیلوں کو مایہ ناز بتاویں مین انکی قوت ایمانی کا اس سے پتہ لگ جاویگا ۔ ہر ایک سلیم لفظ پر سمجھ سکتا ہو کہ اگر مگر کی توہمات منطقی اور فلسفی یا عقلی اور نقلی دلائل ہرگز وحیدانی اور کیفی دلائل سے بڑھ کر دائمی اثر انسانی قومی پر نہیں کر سکتے کیونکہ وجدان ایک بڑے ورا مالو راہر حشریہ فطرت سے اخذ ہوتا ہے جس کے مقابل مین بہت کم کو دم مارنے کی جگہ ملتی ہے گو حق کے دشمنوں اور ضدی مخالفوں کا کچھ علاج نہیں ۔

شعرِ مردِ حق مین نہ تواند بجز حق را دیدن ۔ باطل اندر نظرِ مردم باطل مین است ۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہو کہ آج ایک شخص ایک طرح کی دلیلوں سے کسی بات کا قائل ہو جاتا ہو اور کل دوسری قسم کی دلیلوں سے مغلوب ہو کر اپنے پہلے مانے ہوئے خیالات کو خیر باد کہہ بیٹھتا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ اس شاہدہ کو جسکے صد ہا نظائر رات دن ہمارے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کوئی جھٹلا سکے مولنا روم نے اسی لئے فرمایا ہو ۔ پائے استدالیان جو مین بود ۔ پائے چو مین سخت بے شک مین بود ۔ اس بیان سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ



محض اپنی عقل پر تکیہ اور بھروسہ کرنا یا کسی نفس پرست کی اندھی تقلید میں گرفتار ہو کر اپنی اوقات ضائع کرنا یا صرف دلائل کا پابند ہونا اور اسی پر کل دار و مدار رکھنا بغیر وجدان صحیح اور سلیم اپنا مکان ریت پر بنانا ہے +

خوابات کے متعلق جبکہ محض صادق نے صاف طور پر فرمادیا ہے کہ الرقیا لجز آمن ستہ وار بعین جز آمن النبوة یعنی وہ بالکل اجزاء نبوت میں سے چھیا لیسواں جزو ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے یقیناً من النبوة الا المبعثات یعنی نبوت میں سے بجز مبشرات اور کچھ باقی نہیں رہا تو پھر ان وجدانی دلائل سے کام نہ لیتا اور ایسے ایسے اہم معاملات کی افشا حقیقت کے لئے نہایت گریہ و زاری کے ساتھ آستانہ آگہی پر نہ کرنا سخت درجہ بد نصیبی ہے مجھے قوی امید ہے اس لئے کہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اگر کوئی بالکل حضوری قلب کے ساتھ مولے کریم سے اس قسم کے معاملات کی بابت افشا حقیقت کا طالب ہو گا تو اس کو صداقت کی راہ ملے گی +

خوابات کے فلاسفی پر ہمارے پیر و مرشد سلمہ الرحمن نے براہین احمدیہ جلد ۲۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۲۴۸ تا ۲۵۵ مفصل بحث کی ہے جو باب حضور مقدس نے سامعین اور کفار و منکرین اسلام کے خوابات کا فرق نہایت وضاحت سے دکھایا ہے اور وعدہ ربانی ہم البشری فی الحیوۃ الدنیا سے استدلال کر کے خواب کے فلاسفی کو بہت صفائی اور تہدی سے سمجھایا ہے اس موقعہ کو اچھی طرح سے پڑھنا چاہیے کیونکہ اس سے زیادہ لکھنا ہماری قوت سے باہر ہے اور اس کو بعینہ اس جگہ نقل کرنے کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں الباقی تکفیتہ الاشارات +

# سبب التفسیر سالہ ہذا

خاکساریم و سخن از رہ غربت گویم :+ یعلّم اللہ کہ یکس نسبت غبارے مارا ہوا جبکہ خود حضرت اقدس مسیح علیہ السلام اور آپ کے اکثر فاضل خدام اپنی مختلف تحریرات کے ذریعہ ہر طرح سے حجت پوری کر چکے ہیں آپ کی مشن کے متعلق مجھ جیسے کاظم اٹھانا دراصل اپنی بساط سے بڑھ کر دم مارنا اور چھوٹا منہ بڑی بات ہر میرا کبھی بھی ارادہ نہیں ہوا کہ اس بارے میں کچھ لکھوں اور پھر خصوصاً مستقل رسالہ کی صورت میں اگرچہ کچھ عرصہ ہوا ایک دفعہ مینے یہ خواب دیکھا تھا کہ حضرت اقدس نے مجھے دودھ پینے کے واسطے دیکر یہ فرمایا کہ منشی عبدالغفر صاحب آپ اپنے خوابات وغیرہ کچھ لکھو۔ لیکن اس خواب کا جب کبھی مجھ کو خیال آتا تھا میں حیران ہوا کرتا تھا اور اپنی کم مانگی کا خیال کر کے سوچتا تھا کہ یا الہی اس خواب کی تصدیق کس لئے اگر میں کچھ لکھوں تو کیا لکھوں۔ الحمد للہ کہ اس رسالہ سے اس خواب کی تصدیق ہوئی اب رہی یہ بات کہ جناب حیرت صاحب کے مضامین کی تردید میں میری قلم اٹھانے کی کیا وجہ ہے اسکا سبب ظاہر کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کسی اور بھائی کو یہ سعادت حاصل کرنے کا حق نہ تھا :+

میں اوپر یہ تحریر کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق صرف یہ مذکورہ بالا خوابات ہی نہیں ہیں جن کی بنا پر مینے ان بزرگوار سے بیعت اختیار کی ہو ملک جہان تک مجھ سے ہو سکا ہے مینے اپنی سمجھ اور واقفیت کے موافق دوسرے پہلو بھی تحقیق کے

نہیں چھوٹے ہیں۔ منجملہ ان کے بہت بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص جو اپنے  
تین مصلح یا رفاہ کر رہا ہو اسکے اندرونی ذاتی حالات دیکھتے چاہئیں کہ وہ کیسے  
ہیں اسکا اخلاق عادات اور علی حسب مراتب برتاؤ کس قسم کا ہے اس بارے میں بھی  
حتی المقدور جہان تک ہو سکا مینے بہت کچھ تحقیقات کی ہیں جسے اگر ممکن ہو سکا  
تو مع بعض نکتہ چینیوں کے جواب کے جو چند کوتاہ اندیشیوں نے آپ کی ذاتی حالت  
پر کی ہیں آئندہ ہدیہ ناظرین کو ہوں گا۔ فی الحال صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس تبدیلی  
زمانہ میں جب کہ مینے بیعت کی ہے کئی دفعہ ایک ایک مہینہ اور بعض اوقات  
اس سے کچھ کم یا زیادہ حضرت اقدس کے آستانہ عالیہ پر قیام کرنے کا موقع ملا ہے  
بسا اوقات طول طول سفر بھی حضور علیہ السلام کے ہر کاب ہو کر گئے ہیں چنانچہ  
ابتداء دعوت کے زمانہ کا وہ طول طول سفر جس میں حضور علیہ السلام امر تسر  
لاہور۔ سیالکوٹ۔ جالندھر اور کوٹھلہ وغیرہ تشریف لے گئے تھے۔ اور جو بہت  
ہی عرصہ میں ختم ہوا تھا اس تمام سفر میں یہ نیاز مند باری خدمت عالی میں حاضر رہا  
بعض اوقات مع اہل و عیال مہینوں قادیان رہنے کا موقع ملا ہے جس سے تمام  
اندرونی حالت کا حقہ معلوم ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ اس وجہ سے کہ معطر مکر  
بیوی صاحبہ کا دہلی سے تعلق ہے جو اس نیاز مند کا بھی وطن ہے اور جس میں  
باوجود حالت ملازمت اب تک میرا قیام ہے اور عرصہ دراز تک اس عظیم الشان  
مگر بد نصیب شہر میں کسی اور شخص کا تعلق حضرت اقدس سے نہ تھا مجھے خانگی  
خدمات کی بجائوری کا بھی بہت کچھ موقع ملا رہا ہے مینے وہ زمانہ اچھی طرح سے  
دیکھا ہے جب کہ قادیان میں ایک ایک مہینہ رہنے کی حالت میں بھی ایک ہفت



بھی آتے ہوئے نہیں دیکھا اور کبھی اکادکا وہ بھی کسی قرب و جوار کے گاؤں کا  
 اگیا اگیا نہ آیا نہ آیا۔ پس جہاں تک مولے کریم نے مجھے عقل و انصاف کا مادہ  
 عطا فرمایا ہر مین پوئے اطمینان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے حضرت اقدس کے  
 ذاتی حالات کو بہت غور و توجہ سے دیکھا ہر پس لکی بابت میرے بیانات  
 بہت ہی محققانہ ہونگے +

## حیرت صاحب کے تعلقات

مرزا صاحب کے متعلقہ مذکورہ بالا حالات کے مقابلہ میں حیرت صاحب کے  
 ساتھ بھی میرے تعلقات بہت وسیع رہے ہیں تقریباً بارہ برس کا عرصہ ہوا  
 جو حیرت صاحب سے ابتداء ملاقات ہوئی تھی یہ تدریجاً آمدورفت سے تعلقات  
 بڑھتے گئے چنانچہ جب کرزن گزٹ کی بنیاد پڑی ہے اس وقت مجھے ان سے  
 خاص بہمدردی تھی اور اب تک برابر رہی ہر میرے اور ان کے دوست اور  
 بعض دشمن بھی اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں بلکہ ڈیڑھ اخبار دار العلوم نے  
 جب حیرت صاحب کے مخالفانہ مضامین لکھنے شروع کئے ہیں اس وقت  
 محض انہی تعلقات کی وجہ سے گاہ بگاہ مجھے بھی نظر عنایت کی تھی جس کے  
 اس قسم کے پرچہ اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ جب کہ حیرت صاحب نے  
 مرزا صاحب کے مخالفانہ مضامین لکھنے شروع کئے اس وقت تک اس  
 سابقہ محبت میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا

ان مذکورہ بالا بیانات سے ہر ایک شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جس قدر مجھ کو  
طرفین کے حالات سے کا حقہ واقفیت ہے بہت کم ایسے ہوں گے بلکہ مشکل سے  
کوئی ایسا ہوگا جسے طرفین کے حالات سے اس قدر پوری پوری واقفیت ہو۔  
پس جب مینے یہ دیکھا کہ حیرت صاحب حضرت اقدس کی مخالفت میں خواجہ  
انصاف کا خون کرے ہیں تو محض قدیمی ہمدردی اور محبت کے تقاضے سے  
جو مجھے ان کے ساتھ برابر رہی ہے یہ ضروری سمجھا کہ ان کو ان کی غلطیوں پر  
تنبیہ کروں اور علی طور پر استنباز کا ساتھ دیکر ان کے انصاریں شامل ہوں خدا  
کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ میری نیت کا ثمرہ مجھے ضرور ملے گا۔ انما الاعمال  
بالنیات۔ اللہم وفقنی لماکتب فی رضی وانت حسبی ونعم الوکیل۔  
اس مذکورہ بالا غرض کے پورا کرنے کے لئے اخبار البدین میں مسلسل مضامین کا  
سلسلہ مینے شروع کیا تھا اور جب تک مولے کریم چاہیگا وہ جاری رہیگا۔  
لیکن ان تحریرات کا اکثر حصہ بعض احباب اور خود حضرت اقدس کی سنایا گیا تو  
یہی صلاح پائی کہ اسکو رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔  
در اصل اخبار کے مختصر کاظم تفصیلی بحث کی واسطے بالکل ناکافی ثابت ہو گیا۔

مبادا اس موقع پر کسی نا سمجھ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ حضرت اقدس کی  
محبت کے غلبہ کی وجہ سے مینے یہ سلسلہ شروع کیا ہے تو میں اس وہم کا ازالہ  
خود حیرت صاحب کے ہی مسلمات سے کر دینا چاہتا ہوں حیرت صاحب اپنی مصنفیت  
سیرۃ الرسول کے صفحات ۱۷۵ اور ۱۷۶ پر بیور کی اسی قسم کی نکتہ چینی کے جواب میں جو



اسی وجہ سے بعض نکتہ چینیوں کے جوابات کو حد سے زیادہ مختصر کرنا پڑا تھا جن کی ان رسائل کے سلسلہ میں انتشارالہ تکمیل کر دیا جائیگا ۴۰

**بقیہ صفحہ سابق**۔ اس نے صحابہ کی بابت کی تھی کہ وہ رسول صلعم کے عشق و محبت میں اندھے ہو گئے تھے لکھا ہے کہ دویہ محض غلط اور بے دلیل دعویٰ ہے کہ کسی کی غیر معمولی محبت عیب و ثواب دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ محبت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ محبت جو کسی دنیوی غرض سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ محبت بیشک اندھا بنا دیتی ہے اور کسی کام کا نہیں رکھتی دوسری محبت دینی تعلق سے ہوتی ہے اس محبت میں انسان کا ضمیر روشن رہتا ہے انسان کی قوت مدرکہ اپنا کام کرتی رہتی ہے جو اس جسم میں کچھ فرق نہیں آتا تحقیق کی طرف طبیعت دوڑتی ہے اور احتیاط کی عادت اس قدر پڑ جاتی ہے کہ اپنی بے انتہا عرق ریزی اور تحقیق پر بھی بھروسہ نہیں ہوتا اور ہر وقت انسان خائف رہتا ہے..... ہم روزمرہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس عشق کے متوالے جن کی نسبت مولانا روم نے یہ لکھا ہے

این ز عشق است اینکہ در مردم بود - این فدا از خوردن گندم بود +

اندھے ہوتے ہیں اور اپنے اندھے پن میں ذلیل و نامراد رہتے ہیں مگر وہ لوگ جنکی محبت میں پاکیزہ صداقت اور صفائی ہو۔ اس میں نہ اندھا پن ہوتا ہے اور نہ غلامت وہ عشق سخت محتاط بنا دیتا ہے اور جب محتاط ہو گئے تو پھر تحقیق حالات مقدم ہے پس اس بحث سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ تحریک طیفین کی سچی محبت کے نقض سے شروع ہوا ہے ورنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ طیفین سے ہمارا کسی دنیوی غرض کے لئے کبھی تعلق ہو، ہو +

# حیرت صاحب کی مخالفت کے دو حصے

موجودہ سلسلہ مضامین جو حیرت صاحب نے مرزا صاحب کے متعلق اخبار کرزن گزٹ میں جاری کیا ہے اس کی بابت حیرت صاحب کا یہ بیان ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی سچی محبت اور ہمدردی کے بہتہ پر یہ سلسلہ شروع کیا ہے چنانچہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء کے گزٹ میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ محض اس وجہ سے کہ مرزا صاحب کی محنت رائیگان جاری ہو رہی تھی ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہو اور اسی ہمدردی کی وجہ سے ہم ایک عرصہ تک خاموش رہ سکے۔ اور آخر یہ مبارک سلسلہ جس سے مرزا صاحب بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں محض انہی کی خاطر شروع کر دیا، اس کے بعد اور کئی مقامات پر بھی یہی ظاہر کیا ہے چنانچہ یکم مئی کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک غیر مفرد اور سچے ہمدرد کی ضرورت ہے جو مرزا صاحب کو انکی غلاطی پر متوجہ کرے ہمیں مرزا صاحب سے خاص ہمدردی ہے اس لئے ہم نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری تنصیحتوں میں سے صرف دو تین پر بھی عمل کر لیا تو یقیناً ان کی حالت بہت درست ہو جاوے گی۔

گویا ان موجودہ مضامین مطبوعہ کرزن گزٹ کے ذریعے حیرت صاحب بطور ہمدرد اور نصیحت باز کے ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے بالکل

نئے ننگ کا بہرہ و بھرتا اور اپنے الہامات یا تخیلات کی ہدایت کے موافق یہ حیثیت مسیح مہمود ترا صاحب کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے اسلئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان سابقہ اور موجودہ مضامین اور نکتہ چینیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس رسالہ کے حصہ اول میں ان کے سابقہ مضامین پر بحث کی جائے اور دوسرے حصہ میں ان کی دلی اور سچی ہمدردی کو جانچ کر نصیحت بازی کی اصل حقیقت کا کھوج لگایا جاوے تاکہ حیرتی سوانح کا ابتدائی اور آخر تمام تانیک حصہ جو حضرت اقدس کے بالمقابل گذرا ہی پہلک کے سامنے پیش کر کے اس کا حسن و قبح ظاہر کر دیا جاوے اور تمام ناظرین طرفین کے بیانات پڑھ کر اصل حقیقت سے آگاہ ہو جاوے اور آزادانہ رائے قائم کرنے کا موقع پاسکے۔ پس اب میں اس رسالہ کے اصل مضمون کو حیرت صاحب کے اس دعوے سے جو انہوں نے ۱۹۰۹ء میں حضرت اقدس کے بالمقابل کیا تھا شروع کرتا ہوں



# حیرت صاحب کے دعاوی کی حقیقت

۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء میں جب حضرت اقدس دہلی شریف ملائے تھے اُس وقت منجملہ اور لوگوں کے مفتریانہ اشتہارات کے حیرت صاحب نے بھی ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ جسکی نقل ناظرین حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیے اور اسکا خلاصہ یہ ہے

حیرت صاحب کے پے درپے الہام ربانی نے انہیں یہ تعلیم دی ہے۔ کہ سچے مسیح مہمود ہونے کے مدعی بنیں اور احادیث سے وہی استنباط کر لیں انکا الہام سکھاتا ہے اور انکا الہام ان کو تمام نشانہوں اور خیروں کا انہیں مرجع ٹھہراتا ہے جو سچ مہمود کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اسلئے انہوں نے الہامی ہدایت کے موافق یہ ظاہر کیا ہے کہ مرزا غلام احمد جو مسیحیت کے مدعی ہیں وہ جھوٹے اور ان کی ہر اپدیشیں جھوٹی ہیں اور وہ دجال ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ کفر کفر نباشد) قرآن شریف کے ایک ایک لفظ سے حیرت صاحب الہامی تعلیم کے موافق اپنے مسیح مہمود ہونے کے دلائل استفرج کریں گے۔

حاشیہ: مسلمانوں اور انصاف سے کہنا خدا لگتی۔ میں مسلمان ہوں میرا حق مقدس ہدایت ہے ایمان ہو کہ جن کی قرآن شریف اور احادیث نبویہ ظہور شاہد ہیں میرا فرض ہے کہ میں ان پاک اور اعلیٰ حد

بقیہ حاشیہ نبوی کے نتائج خیر مطالب سے وہی استنساط کروں کہ جو میرا الہام مجھ کو  
 سکھاتا ہے اے پیے کے الہام ربانی نے مجھے یہ تعلیم کی ہے کہ میں سچے مسیح معبود ہونیکا  
 مدعی ہوں۔ وہ نشانیاں اور خبریں جو ہمارے سچے برحق آخر زمان نبی صلعم نے مسیح  
 معبود کی نسبت ارشاد فرمائی ہیں ان کل صفات لاثانی کا الہام مجھے مرجع ٹھہرتا ہے  
 میں تین برس سے خاموش تھا مان صرف الہامی ہدایت کے بموجب میں اودھ اخبار روزانہ میں ان خبریں  
 کو قیمتی مضامین میں ادا کرتا رہا کہ جو ایک مسیح معبود ہونے کے لئے خاص ہی گرہینے دیکھا کا ایک شخص مرتا  
 غلام احمد نے یہ دعویٰ کر بیٹھا ہے اس لئے مجھے الہامی طور پر ہدایت ہوئی ہے کہ میں مسلمانوں  
 پر اس امر کو روشن کروں کہ سوائے میرے اگر اور کوئی مسیح معبود ہونے کا دعویٰ کرے وہ  
 جھوٹا اور اسکی سزا رشتین جھوٹی۔ کو نکہ تمام احادیث اس کی شاہد ہیں کہ دجال پیدا ہونیکے  
 بعد مسیح معبود کا ظہور ہوگا چنانچہ وہی ہوا دجال پیدا ہوا اور مسیح معبود بھی انکے پیچھے پیچھے موجود ہیں۔  
 مجھے الہام نے تعلیم کی ہے کہ میں قرآن شریف کے ایک ایک لفظ سے جو بقول محی الدین عربی کلمۃ  
 واحدة ہے اپنے مسیح معبود ہونیکے مسلمہ دلائل مستخرج کروں۔ اگر سچ کا ذب کا دل چاہے تحریری  
 یا تقریری جہاں چاہے سچ معبود ہر امر میں مباحثہ کر سکتے ہیں پولیس کے انتظام کا خرچہ سچ  
 نہیں اٹھا سکتا مان صادق اور کا ذب میں نصف نصف خرچہ کا معاملہ ہو سکتا ہے کل ایک نہایت  
 مجھے الہام ہوا جس سے میں کانپ گیا اور وہ الہام یہ تھا کہ سچ کا ذب سے کہہ دے کہ وہ چلا جائے  
 شہر دہلی سے جہانے آیا میری و ماں ورنہ اٹھائے گا دقتیں شدید اور پڑ جائے گا مختلف مصائب  
 فقط بر رسولان بلانے باشند و بس۔ راقم سچا مسلمان اور برحق مسیح معبود مرزا حیدر دہلوی  
 درمضیع حیون پر کاش دہلی باہتمام احمد علی بیگ چھپا

حیرت صاحب نے پے درپے الہامات کی جنہوں نے ان کو مسیح معہود بننے کی تعلیم دی تھی کیا کچھ قدر کی۔ اس پر میں آگے چل کر بحث کروں گا فی الحال یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ حیرت صاحب کے نزدیک الہام چہ کیا ہو اور اسکی وقعت کیا ہو۔ اس بارہ میں انہوں نے مقدمہ تفسیر القرآن میں تفصیل سے بحث کر کے صفحہ ۱۳۴ پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ”ہم الہام کو تخیل کی بلند پروازی سمجھتے ہیں“، پھر طویل بحث کے بعد آخری فیصلہ صفحہ ۱۳۸ پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ ”الہام کی بابت جو کچھ ہمیں لکھنا ہے وہ لکھ چکے اور جو کچھ ہمارا خیال تھا ظاہر کر چکے صرف اتنا بیان کرنا اور باقی رہ گیا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سب سے زیادہ الہام کا چرچا ہوا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی صوفیوں نے بھی الہام کو اپنے ہاں رواج دے لیا۔ خود حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ محمودین کسی صحابی کو الہام نہیں ہوا کوئی معتبر شہادت نہیں ملی کہ کسی صحابی نے اپنے الہام کی بابت کچھ عرض کیا ہو نہ چار خلفاء راشدین کے زمانہ میں کوئی صاحب الہام تھا، اب یہ بات غور طلب ہے کہ حیرت صاحب کے وہ الہامات جن کو انہوں نے ربانی الہامات لکھ کر ان کی ہدایت یا تعلیم کے موافق مسیح معہود بننے کی ٹھانی تھی اگر انکی حیرت صاحب کے عقیدہ کے موافق دراصل یہی اصلیت تھی کہ وہ محض تخیلات تھیں

حاشیہ یہ بہت بڑا فقرہ ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد میں کوئی تھا الہام نہ تھا۔ حیرت صاحب کی مقدمہ تفسیر کے الہام والے مضمون پر اس رسالہ کے کسی آئندہ نمبر میں انشاء اللہ میں تفصیل سے بحث کروں گا لیکن اس لئے کہ حیرت صاحب نے صحابہ کرام کی بابت جو افتراء کیا ہے مبادا اس سے عوام کسی قسم کے دھوکے میں مبتلا ہو جاویں اس بارہ میں مختصر اشارات لکھ دیتے ہوں۔



تو اون تخیلات کی بنا پر اس قدر جرات کرنا کہ احادیث نبوی کے نتائج خیر مطالب کو توڑ کر اور اون تخیلات کا پابند بنانا دراصل حیرت جیسے ہی انسان کا کام ہی

**حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ**

المحب الطبری عن عمرو بن العاص قال بینما عمر یخطب یوم الجمعة اذ نزلت الخطبة ونادی یا ساریة الجبل مرتین او ثلثا ثم اقبل علی خطبة فقال ناس من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انه یجنون ترک خطبة ونادی یا ساریة الجبل فدخل علیه عبد الرحمن بن عوف وكان ینبسط علیه فقال یا امیر المؤمنین تجعل للناس علیک مقالا بینما انت فی خطبتک اذ نادیت یا ساریة الجبل ای شیء هذا قال والله ما ملک فی لک حین رایت ساریة اصحابه یقاتلون عند جبل ویؤقون من بین ایدیهם ومن خلفهم

مسجد نبوی میں منبر پر چبہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ناگہا اُنہائے خطبہ میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے یا ساریہ الجبل یعنی اُس ساریہ (یہ ایک امیر لشکر بڑے جسکو آپ نے سپہ سالار کر کے ہماوند میں بھیجا تھا اور وہ میدان جنگ میں بے موقعہ کھڑا ہوا تھا اور اُس کا یہ بے موقعہ کھڑا ہونا خدا تعالیٰ نے حضرت عمر کو غیب سے شاہدہ کر دیا تھا) پہاڑ کو پس پشت لے۔ لوگ آپ کے یہ الفاظ سن کر تعجب و معترض ہوئے تو بعد نماز حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے استفسار حال کیا آپ نے فرمایا میں نے ساریہ اور اس کے ساتھ والوں کو ایک پہاڑ کے پاس ایسے موقع پر کھڑے ہونے دیکھا کہ اون کے آگے پیچھے دو لون طرف

اگر وہ اسی حد تک رہتے تب بھی خیر تھی لیکن حیرت زدہ شخص اس پر کوئی فکر بس کر سکتا تھا احادیث سے گذر کر قرآن شریف کے ایک ایک لفظ کو اپنے تخیلات

فلم املك ان قلت يا سارية الجبل  
ليلحقوا بالجبل فلم ترض الا يام  
حتى جاء رسول سارية بكتابه از القوم  
لقونا يوم الجمعة فقاتلناهم من حين  
صليت الصبح الى ان حضرت الجمعة  
وذرحجب الشمس فسمعنا صوت مناد  
ينادي الجبل مرتين فلقنا بالجبل  
فلم نزل قاهرين لعدا ونلحقهم  
الله تعالى -

سے دشمن آ رہے تھے جس میں  
او کی شکست کا خون تھا تو میں یہہ  
بات کہنے سے ٹک نہ سکا پھر بہت دن  
نہ گذرے تھے کہ ساریہ کا قاصد اُن کا خط  
لیکھ پہنچا جس میں یہ لکھا تھا کہ صبح سے جمعہ  
کے وقت تک ہمارا دشمن سے مقابلہ رہا  
(اور میدان ہاتھ نہ آتا تھا) کہ ناگاہ ہم نے دودھ  
یہہ پکار سنی کہ اے ساریہ ہمارے کو پس پشت  
لے پس ہم نے پہاڑ کو پس پشت لیکر دشمن  
کا کیسہ ہو کر مقابلہ کیا تو خدا نے دشمن کو بھگا دیا۔

(ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ)

اس حدیث کو امام بیہقی و حافظ ابی نعیم نے دلائل النبوت میں لاکھائی  
نے شرح السنن میں ویر عاقوبی نے اپنے فواید میں ابن الاعرابی نے

انجھ البیہقی و ابو نعیم نے دلائل النبوة  
واللائکائی فی شرح السنن والذی یقول  
فی فرائد وابن الاعرابی فی کرامات الاولیاء  
والخطیب فی روات مالک عن نافع عن ابن عمر  
یغدادی نے روات مالک میں  
محب طبری و ابن مرد دویہ  
ابو یعلیٰ وغیرہ نے اپنی اپنی تصانیف

پابند بنانے اور اون سے اپنے تصدیق کے دلائل استخراج کرنے کی بھی خود بدولت کو سوچی اور چونکہ ہر ایک عامی شخص اپنی حالت پر دوسروں کی حالت کا قیاس کیا کرتا ہی اسی وجہ سے میان حیرت نے بھی اپنے تخیلات کی بنا پر جو خاص خاص اعتراض کی وجہ سے اون کو ظاہر کرنے پڑے تھے حضرت اقدس کی بابت قیاس کر کے اون کو

نفیہ حاشیہ

قال وجه عمر جیشا وامر علیہم جلا  
یلعی ساریۃ فبینا عمر یخطب جعل ینادی  
یا ساریۃ الجبل ثلثا للحدیث قال ابن حجر  
فی الاصابۃ اسناد قصۃ ساریۃ حسن  
(تاریخ الخلفاء ص ۱۲۴)

میں روایت کیا ہی اور ان سے اکابر محدثین  
و متکلمین (مقدمین و متاخرین) نے طبقہ  
بعد طبقہ اپنی تصانیف میں (جیسے حضرت  
مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ میں حافظ ابن  
حجر نے اصباہ میں امام سیوطی  
نے تاریخ الخلفاء میں حضرت شاہ

ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں علامہ نقیضانی نے شرح عقاید میں نقل کر کے اس سے استشاد  
اور اس پر اعما کیا ہی۔ اور حافظ امام ابن حجر نے اصباہ میں اسکی اسناد کو حسن کہا ہی چنانچہ  
امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے نقل فرمایا ہی۔

اس حدیث میں ایک تو حضرت عمر فاروق کو خدا تعالیٰ کا غیب پر طالع دینا پایا جاتا ہے۔  
جنہو نے اتنی دور سے صف جنگ کا معائنہ کر لیا۔ دوسرے حضرت ساریا ورائے کے  
ساتھ والوں کو جنہوں نے اتنی دور سے حضرت عمر فاروق کی آواز کو سُن لیا۔



سفلہ اور کینہ الفاظ سے یاد کیا اور لکھا کہ وہ جھوٹے اور ان کی ہزار پستیں جھوٹی اور وہ دجال ہیں اب قبل اسکے کہ میں حیرت صاحب کے دعوے مسیح مہمود کی حقیقت کی بابت کچھ غور کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیرت صاحب کی اور دعاوی کا بھی ذکر کروں اور پھر ایک جانی طور پر ہر ایک دعوے اور اسکے تمام متعلقہ امور کے متعلق یکے بعد دیگرے سلسلہ وار بحث کروں کیونکہ ان دعاوی کو حضرت اقدس کے مقاصد سے بہت کچھ تعلق ہے۔

### بقیہ حاشیہ صفحہ سابق

اول تو غور طلب یہ بات ہے کہ عدم علم سے عدم شنے لازم نہیں آتا کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الہامات ہوئے ہوں مگر مصلحت وقت سے عام طور پر ان کو شایع نہ کیا ہوا اور خدا تعالیٰ کو ہر ایک نئے زمانہ میں نئے نئے مصالح میں پس نبوت کے عہد میں مصلحت ربانی کا یہی تقاضا تھا کہ جو غیر نبی ہوا اسکے الہامات نبی کے وحی کی طرح قلمبند نہ ہوں تاغیر نبی کی کلام سے تداخل واقع نہ ہو جاوے۔ پس یہ خیال کہ صحابہ کرام سے الہامات ثابت نہیں ہوئی بالکل بیجا اور غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کے رد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہام اور خوارق کثرت ثابت ہیں جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کلاساریہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلام اٹھیں مطلع ہو جانے لگا کہ الہام نہیں تھا تو اور کیا تھا اور پھر ان کی یہ آواز یا ماریہ الجبل الجبل مدینہ میں بیٹھے مجھ سے نکلنا اور وہی آواز قدرت غیبی سے ساریہ اور اوس کے لشکر کو دور دراز مسافت سے سنائی دینا اگر الہام اور خارق عادت نہیں تھے تو اور کیا چیز تھی اسی طرح سے جناب علی رضی اللہ عنہ وجہ کے بعض الہامات و کشف مشہور و معروف ہیں۔ ماسوائے اسکے جائے غور ہے کہ کیا خدا تعالیٰ کا اس بارہ میں قرآن شریف میں شہادت دینا تسلی بخش امر نہیں ہے کیا

علی  
رضی اللہ عنہ

مجموعہ سیرت الرسول اور دیگر تحریرات کے حیرت صاحب نے مقدمہ تفسیر القرآن کے صفحات ۵۰-۱۵۲-۲۲۶-۲۵۸-۴۵۹ اور ۶۸ پر نئے نئے انداز کے دعوے کئے ہیں ان میں سے بعض مقامات کی نقل حاشیہ پر مذکور ناظرین ہے۔ اس جگہ ضرورت کے موافق یا جن بعض امور کی بابت میں بحث کرنی چاہتا ہوں حاشیہ والے مضمون سے بطور خلاصہ کر دیتا ہوں جو یہ ہیں درمیانے کریم کا قاعدہ ہر کہ وہ ہر صدی میں ایک شخص کو چن لیتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے یعنی جو غلط خیالات یا دام باطلہ کو گونگے دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں ان کی وہ اصلاح کرتا ہے اس صدی میں اس نے حیرت صاحب کو چنا ہے تاکہ وہ جیسے ہو و نکور راہ حق پر لاوین پریشان دلوں کو تسکین دین حیرت صاحب کو خاص برکت دی گئی ہے ان میں ہر وہ صفت و ولایت کی گئی ہے جو برگزیدہ

### صفحہ ۳۳

### بقیہ حاشیہ

اوستے صحابہ کرام کے حق میں نہیں فرمایا کہ تم خیر امتیٰ احسن الناس پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم کے اصحاب کو امت سابقہ سے جمع کالات میں بہتر و بزرگتر ٹھہرانا ہے اور دوسری طرف بطور مشقہ نوذ از خرواری پہلی امتوں کے کا ملین کا حال بیان کر کے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسیٰ اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور زینہ حضرت مسیح کے حواری اور نیز حضرت عیسیٰ کوئی بھی نبی نہ تھا یہ سب ملہم من اللہ تھے اور زینہ ریحہ وحی اعلام اسرار غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے تو اب چنا چاہیے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ کے کامل متبعین ان لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدث ہونی چاہیے کہونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں اب ہر ایک شخص کو چاہیے غور سے پڑھا کہ حیرت صاحب نے کیا حیل چنالیات کہ اصحاب کے زمانہ میں کوئی بعض بعض مقامات کی اصل عبارت ناظرین کی نگاہی کے واسطے اس جگہ نقل کی جاتی ہے ہم تسلیم کرتے

خوشی کی خبر سناتے ہیں کہ جس حدیث کا یہ ملہم چنا ہے تاکہ ہم منصف بنے جواب دین جیسے کہ پراوین پریشان دلوں کی تسکین کریں خدا کا اقرار ہے کہ اس کا کام کر لگا۔ اسے ہمیں خاص برکت دی ہے اور اس کی نعمت کا دروازمہ ہمیں کھلا ہے ہم اسے ہر وہ صفت و ولایت کی جو وہ اپنے برگزیدہ و برگزیدہ کو بخشا ہے۔ (مقدمہ تفسیر صفحہ ۵۰)

بند و نکلونجی جاتی ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حیرت صاحب نے کبھی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی ہے اور نہ کبھی کسی مولوی کے آگے زانوئی شاگردی طے کیا ہے نہ انہوں نے فلسفہ اور منطق پڑھی ہے نہ اون کو صرف و نحو کا علم ہے نہ صدرہ اور شمس بازغہ کی ورق گردانی کی ہے اور کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ حیرت صاحب نے ایک فہم بھی عربی فارسی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ اور ۳۵ صاحب اہام نہ تھاکس قد جرات کی بات اور صاحب پرانتر اور ہستان ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۔ ہر صدی میں وہ اپنی مخلوق میں سے ایک عبد کو اس لیے چن لیتا

ہے کہ جو غلط خیالات بعض خارجی محسوسات اور باطلاد نام کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے

ہیں ان کی اصلاح اپنے اُن ہی قوانین کے مطابق کرے جو ہزاروں برس سے رائج ہیں اور کائنات کا نظام

اُن ہی پر چل رہا ہے اس صدی میں اُس نے خاص اس عاجز کو چنا ہے۔ اور وہ خود مدد کرتا ہے چون کہ

اس عاجز عبد کے کام میں برابر اُس کی مرضی شامل ہے اور عاجز کے ساتھ اسکا ساتھ کام کر رہا ہے اس لئے

خود بخود وہ معاف اور شریعت کے وہ وفائق جو ابھی تک ستر لہر رکھے ہوئے تھے کھلنے شروع ہو گئے

ہیں ورنہ اس عاجز عبد کی تولیافت سے فی الحقیقت یہ عظیم اور اہم کام بہت ہی مستبعد ہے۔ نہ جس نے

کبھی باقاعدہ تعلیم پائی نہ جس کے سر پر کبھی تفصیلات کی پگڑی بندھی نہ جس نے کبھی مولوی کے آگے زانوئی

شاگردی طے کیا نہ جسے صرف و نحو کا علم ہو نہ اس نے فلسفہ اور منطق پڑھی ہو نہ صدرہ اور شمس بازغہ کی

ورق گردانی کی ہو اور پھر جب وہ آنکھ بند کر کے بیٹھے ظاہری علوم اور باطنی معارف کے کل عقدہ

حل ہوتے چلے جائیں اور وہ ظلم برداشتہ کھٹا چھا جائے۔ اور اجزائے اجزائے تکلف کھ ڈالے

ان بالوں سے شاید وہ لوگ چوکیں گے جنہوں نے مدت سے اُن تعلقات پر غور کرنا



اردو یا انگریزی کا پڑھا ہوا اور اس تمام بیان سے حیرت صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اُمّی ہونے کا پرتوا سپر ٹیپا ہوا جو اس کے کہ حیرت صاحب کی تعلیمی حالت کی یہ

بقصہ حاشہ صفحہ ۳۴ ترک کر دیا ہے جو عبد اور معبود میں برقرار چلے آتے ہیں اور بیکے دماغوں میں موجودہ فلسفہ کے مفروضہ اصول نے بجائے روشنی کے تاریکی پیدا کر دی ہے اور جو آنکھیں بند کر کے بے وقوف بیٹروں کی طرح اسی ٹیپا پر پڑتے ہیں جس پر یورپ کے ملحد جارہے ہیں مگر جن کے قلوب تہیائے ربانی سے کسی قدر بھی منور ہیں اور جن کے ربانی تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا یہ وہ ہماری باتوں کا کان لگا کے سین گئے انکو یقین کرینگے اور کوشش کرینگے کہ ان کے تعلقات بھی بڑ ہیں خالق کی مرضی کا نقشہ انکی آنکھوں کے آگے کھینچ جائے۔ اور وہ انہی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کا جلال دیکھ لیں۔

اس عاجز عبد کو خواب میں خاص مدینہ منورہ میں حضور الانور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زیارت کا اُس وقت شرف حاصل ہوا ہے جب حضور ایک کمرہ میں تشریف رکھتے ہیں اور اس عالم کی رحمت نے

اس عاجز عبد کی صورت دیکھتے ہی اپنے پاس بٹھالیا سر پر ہاتھ پیر اور برکت دی جب آنکھ کھلی تو

طبیعت کی عجیب کیفیت پائی بڑے غوامض اور گہرے گہرے نکات خود بخود حل ہونے لگے اور شریعت

محمدی کا راز صاف عیان ہو گیا خالق حقیقی کی یہ رحمت سمجھنی چاہئے درنہ سن نہ سن نہ انہم۔ خداوند تعالیٰ ص ۴۶۶

مجھے قرآنی مضامین سے ایک خاص تعلق ہے محض بے علم ہونے پر بھی آیت پڑھتے ہی اس کا وہ لفظی

مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے جو امام غزالی دین رازی کی جس سرفروشن بھی اُسے ادا نہیں کر سکتے۔ مجھے فخر ہے کہ

روح القدس میرے ساتھ کام کرتی ہے اور روح القدس ہر کام میں مجھے مدد دیتی ہے ہر شخص کو اس کے

باور کرنے میں تامل نہ ہوگا۔ کہ راقم الحروف نے کبھی ایک لفظ بھی عربی فارسی اور انگریزی کا نہیں پڑھا

مجھے فخر ہے کہ کچھ دیکھ اسی ہونے کا پرتو مجھے بھی پڑا ہوا ہے جو کچھ میں لکھ چکا ہوں ان میں سے ایک مضمون کو

کیفیت پر جب وہ آنکھ بند کر کے بیٹھتے ہیں تو ان پر ظاہری علوم اور باطنی حقائق کے کل عقدہ حل ہو جاتے ہیں اور ظلم پر روشنی اجزا کے اجزا بلا تکلف وہ لکھتے چلے جاتے ہیں باوجودیکہ وہ بے علم ہیں لیکن قرآنی آیت پڑھتے ہی اس کا لفظی مفہوم ایسا سمجھ لیتے ہیں جو امام غزالیؒ کے مافیہ کے کسی جزو میں بھی ادا نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کی قابلیت جو امام صاحب میں تھی اور روح القدس کی تائید جو حیرت صاحب میں بران میں بہت بڑا فرق ہے اس کے علاوہ حیرت صاحب کو رسول صلعم کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہو چکا ہے یہ ہر خلاصہ حیرت صاحب کی تحریر کا جس کی نقل حاشیہ پر ہم نے دی ہے اس موقع پر حیرت صاحب نے جو دعا و کئے ہیں وہ ان کے سابقہ مسیح مہمود کے دعوے سے بالکل الگ ہیں کیونکہ انکی بنیہ الہام یا ان کے عقیدہ کے موافق تمخیلات پر تھے جس نے انکو اس دعوے کے لئے اکسایا تھا۔ لیکن ان مابعد کے دعاوی کی بنیادین دوسرے امور پر قائم کی گئی ہیں اب اصل مقصد یعنی حیرت صاحب کے مسیح مہمود ہونے یا ان کی مجددیت کی بابت بحث کرنے سے پہلے اس بارے میں حیرت صاحب کی دلی بے اطمینانی کی زیارت ناظرین کو کوثرانی چاہتا ہوں

**بقیہ حاشیہ** - امام غزالیؒ کے مضمون کے ملایا جا اور ایک ہی مطلب کے دو مضمون کو ایک ساتھ رکھ کے دیکھ لیا جائے تو کھل جائیگا کہ ان کی اصل قابلیت اور روح القدس کی تائید میں بہت بڑا فرق ہے۔ مقدمہ تفسیر الفرقان صفحہ ۶۸۶ و ۶۸۷ - باقی مقامات جن کا حوالہ قرآن میں دیا گیا ہے وہ تمام عبارتیں مذکورہ بالا مطالب اور مقاصد کے تکرار کرتے ہیں اس لئے ان کو نقل کرنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی ہے +

تاکا ان کو معلوم ہو جائے کہ حیرت صاحب بطور مجدد اور مسیح مہمود بھی چنے جا چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انکا ایسا چنا جانا کیا حقیقت اور ماصلیت رکھتا ہے اس کے متعلق حاشیہ پر گزن گزٹ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۰۰ کا مضمون مدبر یہ ناظرین کو تابہوں جسکا خلاصہ یہ ہے (۱) حیرت صاحب نے ایک نہایت حیرت انگیز بات کہنی ہے

**حاشیہ** \* سب سے زیادہ ایک تعجب انگیز بات یہ سننے میں آئی ہے اور جسے جناب مولوی منیر غلام احمد صاحب دینی کے بعض نا فہم مریدوں نے اڑاؤ بھی کہ میرزا حیرت بھی عنقریب کوئی دعوئے امامت کا کرنے والے ہیں یہ خیال جیسا انوار بیہودہ ہر اسی قدر ضلوعہ انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور سچی اطاعت سے بے بہرہ کرنے والا ہے ۔ . . . . .

اس تمام گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہماری نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم کچھ بننے والے ہیں انکے خیالات بالکل بے سرو پا ہیں۔ خدا نے ہماری حیثیت کے مطابق ہمیں روٹی کھانے کو دئے کئی

ہے۔ اور اللہ دیکھ کہ کم و بیش کچھ عزت بھی حاصل ہے پھر ہمیں نیا دھوکہ سنانا لگائے اور اپنے سردار اور امام

سے بغاوت کرنے اور دین و دنیا میں روسیہ ہوئے سے کیا ملیگا اگر ہم سیری مریدی کا سلسلہ

جماری کرتے یا مجدد اور مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتے اور اسی صورت سے گیر واکیرے پہنکر اور کان کے

برابر ایک عصا ہاتھ میں لیکر ہندوستان میں چکر لگاتے تو بہت آسان بات تھی کہ سال دو سال

ہی کے عرصہ میں دو تین لاکھ آدمی ہمارے سر پر ہو جاتے اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی رحمت

اور برکت سے کچھ اچھی برہمی صورت اور ٹوٹی چھوٹی قابلیت اور کم و بیش طلاق تہ لسانی عنایت

فرمائی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صد ہا پیر اور مجدد جنہیں سوا چند شعبہ سے بازیون کے بات کرنے کا

سلیقہ نہیں ہے انہیں وہ کامیابی حاصل ہو رہی ہے کہ باید و شاید پھر ہم ان کے مقابل میں

جوان کے گان کے موافق مرزا صاحب قادیانی کے بعض نا فہم مرید و شیخ اڑادی  
ہو اور وہ یہ کہ حیرت صاحب غنقریب کچھ بننے والے ہیں (۲) یہ خیال حیرت صاحب کے  
نزدیک جیسا لغو اور بیہودہ ہے اسی قدر حضور انور کی سچی محبت اور اطاعت سے بے ہر  
کرنے والا ہے نیز حیرت صاحب کے نزدیک وہ بد نصیب ہیں جو ایسے دعوے کریں اور  
جو لوگ ان کی نسبت ایسے خیالات رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بننے والے ہیں ان کے خیالات  
بے سرو پا ہیں (۳) حیرت صاحب کو خدا نے روٹی کھانے کو دی ہے اور انکو کچھ عورت  
بھی حاصل ہے پھر ان کو نیا ڈھکوسلا نکالنے اور اپنے سردار و امام سے بناوت کرنے  
اور دین و دنیا میں روسیہ ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہے (۴) حیرت صاحب  
اگر مجدد یا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتے اور ہندوستان میں چکر لگاتے تو آسانی  
سے سال دو سال ہی میں دو تین لاکھ آدمی انکے مرید ہو جاتے۔ ختم ہوا حیرت  
صاحب کے جولائی ۱۹۰۳ء کے مضمون کا خلاصہ جس کے مختلف فقرہ پر نیچے نقل کیے ہیں

صفحہ ۳۸  
بقیہ حاشیہ  
بھلا کس طرح کامیابی حاصل نہیں کر سکتے مگر ہم اسی زندگی پر لعنت  
ہیجے ہیں جسکو مفت کے تقصرون سے پرورش دی جائے۔ ہم اپنے خیال میں ایسے شخص کو مسلمان  
نہیں سمجھتے کہ جو دلیوں کا روپ بنا کر غریب مسلمانوں کے مال اینٹھے غرض ہماری نسبت  
اس قسم کی بیہودہ خیالی محض لغو اور بیہودہ زبان ہنسنے یہ دعویٰ کیا ہے اور ہم ایسی ہی دعویٰ کرتے ہیں  
کہ ہمیں بعض اوقات ایک ایسے شخص کی آواز آتی ہو کہ جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا ہمیں بہت سے  
معاملات میں خاص خدا کی طرف سے ہدایت ہوتی رہتی ہو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنی زیارت سے ہلکے مشرف کر چکے ہیں اور وہ بھی خاص مدینہ منورہ میں اکبرین گزشتہ ۱۵ جولائی



اور اسی سلسلہ سے اس بالحدیث میں بحث کر دیں گا۔

اب قبل اس کے کہ ناظرین ہماری پائیندہ بحث کو پڑھیں وہ اوّل یہ ذہن نشین کر لیں کہ یہ مضمون جسکا مینہ ابھی خلاصہ کیا ہے اور جس میں حیرت صاحب نے مجدد دہونے سے نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ ایسے دعوے کو دھکوسلا۔ لغو اور بیہودہ خیال اور سرگرداں نام سے بغاوت کرنے اور دین دنیائیں رو میا ہونے کا باعث بیان کر کے خواہ مخواہ حضرت اقدس کے مریدوں کی بابت یہ بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے حیرت صاحب کی بابت ایسی باتیں اڑائی ہیں یہ مضمون ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کا ہے۔ اور حیرت صاحب کا دعویٰ مسیح معبود ہونیکا ۱۸۹۱ء کا ہے جسکا ذکر صفحہ ۲ پر مینے کیا ہے اور مقدمہ تفسیر والا مضمون جس کی نقل صفحات ۳۲ تا ۳۳ پر درج ہے ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء کا ہے۔ ان تاریخوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب ناظرین حیرت صاحب کے جولائی ۱۹۰۳ء والے مضمون کے ان چاروں نمبروں پر توجہ کریں جو بطور خلاصہ مین اوپر لکھ چکا ہوں جنہیں حیرت صاحب نے مجدد دہونے سے انکار کیا ہے اور جن کی بابت اب مین مختصر بحث کرتا ہوں۔

# حیرت صاحب کا مجددیت سے پہلا انکار

(۱) حیرت صاحب نے یہ حیرت انگیز بات سنی ہے۔ جو مرزا صاحب دایانی کے بعض

نافع مریدوں نے اڑادی ہو کہ وہ مشرب کچھ بننے والے ہیں۔  
 اُن ناظرین اب آپ ذرا اس بھلے مار سے پوچھیں تو یہی کہ جس حالت میں تم مسیح معبود  
 مجدد وغیرہ سب کچھ بن بنا چکے ہو تو پھر مرزا صاحب کے نافع مریدوں کی اڑادینے  
 کے کیا معنی ہیں معلوم ہوتا ہو کہ اس ناخدا ترس حیرت انسان کے دل میں ذرا بھی  
 خوف خدا نہیں ہے جو اتر پروازی اور بہتان سے اس کی طبیعت ذرا نہیں جھکتی  
 ہو لکھتے وقت یہ خیال کر لیا ہو گا کہ اس قدر غور و تحقیق سے کون میری تحریرات کی  
 پر تال کر لگاؤ جو جی میں آئے ہاتھ چلے جاؤ۔ چہ دلاور است و ردے کہ بکف  
 چاغ دارد۔

## حیرت صاحب کا مجددیت سے

### دُوسرا انکار

فقہہ نمبر ۲۔ جبکہ اس قسم کا خیال حیرت صاحب کے نزدیک حضور انور کی سچی محبت اور اطاعت  
 سے بے بہرہ کرنے والا اور بد نصیبی کا باعث ہوا تو اب حیرت صاحب یہیں بتاؤ کہ کیا  
 جب احادیث نبوی کے نتائج خیر مطالبہ مسیح محمود ہونے کا ثبوت تم نے تلاش کیا  
 ہو گا اور منجملہ یہ شمار حدیثوں کے صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں مسیح کو ایا مکرم منکم  
 کہا گیا ہو تم کو ملی ہوگی اور جب کہ قرآن شریف کے ایک ایک لفظ کو اپنی تخیلاً لگا

پابند بنا کر اس سے اپنے مسیح معبود ہونے کے دلائل استخراج کے ہونگے میرمقدسہ تفسیر والی  
تحریر کے موافق جو صفحات بیعت پر نقل کی گئی ہیں تم کو مجد د بننے کی سوچھی ہوگی۔  
کیا ان تمام باتوں سے تم خود اپنے ہی قول کے موافق رسول صلعم کی سچی محبت اور  
اطاعت سے بے بہرہ اور بد نصیب نہیں ہوئے اور یہ نئے دھکوسلے نکال کر  
اپنے سردار و امام سے باغی اور دین و دنیا میں روسیاء تہین ٹھہرے۔  
براہ مہربانی ہم کو اب آپ سمجھا دیں کہ آپ کے پاس وہ کون سے وجوہات ہیں جن سے  
آپ ان ڈگریوں کے مستحق نہیں ہو سکتے ہیں جو خود اپنے ہی بیانات کے موافق اپنی  
کارکردگیوں سے حاصل کی ہیں۔

## مجددیت سے حیرت سر صاحب کا تیسرا انکار

فقہہ نمبر ۱۰۔ حیرت سر صاحب کا یہ بیان کہ خدا نے ان کو روٹی کھانے کو دے رکھی  
ہی۔ اور ان کو کم و بیش عزت بھی حاصل ہے اس لئے ان کو نیا دھکوسلا نکال کر دین و  
دنیا میں روسیاء ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غور طلب ہے جس سے صاف طور پر  
بطور اقبالی ڈگری کے یہ بات ثابت ہوتے ہیں۔ کہ ۱۰۔ اور پھر ۱۱۔ نیز ۱۲۔  
تک جبکہ وہ نئے دھکوسلے نکالنے کے عادی تھے اس وقت تک نہ ان کو  
عزت حاصل تھی اور نہ خدا نے ان کو اس وقت روٹی کھانے کو دے رکھی تھی۔

اس نتیجہ کو ناظرین اچھی طرح سے یاد رکھیں اس لئے کہ اس کا حوالہ آئندہ حیرت حجاب کی ایک خاص نکتہ چینی کے جواب میں دیا گیا ہے۔

## مجددیت سے حیرت صاحب کا پہو تھا انکار

فقیر نمبر ۴۴ اگر حیرت صاحب مجد دیا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتے تو سال دو سال میں دو تین لاکھ آدمی بآسانی ان کے مرید ہوجاتے۔ حیرت صاحب کے اس فقرہ کو پڑھ کر براہ ہر بانی ناظرین اس عبارت کو پھر پڑھ لیں جو صفحہ ۳۳ کے حاشیہ پر مقدمہ تفسیر سے نقل کی گئی ہے۔ اور جس کے مطابق حیرت صاحب اس تحریر سے تین سال پہلے بطور مجدد چنے جا چکے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ حیرت صاحب کے اس ایمانداری پر انکی طرح پیٹنٹ الفاظ میں صلواتیں سنائی شروع کر دوں منصف ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ حیرت حجاب کی اس گندم تا جو فروشی کے مقابلہ میں یہ لن ترانیاں کہ میں ایسا اور ایسا ہوں اگر ایسا اور ایسا کرتا تو سال دو سال میں دو تین لاکھ میرے مرید ہوجاتے۔ کیا یہ باتیں کسی مجنون کی بھڑیا پاگل اور بڑی کے بکواس سے زیادہ وقعت رکھ سکتی ہیں اور حیرت صاحب کو جو کسی ان دیکھے شخص کی آوازیں سنائی دیتی ہیں وہ جنوں کا پیش خیمہ نہیں ہے اسکا فیصلہ میں ناظرین پر



چھوڑتا ہوں۔ مینے یہ مختصر بحث حیرت صاحب کے جوابی سلسلہ والے مضمون پر اس غرض سے کی کہ ناظرین کو یہ پتہ لگ جائے کہ حیرتی مسلمات کے موافق اتنی اپنی مجددیت اور سیحیت کی کیا وقعت ہے اس کے بعد اب حیرت صاحب کے اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنی چاہتا ہوں جسکی نقل صفحات ۱۶۷ لغایت ۱۷۲ کے حاشیہ کی گئی ہے اور جس کے موافق صرف یہی نہیں کہ حیرت صاحب بطور مجدد چنے گئے ہیں۔ بلکہ اپنی مجددیت کے دلائل بھی انہوں نے ساتھ ہی بیان کر دیئے ہیں۔ اب بحث کرنے سے پہلے چار اس قسم کے دلائل جو حیرت صاحب نے پیش کئے ہیں میں نمبر وار لکھ دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں آسانی ہے۔

## حیرت صاحب کی مجددیت کی پہلی دلیل

حیرت صاحب نے کبھی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی ہے نہ کسی مولوی کے آگے زانوئے شاگردی طے کیا ہے نہ فلسفہ اور منطق وغیرہ پڑھی ہے نہ ایک لفظ اردو فارسی یا انگریزی کا پڑھا ہے۔ گویا اسی ہونے کا پر تو ان پر پڑا ہے۔ اور یہ ان کی مجددیت کی پہلی دلیل ہے۔

# حیرت صاحب کی مجاہدیت کی دوسری دلیل

باوجودیکہ حیرت صاحب جاہل مطلق ہیں تاہم جب وہ آنکھ بند کر کے بیٹھتے ہیں تو ان پر ظاہری علوم اور باطنی معارف کے کل عقدہ حل ہو جاتے ہیں اور تسلیم برداشتہ اجزاء کے اجزاء لگتے چلے جاتے ہیں باوجودیکہ وہ بے علم ہیں لیکن آتی آیت پڑھتے ہی اسکا دلفظی ایسا مفہوم سمجھ لیتے ہیں جو امام محمد الدین رازی لکھی جزو میں بھی ادا نہیں کر سکتے ہیں۔

# حیرت صاحب کی مجاہدیت کی تیسری دلیل

حیرت صاحب بطور مجدد اسلئے چنے گئے ہیں کہ جو غلط خیالات اور ادنام باطلہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کریں بیکہ یہ وہی وہی گوراہی پر لاوین پریشان دلوں کی تسکین کریں اور متضرعون کے جواب دیوین اسبابے میں ان کو خاص برکت دی گئی ہو۔

# حیرت صاحب کی مجاہدیت کی حقیقی دلیل

حیرت صاحب نے خواب دیکھا تھا جس میں رسول صلعم نے حیرت صاحب کو دیکھتے ہی اپنے پاس بٹھالیا سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت دی جس سے اچھ کھلنے ہی شرع محمدی کا راز صاف عیاں ہو گیا بڑے بڑے غوامض اور گہرے گہرے نکات خود بخود حیرت صاحب حل کرنے لگے۔ یہ بین چار دلیلین جو حیرت صاحب کی مجددیت ثابت کرتی ہیں اور جو کج اب میں سلسلہ وار بحث کرنی چاہتا ہوں۔

## پہلی دلیل

کی بابت تحقیق کرنے کے لئے جب میں نے حیرت صاحب کی تحریرات کو غور سے پڑھا تو بکثرت ایسے مقامات مجھ کو ملے ہیں جن سے اُن کے یہ تمام دعائے خاک میں مل جاتے ہیں کوئی شخص اگر حیرت صاحب کی ابتدائی تحریرات کو غور سے دیکھ لے گا تو انہیں ایسے مقامات ملنے جن سے ثابت ہوگا کہ حیرت صاحب ضرور شاگردی کی چٹان پر مسدس حیرت جو بہت ابتدائی تصنیف ہے حطّ ازل کو یہ صغیر میر لکھتے ہیں ”مکملہ زنت بھی اور تحصیل علوم دیگر پہلے تھی کہ مسدس لکھی کی حیرات ترستا“ لیکن مقدمہ تفسیر بکھروہ کچھ ایسے پہلے ہیں کہ اب تک

عموماً ہر ایک تحریر ان کے سابقہ بیانات کی تردید کرتی ہے چنانچہ جنوری ۱۹۰۸ء کے کرن گزٹ  
 میں صفحہ ۳۷ کا ۲۲ پرٹری لن ٹرانزینوں کے بعد لکھتے ہیں: "وہ جس زمانہ میں کہ ہم روحانی  
 قوت کے بڑھانے کی مشق کر رہے تھے ہم نے عجیب عجیب جلوے اپنی آنکھوں سے  
 دیکھے بغیر تعلیم کا بغیر کسی کی نگرانی کے ہمیں بہت سے علم آ گئے اور بیش و کم ان  
 زبانوں پر قابو ہو گیا جو بالکل اجنبی تھیں اور جنکی تعلیم کہیں نہیں پائی تھی۔"  
 ان تمام مقامات کی نقل فردا فردا دیکر مین طول دینا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ اس  
 مختصر سالہ میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اگر حیرت صاحب کا اس مختصر بیان  
 اطمینان نہ ہو گا تو اور نظائر بھی ان کی تحریرات سے پیش کرنے سے مجھے دریغ نہ ہو گا  
 فی الحال صرف کرن گزٹ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء کے ایک مضمون کی نقل  
 حاشیہ پر ہدیہ ناظرین ہے جو ہماری تعلیمی حالت کی سرخی سے بطور لیڈر حیرت صاحب  
 نے شائع کیا تھا اور وہ انہیں کا اپنا مضمون ہے۔ اس مضمون کے الفاظ اس قدر  
 صاف ہیں کہ اس پر چون و چرا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ہے ناظرین کو چاہیے  
 کہ اس حاشیہ والے مضمون کے الفاظ کو پڑھ کر حیرت صاحب کے ان بیانات  
 پر بھی سرسری نظر ڈال لیں جو صفحات ۳۴ بغایت ۳۵ پر خطوط کر نیچے لکھے گئے  
 ہیں ان دونوں مضامین کو ایک جائی طور پر پڑھ کر ناظرین حیرت صاحب کی  
 خوبیوں سے واقف ہو گئے ہونگے کہ وہ مفصلہ ذیل منقضا و صفات سے موصوف  
 ہیں جو انکی مجددیت کی پہلی دلیل ہیں یعنی اول تو حیرت صاحب کے کبھی باقاعدہ

حاشیہ ہماری تعلیمی حالت - نئے مندرجہ کرن گزٹ ۸ - اپریل ۱۹۰۸ء خدا اس ریت



تعلیم نہیں پائی ہر نہ کسی مولوی کے آگے زانوئے شاگردی طے کیا ہو۔ نہ کبھی ایک لفظ بھی عربی فارسی کا پڑا ہو دوم ان تمام باتوں کے مقابل میں ان میں یہ صفت بھی اس وقت موجود ہیں کہ انہوں نے سبقتاً سنی عربی کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ مولویوں کی صحبت میں بسر کیا ہر نیز ایسی جماعت میں انہیں علم حدیث پڑھنے کا فخر حاصل ہوا ہے جس میں ۲۱ طلبہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ تمام باتیں حیرت صاحب کے محمد دہونے کی دلیل ہیں۔

اب یہ مذکورہ بالا بیانات اگر پہیلی اور چیتان یا معمہ کی قسم سے نہیں ہیں تو ہر ایک ان بدیہی باتوں سے حیرت صاحب کی ایمانی حالت کا اندازہ کر کے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کی ایمانی حالت اگر تحت السعیرے کو پہنچ چکے ہر یا ان کے تمام اہل بخون دماغ اور مخشوش قلب سے نکلتے ہیں جن میں اہل بوجھ و جی میں آتا ہے۔ لکھ کر منہ زوری اور بے بے ہمہ دانی کے دعووں کے ساتھ بزرگان قوم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں پیارے ناظرین یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ ہر ایک شخص مختلف معاملات اور مصائب میں کی بابت اپنی خیالات کا اظہار کرتا ہے اگر وہ خیالات جو اسے کسی مضمون کی بابت ظاہر کئے ہیں دراصل وہ غلط ہوں تو صرف یہہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ فلاں شخص کی رائے میں یہ غلطی ہو گئی یا اس سے یہ سہو ہو گیا ہو۔ ممکن ہے کہ کسی مورخ سے کسی تاریخی واقعہ کے بیان کرنے میں عدم واقفیت

بقیہ صفحہ ۴۹  
اور ثروت کو مٹا دے کہ جہاں اسلام کا پر توں ہو۔ اگر ہر مسلمان نکھپتی اور افلاطون وار سطو ہو جائے۔ مگر ان کا اسلام کی پابندی نہ تو قوم کی قوم پر باد ہو جائے

کی وجہ سے غلطی ہو جائے یا کسی عالم سے بعض مسائل کے بیان کرنے میں اور فلسفی سفر سے بعض فلسفیانہ امور کے بیان میں غلطیاں واقع ہوں اس قسم کی تمام غلطیاں تحقیق کی کوتاہی پر دلالت کریں گی لیکن خاض اپنے ہی نفس کی بابت ایسا بیان کرنا کہ جہاں جاہل مطلق ظاہر کرنا مفید مطلب ہو وہاں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا اور قلم برداشتہ ورق کے ورق اتنی بات کے ثبوت میں سیاہ کر دینا کہ میں جاہل کتہہ تاراش ہوں اور دیوانہ بکار خود ہوشیار کی طرح سے جھٹ یہ نتیجہ نکال لینا کہ مجھ پر امی ہونے کا پر تو پڑا ہے اور جہاں اس کے برخلاف حالت اپنے مفید مطلب ہو وہاں بالکل دوسرا طرز اختیار کرنا اور محض شہرت اور ناموری حاصل کرنے یا اور اغراض کی بنہ پر بڑی ترشح خراش کرنا اور محض دھوکا دہی کا طرز اختیار کر کے اپنا فاضل حمل ہونا ثابت کرنا اور بڑے بڑے علماء کی شاگردی کا فخر کرنا کیا یہ کسی ایماندار شخص کا نام ہو سکتا ہے۔

### بقیہ صفحہ ۴۷

کے قابل ہی ہماری حالت کیا بلحاظ تعلیم عربی اور کیا بلحاظ تعلیم انگریزی سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہم مطلق اس کفر تو جب نہیں کرتے انگریزی تعلیم کا نقشہ تو کسی قدر غرضتہ مضمون میں کچھ چکا ہے اب عربی تعلیم پر بھی سرسری نظر ڈالنی چاہیے۔ چونکہ ہم نے خود سبقتاً

عربی کی کتابیں پڑھی ہیں اور اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ مولویوں کی صحبت میں بسر کیا ہے اس لئے میں ایک

حد تک اس تعلیم سے زیادہ واقفیت ہے اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کسی زبان کی تعلیم کا

ایسا برا قاعدہ نہیں ہے جیسا زبان عربی کا ہے۔ عربی زبان نیم مردہ حالت میں نہیں ہے بلکہ مولویوں نے

اسے بالکل مار ڈالا اور اب کوئی امید اس کی زندگی کی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا ناممکن ہے

ہاں جب تک کوئی خدا کا بندہ منصور کی روح لیکے پیدا ہوا اور یہ نہ کہے اٹھ میرے حکم سے عربی کا

# حیرتِ صاحبِ نواور

## غور سے سنو

تم نے کرزن گزٹ میں حضرت اقدس کو گالیاں دیتے ہوئے لکھا ہے ”ہر ایک برائی اور شرارت کی ایک حد ہوتی ہے مگر آپ کی بے اعتدالیوں کی کوئی حد نہیں رہی“ اور پھر لکھا ہے۔ ”ہم نے صد ماشیر یرون کو دیکھا ہے مگر تم جیسا کوئی نظیر نہیں آتا“ اور پھر ایک جگہ لکھا ہے۔ ”آپ کی طبیعت میں یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ میں بھی کچھ ہوں اور آپ (یعنی حضرت اقدس) اس طرح یکایک ابلے ہیں جیسے چھوٹا طرف زیادہ پانی سے چھلک جاتا ہے اور پھر یکم جولائی ۱۹۰۴ء کے اخبار میں لکھا ہے ”میرزا صاحب چڑی چڑیا کی کہانیوں کا زمانہ نہیں رہا ہے لیاقت اور قابلیت کے معیار بدل گئے ہیں۔ آپ جو کچھ گوہر فشاں کرتے ہیں اس میں کوردہ کا رنگ پایا جاتا ہے بالغ اور ہوشیار شخص ایسی ہبکی ہبکی باتیں نہیں کیا کرتے ہیں“

### بقیہ صفحہ ۴۷

جی اٹھنا محال ہی نہیں بلکہ نامکن محض ہے اور ایک سچے مسلمان کے لئے اس سے زیادہ ماتم اور موہ نہیں سکتا۔

حبیب الہی سلم پڑھنا شروع کرتا ہے تو اسے صرف و نحو کی کتابیں پڑھانی جاتی ہیں اور یہ خشک تعلیم اگر محنت کے لئے ایسی دعواری ہو جاتی ہے کہ وہ کئی سال کے بعد مشکل منزل مقصود تک پہنچتا ہے یعنی صرف و نحو کی

میں نے دوسرے حصے میں جن مقامات پر یہ الفاظ تھنے لکھے ہیں انکی بابت پورے طور پر بحث کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھادیا ہے اور چھٹی طرح سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تنہا ہی ناخدا ترس طبیعت نے کس قدر ظالم اور زیادتی پر کمبازندہ کر اپنی دریدہ دہنی سے ایک کثیر گروہ کا دل دکھایا ہے لیکن فی الحال میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ اول آپ کی مجددیت کی دھاوی اور پھر نہایت رنگ آمیزی اور افتراؤں کے ساتھ اس سے انکار کرنا دوم آپ کا اتنی ہونا اور پھر دوسری ضرورت

### بقیہ صفحہ ۵۲

کل کتابیں پڑھ لیتا ہے اگرچہ ان کتابوں پر اسے جب بھی عبور نہیں ہوتا۔ ان چار پانچ سال میں جو صرف دعوین بلا ضرورت صرف کئے جاتے ہیں اس کجبت کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور گردان جیسے جیسے اُسے جھک جھک کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور پھر کوئی معقول بات اس کی زبان سے نہیں نکلتی کسی نے سچ کہا ہے ”صرفیان را مغر باشد چون سخاں“ پھر اس بنصب کو پوسیدہ اور لاطائل فلسفہ کی چند کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جو اسے رہا سہا اور بھی بیکار کر دیتی ہیں اور پھر وہ آدمیوں میں بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا (۱۶) اس کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب کی ایک حکایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے ”بہی دینی علوم کی تعلیم اس کی حالت بھی بہت ہی خراب ہے نہ باقاعدہ امتحان

ہیں نہ جماعت بندی ہے اور نہ سلسلہ و تعلیم ہے جس جماعت میں مجھے حدیث پڑھنے کا فخر حاصل ہوا ہے اس میں اکیس طلبہ تھے۔ ان اکیس طلبہ میں صرف دو تین ایسے شخص تھے جو عربی عبارت پڑھ کے اس کا ٹوٹا ٹھوٹا مطلب سمجھ لیں باقی اور طلبہ ایک سطح بھی عربی کی پڑھ نہ سکتے تھے۔ وہی طالب علم جو صحیح فطاعت عربی پڑھتے تھے ہمیشہ قاری ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تحصیل پوری ہو گئی اور مولانا صاحب نے سب کو سندین عطا کر کے رخصت کر دیا۔ مولوی صاحب تو بون خوش تھے کہ ان کے



موقعہ پر حبیب تعلیم یافتہ بن جانا اور دوسرے اسی قسم کے مضامین جنگی بابت اس رسالہ میں بحث کی گئی ہو آیا یہ بے حد شرارت اور بے اعتدالیوں میں داخل ہون یا نہیں اور جن صد یا شہرہ رن کو آپ نے دیکھا ہو ان میں ایسے شخص کا کون نمبر ہو۔ اور جس کسی شخص کی ایسی حالت ہو آیا اس حالت سے یہ ثابت ہوتا ہو یا نہیں کہ وہ یکایک اہل پڑا ہو جس طرح سے چھوٹا ظرف زیادہ پانی سے چھلک جاتا ہو آیا اس قسم کی باتیں کرنے والے کو ہلکی ہلکی باتیں کرنے والے کہتے ہیں یا بالغ اور ہوشیار نیز اس قسم کے بیان میں کو روہ کارنگ ہو یا نہیں ہو اور کیا قابلیت اور لیاقت کے معیار بد لکر ایسے ہی ہو گئے ہیں کہ جب تک اس طرح سے رکابی مذہب انسان نہ بنے وہ قابل اور لائق نہیں سمجھا جاسکتا ہو؟

امید ہو کہ اس کا تم معقول جواب دو گے اور تمہارے جواب کی معقولیت پر کھتے کا انصاف میں ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں لیکن

## حیرت صاحب پھر سنو اور غور سے سنو

تم نے ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء کے اخبار میں حضرت اقدس کو لکھا ہو ”میری سنو میں تمہیں نیک اور سید ہمارا ساتھ دکھانے آیا ہوں“ اور پھر لکھا ہو جہاں تک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲ ہاں سے اتنے طلبہ سندے کے نکلتے ہیں اور طالب علم یون خوش تھے کہ پڑھے نہ لکھے اور فضیلت کی سند مل گئی نہ پھر جو دعویٰ میں موزعہ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء میں

ہم سے ہو سکیگا مرزا صاحب کو اور راست پر لانے کی کوشش کریں گے اور ایک حد تک اس رستہ سے بچاویں گے جو نجات جاوید کے لئے بہت خطرناک ہے اور پھر ۱۵ جون ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں لکھا ہے ”میری سنو اور غور سے سنو کہ ہمیں ہدایت کا رستہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگے“ اور پھر لکھا ہے ”تم اپنے حواس خمسہ کی اصلاح کرو اور اپنے کو زیادہ مت بہکاؤ تم پشیمان ہو گے اور تمہاری پشیمانی دائمی ہوگی“

اب حیرت صاحب میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تمہاری اس جو فرود گندم حالت کے مقابلہ میں جس کی بابت اس رسالہ میں بحث کی گئی ہے ایسے بڑے الفاظ ”نجات جاوید“ وغیرہ کا زبان پر لانا کیا یہ ثابت نہیں کرتا ہے کہ تم بہک گئے ہو اور حواس خمسہ کی اصلاح کی تکفیر ورت ہو اگر ایسا نہ کرو گے تو تم بہت پشیمان ہو گے اور تمہاری پشیمانی دائمی ہوگی۔ فاعلم یا اولی الا بصائر۔

## دوسری دلیل

اب میں حیرت صاحب کی مجددیت کی دوسری دلیل مرقومہ مقدمہ تفسیر صفحات ۶۸۶ و ۶۸۷ و منقولہ ر حاشیہ صفحات ۳۶ و ۳۷ رسالہ ہذا کی بابت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ سرسید کے مذہبی خیالات پر رائے دیتے ہوئے حیرت صاحب لکھتے ہیں ”دل۔ ڈارون۔ ملقص۔ کوٹی۔ ریکارڈس۔ ایم ٹی جونس کی تصانیف کو ایک یورپی فلاسفر سے سبقاً سبقاً پڑھا ہے“

بحث کر کے ناظرین کو حیرت صاحب کے وقائع و معارف کی کسی قدر بانگی دکھانی چاہتا ہوں ان وقائع کے متعلق اگر چاس رسالہ کے آئندہ حصوں میں مختلف مقامات پر پورے طور پر بحث کروں گا اور اسی حصہ کے صفحہ ۳۳ پر حیرت صاحب کے خیال اصریحی کبرام کے الہام کے متعلق ناظرین مشاہدہ ہی کر چکے ہیں غالباً وہ بیانات نیز حیرت صاحب کا مسیح مہمود اور مجدد ہونا اور پھر مجددیت انکار نیز انکامی ہونا اور پھر چھوٹے سے لیکر بڑے تک تمام مولویوں کا شاگرد ہونا اور یونانی فلاسفوں کی تلب کا کسی یونانی فلاسفر سے سبقت باقتضا یہ تمام باتیں بھی وقائع و معارف ہی میں شامل ہونگی جن پر گذشتہ صفحوں میں میں بحث کر چکا ہوں فی الحال مقدمہ تفسیر سے صرف ایک مضمون جواز سود کی بابت پیش کرتا ہوں جسے پڑھ کر میان حیرت کی مجذوبیت کی داد دینی چاہیے۔ نہایت ہی تلاش و خراش اور کھینچ تان کر کے اور بعض صحابہ اور مجتہدین پر تترے بازیاں کر کے اس مضمون میں میان حیرت نے سود کے جواز کو ثابت کیا ہے چنانچہ مقدمہ تفسیر کے صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں وہ سود کی خوفناک صورت جس طرح حکایتوں میں بیان ہوئی ہے اگرچہ شریعت نے اس کو اتنے مبالغہ سے بیان نہیں کیا ہے وہاں صرف حرام کا لفظ آیا ہے اور حرام چیز نہ ہرگز دائرہ اسلام سے خارج کر سکتی ہے اور نہ دائمی جہنم کا وارث بنا سکتی ہے تو بھی مسلمانوں میں اس سود نے وہ خوفناک رنگ اختیار کیا ہے کہ سخت تعجب ہوتا ہے..... سود خواروں کے مظالم دیکھ دیکھ کے ان کی پراپیوں کا مبالغہ

**حاشیہ:** حیرت صاحب شاہاش برہنہ اور آفرین ہر تہائے اس منطق پر اب کیا ہر خوب آزادی سے شریعت میں پورا علم خضر برائے خدا۔

مسلمانوں میں بڑھا گیا اور ہوتے ہوئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ شافع روزِ محشر کی شفاعت سے محروم کر دیا گیا۔ پھر صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے دو ایسا سود جس سے طریق کا کوئی نقصان نہ ہو اور تمدن میں بھی کچھ فرق نہ پڑے کبھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا ہے عام طور پر اس کا تسلیم کرنا آسان نہیں ہے چونکہ مسلمانوں کے دلوں میں سالہا سال سے ایک نفرت سود کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے اور وہ لفظ سود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس کے قبول کرنے میں چون و چرا کریں اگرچہ ان میں سود کا لین دین بکثرت رائج ہے تو بھی وہ زبان سے سود خواری کو جائز اور اپنے کو سود خوار کہلوانا کبھی پسند نہ کریں گے۔

بات اصل یہ ہے کہ قرآن مجید نے کہیں بھی ربو کی تعریف نہیں کی ہے اور نہ اس کی اصل حقیقت بیان کی ہے اس لئے فقہاء کو اس کی شرح کرنے میں سخت سخت مشکلات پیش آئی ہیں۔

اور یہ معاملہ ایسا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ عام عقول تو کیا خاص عقلیں بھی اس کے سمجھنے میں قاصر ہیں اور ابھی تک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کسی نے علیحدہ کر کے نہیں دکھایا یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ قرآن مجید میں بیع کے ساتھ ربو کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بیع حلال ہے اور ربو حرام ہے بظاہر مطلق سمجھ میں نہیں آتا کہ بیع کو ربو کے ساتھ کیا نسبت ہے کیونکہ قرآن نے دونوں کو ملا کے فرمایا ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کلام الہی کا اس میں بہت بڑا راز ہے اور اس راز کو وہی عقول سمجھ سکتے ہیں جو روح القدس کے فیضان سے فیضیاب ہو چکے ہیں اس راز کی دہمک

حاشیہ: حیرت صاحب کیونکہ شریعت کے رازوں کے پیچھے چلے ہو قوم پہلی پر سلسلہ تان



پہونچنے کے لئے بہت کوششیں کی گئی ہیں لیکن اس کا حل ابھی تک نہیں ہوا ہے  
یہی وجہ ہے کہ شریعت کا ایک بہت بڑا مسئلہ مسلم اور دوسرا غیر مسلم ہو اور سمجھ  
میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے اور آئندہ قوم پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اس کے  
بعد صفحہ ۲۶۱ سے فقہاء کی بحثوں پر رد و قبح شروع کر دی ہے۔ اور اپنے خیالات کی  
بابت یہ لکھا ہے کہ ”سود کی بحث میں علماء مفسرین کی رائے سے مینے مدد نہیں لی ہے  
کیونکہ میری رائے نئے انداز اور نئے پیرایہ کی ہوگی اور میں مجتہدانہ طور پر بحث کروں گا“  
اس موقع پر ناظرین غور کر لیں کہ مجتہدانہ بحث بھی ہو رہی ہے اور حیرت صاحب  
مجتہدی کے مدعی نہیں بھی ہیں جیسا کہ صفحہ ۳۹ پر ظاہر کیا گیا ہے اگر میان حیرت  
اس موقع پر یہ کہیں کہ مینے صرف مجتہدانہ بحث کی ہے دعویٰ نہیں کیا ہے تو یہ  
بھی غلط ہے اس لئے کہ متعدد مقامات پر دعویٰ بھی کر چکے ہیں جسے ہم ثابت  
کر سکتے ہیں۔

غرض طول طویل بحث کے بعد مقدمہ تفسیر کے صفحہ ۶۶ پر اس تمام بحث کا نتیجہ  
نکالا ہے وہ یہ ہے۔ ”یہ بات عجیب ترین ہے کہ حدیثیں صرف ابو سعید جدری نے ربو  
کے معاملہ میں بیان کی ہیں مشکل سے کوئی ایسی حدیث نکلے گی جس میں ابو سعید

صفحہ ۵۵

بقیہ حاشیہ درگور اور سلمانی در کتاب کی مصداق ہو چکی ہے جو کچھ کسر باقی ہے وہ تم پر کی  
کرنے کے درپہ ہوتا رہی روح القدس کی حقیقت بہت کچھ ظاہر ہو چکی ہے اب اس کے ذکر سے اپنی زبان و  
قلم کو روکو قبل اس کے کہ شریعت کے رازوں کی جستجو کرو خود اپنے ذاتی رازوں کے سلجھانے کی  
کوشش کرو جن کی بابت گذشتہ صفحوں میں بحث کی جا چکی ہے۔

خدری کا نام نہ ہو یہ ایک راز ہے جو سمجھ میں نہیں آتا وجہ کیا کہ صحیحین نے اور صحابہ کی احادیث کو اس کثرت سے بیان نہیں کیا جیسا انہوں نے ابوسعید خدری کی روایت کردہ احادیث کو درج کیا ہے سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کھلتی کہ صحابہ کا بہت بڑا گروہ معاملہ ربو میں خاموش ہے اور یہ خاموشی صرف اس وجہ سے ہے کہ قرآن مجید میں نہ صحیح احادیث میں انکی تفصیل و تشریح درج ہے سب سے زیادہ ابوسعید خدری نے اس میں حصہ لیا ہے اور یہ حصہ لینا صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ جماعت صحابہ کے خلائف یا کمعاظین خاص ایک مسلک اختیار کرنے والی تھی ممکن ہے کہ آپ نے خاص طور پر رسول کریم سے اطمینان کے قابل کوئی حدیث سن لی ہو مگر اس کثرت روایات پر بھی کوئی انقطاعی فیصلہ نہ کر سکے " اس کے بعد حیرت صاحب ایک حدیث

**حاشیہ علی حیرت خدا** اسکی وجہ صرف دو سمجھ میں آتی ہیں اول تو یہ کہ امام بخاری و مسلم کو یہ خبر نہ تھی کہ آپ جیسا سادات سند کھولیں پر نکتہ چینی کریگا ورنہ کچھ نہ کچھ اسکی وجہ بیان کر دیتے دوم یہ کہ جو مسلک اسباب سے میں آپ نے اختیار کیا ہے انکا وہ مذہب نہ تھا۔

اے میان حیرت خدا سے ڈرو جب کہ یہ امکان بھی مانتے ہو کہ رسول صلعم سے انہوں نے قابل اطمینان طور پر سن لیا ہو گا تو پھر یہ ہمتان یا نہ صنا کہ وہ علیحدہ مسلک اختیار کرنے والے ہیں کیسی حیرت کی بات ہے ایسی باتیں مفہ سے نکالتے ہوئے محض اپنے بے بنیاد خیال کی تائید کرنے کی غرض سے کیوں تمہارا دل نہیں ڈرتا۔

نقل کر کے لکھتے ہیں کہ داس حدیث سے اگرچہ ابن عباسؓ کا رجوع کرنا پایا جاتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اتنے بڑے جلیل القدر صحابی اپنی رائے اس مسئلہ میں ابوسعید خدری کے خلاف ضرور رکھتے تھے جو اس بات کی شہادت ہے کہ مسئلہ بوع کے بارے میں صحابہ مختلف الخیال تھے اسامہ بن زید ابن عباس ابن عمر کی تو یہی رائے تھی گو بعد ازاں ابن عباسؓ نے اپنی رائے کو واپس لے لیا۔ یہ خدا جانتا ہے کہ ابوسعید خدری کو صحیح حدیث ملی یا ابن عباس ابن عمر اور اسامہ بن زید کو ہم اسکا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب صحابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھا جڑنا ہے کوئی سپاہیانہ ہر جس سے ہم یہ جانچ سکیں کہ اسامہ بن زید کو غلط روایت پہونچی اور ابوسعید خدری کو صحیح۔ فقہانے ابوسعید کی روایت کردہ حدیث کو تسلیم کیا ہے اور اسامہ بن زید کی حدیث کو ناقابل اعتبار ٹھیکر یا ہے یہ انکی ذاتی رائے اور مذاق ہے ضرورت نہیں ہے کہ ہم ان کی رائے سے بلاوجہ ہم آہنگی کریں کوئی اصول اسلام ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم بالجبر ابوسعید کی روایت کردہ حدیث پر عمل کریں کیونکہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی سچے ہیں اور دوسرے نہیں اسرار الرجال ایک نا کافی اور قدیم زمانہ کا پیمانہ احادیث کی صحت اور غیر

**حاشیہ** جب اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا تو سابقہ رائے کا ذکر ہی کیا ہے

اور نہ معلوم اس زیادہ اور کس پیمانہ کی ضرورت ہے جب کہ ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی نے ابوسعیدؓ قول کو تسلیم کر لیا۔ آپ فقہانے ہم آہنگی کریں تو نہ کریں انہوں نے جہاں کہیں اس قسم کی بحث کی ہے وہاں ابوسعید کے اقوال کو ترجیح دینے کے وجوہات بھی بیان کئے ہیں۔

کے جانچنے کا ہر موجودہ زمانہ میں جب تحقیق کو زیادہ وسعت ہو گئی ہو اور خیالات میں فلسفہ و طبعیات کا رنگ پیدا ہو گیا ہو وہ پیمانہ کام نہیں دے سکتا۔ قدیم پیمانہ کی تو یہ کیفیت ہر اب جدید پیمانہ کوئی ہمارے پاس نہیں اس زمانہ کا کوئی شخص زندہ ہے۔ کہ اس سے فیصلہ کریں کہ ابو سعید کس پائے کے تھے اور کیا ایسے اہم مسئلہ کو سوائے اُنکے رسول کریمؐ نے کسی کے آگے بیان ہی نہیں کیا تھا۔

اس کے بعد صفحہ ۶۸۶ و ۶۸۷ پر حیرت صاحب نے اپنے امی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اس عبارت کو میں رسالہ صفحہ ۶۸۶ پر نقل کر کے بحث کر چکا ہوں۔

یہ ہیں حیرت صاحب کے وقائع و معارف جو کسی قدر میں بیان کئے ہیں سود کی نسبت جہاں تک دیکھا جاتا ہو عام رواج زور شور سے ہوتا جاتا ہو حالانکہ اس کی سخت مخالفت ہے یہاں تک فرمایا گیا ہو کہ سود کے دینے والے۔ لینے والے اور گواہوں اور کاتب پر لعنت ہو مگر پھر بھی ریا کا استعمال اس کثرت سے ہو گیا ہو کہ جس کا بیان نہیں کیا جاسکتا ہو ابو داؤد اور ابی کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہو کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی بھی ریا کھانے سے نہ بچے گا اور کوئی نہ بھی کھاتا ہو گا تو بھی اس کا بخار تو اس کو ضرور پہونچے گا۔ یہ حدیث جو بطور پیشگوئی بیان ہوئی ہو۔ بالکل صادق ہو چکی ہو جس کے دل میں ذرا بھی کلام خدا اور رسول کی عظمت باقی ہو گی وہ ضرور سود کے متعلق فریاد احتیاط سے کام لے گا نہ ہو کہ اپنے لغو اور بیہودہ خیالات اور اغراض کی تائید میں بچائے فقہوں اور محدثین پر تبرہ بادی اور لعنہ میں کہ سود کا جواز ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش کرے گا۔ ناظرین حیرت صفا سے



واقف و معارف کی کسی قدر باہمی ملاحظہ فرما چکے ہیں تمام مقدمہ تفسیری قسم کی قسم سے بہرا پڑا ہے۔

## تیسری دلیل

اب میں حیرت صاحب کی مجددیت کی تیسری دلیل پر توجہ کر کے ان کے اس دعوے کے متعلق بحث کرتا ہوں کہ وہ بقول خود مختصرون کے جو بات دینے کی واسطے چنے گئے ہیں اس فہم کے نظائر حیرتی تصانیف میں بے تعداد موجود ہیں جو ان کی پورے طور پر قلعی کھولتے ہیں اور جن سے مخالفین تو درکنار ایک عقیدت مند مسلمان بھی حیرت صاحب کی طرح سے حیران و پریشان رہ جاتا ہے میں اس وقت صرف ایک ہی نظر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جو سیرت الرسول سے نقل کروں گا اس کتاب پر بھی حیرت صاحب کو مقدمہ تفسیر کی طرح سے بہت کچھ ناز ہوا ہے کہ اول تو یہ انکی سابقہ تصنیف سیرۃ محمدیہ کی ناسخ یا اس کی تکمیل کرنے والی ہے

اور حیرت صاحب کے اپنے ہی بیان کے موافق جو خرابیاں اور کوتاہیاں سابقہ کتاب میں باقی رہ گئی تھیں ان کو سیرۃ الرسول کے ذریعہ پورا کیا ہے دوم اس کتاب کی بابت صفحہ ۱۶ اور ۱۷ پر مفصل ذیل الفاظ میں حیرت صاحب نے دعویٰ کیا ہے۔  
”روح القدس کی تائید اور خداوند تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر واقعہ آنکھوں سے (سچا کر کے) مشاہدہ کرادوونگا۔ اسکی قوت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت فرمائی ہے“ حیرت صاحب نے اپنی طرزِ تحریر و تحقیقات

کی بابت اسی قسم کی دعاوی اس کتاب کے ابتدائی صفحوں میں کئے ہیں جنہیں پڑھکر خواہ مخواہ بیخیال ہوتا ہے کہ ضرور ہر واقعہ کو حیرت صاحب نے انتہا درجہ تحقیق و تفتیش کے بعد لکھا ہوگا۔ لیکن ہمیں اس بات کا افسوس ہوتا ہے کہ حیرت صاحب جب روح القدس کا تصور یا کسی بھی تصور اور خود ساختہ بت کا دھیان کر کے اور آنکھیں بند کر کے لکھنے بیٹھتے ہیں تو ان کو سراور پیر کی کچھ بھی خبر نہیں رہتی۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اب جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اس سے اپنی ہی ساختہ پرداختہ کی تردید تو نہیں ہوتی ہے مثلاً حیرت صاحب نے سیرۃ الرسول کے صفحہ ۱۱ پر میور کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جو اس نے زید کی بابت کیا ہے جو کچھ لکھا ہے وہ حاشیہ پر درج ہے۔

**حاشیہ** اس بیان سے بیہوشی کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضور سرکائنات نے نصرانی عقائد کا حکم زید سے حاصل کیا تھا یہ خیالی پلاؤ جو عیسائی مورخوں نے پکایا ان کی محض فاحشیالی ہے زید کے عالم ہونے کی نسبت کسی مسلمان مورخ نے اشارہ تک نہیں کیا نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی طے کے قبیلہ میں علوم کا اس قدر عروج تھا کہ معمولی چھوکرے بھی عالم بن جاتے تھے۔ مسلمان جو اپنے مادی برحق کو اُمتی کہتے ہیں عیسائی اس سے برا فروختہ ہیں اور وہ اسی کے متعلق بہت کچھ الٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں مگر کوئی بات ان کی چلتی نہیں۔ اس قسم کی باتیں بازار میں گئیں ہیں جنہیں واقعات سے کچھ تعلق نہیں ہے ایک بات یہ بھی دیکھنے کی ہے کہ اس زمانہ میں مذمتیوں کی اشاعت کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ باقاعدہ کوئی تعلیم گاہ تھی بھلا یہ کیوں نہ ہو سکتا ہے کہ ایک وحشی قبیلہ کا بچہ بچہ اب تعلیم یافتہ ہو کہ وہ دوسروں کو سکھائے۔ اس زمانہ میں حالانکہ تعلیم کا پورا عروج ہے اور اشاعت اناجیل کی یہ کیفیت ہے کہ عیسائیوں کے ماتحتوں سے گذر کے ہزاروں کی دوکانوں میں اُٹکے دھیر گئے ہوئے

یہ حیرت صاحب کی اصل عبارت جو ہم نے اصل کتاب سے نقل کر دی ہو غالب اس سے ناظرین میو صاحب کے اعتراض اور حیرت صاحب کے جواب کو بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے ہونگے۔ خیال کیا جاسکتا ہے کہ حیرت صاحب کے پاس پادری کا اعتراض دور کرنے کے واسطے اور تھا ہی کیا سوائے اس کے کہ زید کو جاہل مطلق بنا کر ایک پہلو سے اپنے بیانات کی تائید کر کے اسکو تقویت دے دیوں لیکن حیرت صاحب کو اپنی تحریکی دوڑ میں صرف عالی دماغی کی بات کی اور قلم کا زور دکھانا ہوتا ہے کہ عبارت ضرور پر شوکت ہو واقعات کا خواہ کیسا ہی خون کیوں نہ ہو جائے چنانچہ اسی کتاب میں جہان مذکورہ بالا بیان حیرت صاحب نے لکھا ہے اس سے پچاس ہی صفحہ آگے چل کر ان کو اپنے یہ بیانات یاد نہ رہے اور اس لئے یاد نہ رہے کہ دوسرا واقعہ زید کی بابت بیان کرنے کا وہ تھا جہاں وہ رسول صلعم پر ایمان لائے تھے اب ظاہر ہے کہ اس موقع پر حیرت صاحب کی محنت اسی حالت میں پر زور اور پر شوکت ہو سکتی تھی کہ جب زید کو فاضل اجل ثابت کیا جاتا چنانچہ صفحہ ۱۶۹ پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے حاشیہ پر بد یہ ناظرین بخیر

**بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱** ہیں اور ان کی پڑیاں بندھتی ہیں کوئی کر شان ہمیں ایسا آج تک نظر نہیں آیا جسکو اناجیل پر پورا عبور ہو اور وہ کل عقائد مسیحیت کسی کو تعلیم کر سکے۔ اس پر نگرنے تو بہت زور مارا لیکن بچا بہ ثابت نہ کر سکا کہ فرزد جہان کا معلم زید غلام تھا۔ سیرۃ الرسول صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹

**حاشیہ ہذا** حضرت علی اکرم اللہ وجہہ کے بعد زید بن حارثہ ایمان لایا۔ اور یہ وہی آزاد کردہ غلام تھا جسکی بابت پچھلے صفحوں میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ زید کا ایمان لانا بھی حضور انور

ناظرین کو چاہئے کہ زید کی بابت حیرت صاحب کے وہ بیانات جو ہم نے خطوط کے نیچے اس صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱ کے تحت لکھے ہیں انکو مذکورہ بالا فقرات سے جو خطوط کے نیچے لکھے گئے ہیں ملا کر پڑھیں اور پھر حیرت کے اس دعوے کی داد دیں کہ وہ مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے چنے گئے ہیں۔

اگر میرے قیدی دوست حیرت صاحب اقل تو تمہارے بیان کے موافق کسی مسلمان مومن نے زید کے عالم ہونے کی بابت اشارہ تک بھی نہیں کیا ہے۔ اور وہ بنی طے کے قبیلہ کا ایک چھوٹا تھا اور کوئی ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ اس قبیلہ کے چھوٹے بھی پڑھے لکھے ہوں لیکن تھوڑے سے ہی انار چڑھاؤ پر پچاس ہی صفحہ کے بعد جھٹ زید کو تم نے پڑھا لکھا بھی ثابت کر دیا۔ مذہب نصاریٰ سے پورا واقف اور انجیل و تورات کا فاضل بیان کر دیا۔ اب تم خود ہی خیال کرو کہ اگر تمہارے ان دونوں بیانات کو وہ لوگ پڑھیں جن کے اعتراضات کا تم نے جواب دیا ہے تو وہ تمہاری دماغی قابلیت اور مجددیت کی کس قدر داد دیں اور تمہارے تحریر سے کیا نتیجہ نکالیں ہماری رائے میں تم ان دونوں متضاد بیانات کے ہرگز ہرگز تطبیق نہیں کر سکتے ہو البتہ تمہارا صرف ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲

حضور انور کی خدمت میں رہتا تھا اور خود پڑھا لکھا بھی تھا اسے مذہب نصاریٰ سے پوری واقفیت

تھی اور وہ انجیل و تورات کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا ایسے شخص کا ایمان لے آنا جو اندرونی معاشرت سے واقف بھی ہو اور زمانہ کے مطابق پڑھا لکھا بھی ہو صدق دلی سے بہت بڑی بات ہو مگر اگر کوئی



جواب درست ہو سکتا ہے جسکے تسلیم کرنے میں کسی سلیم العقل کو کچھ چون و چرا کی گنجائش  
 باقی نہیں رہ سکتی ہے کیونکہ وہ جواب تمہاری طرف سے دراصل بے نظیر اور لا جواب  
 ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے اگر تم یہ کہدو کہ جس حالت میں خود اپنی ہی بابت میں اکثر  
 شش و پنج اور تردد میں رہتا ہوں کہ آیا میں تعلیم سبقاً سبقاً پائی ہے اور مولویوں کے  
 آگے زانوئے شاگردی طے کیا ہے یا اسکے برخلاف میں جاہل مطلق ہوں کسی مولوی  
 کی شاگردی نہیں کی ہے اور کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں صرف اپنا نام محمد فاضل رکھ لیا  
 ہے جبکہ میری واقفیت خاص اپنی بابت ایسی ہے تو اگر میں نے زید کی بابت ایسے متضام  
 اور متناقض سیانات نکھدئے ہیں اس حالت میں کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ کہہ چنیا  
 کرنے بیٹھ جائے یہ جواب دراصل حیرت صاحب کی طرف سے ایسا بے نظیر  
 ہو سکتا ہے جس پر سوائے تسلیم خم کرنے کے اس پر رو قدح کرنی ہوتا  
 نادانی میں داخل ہے لیکن ناظرین اس سے یہ ضرورتاً نتیجہ نکالیں گے کہ حمایت اسلام  
 کے تمہارے دعوے دراصل خود اسلام پر حملے کرنے ہیں اور جب تم آنکھیں  
 بند کر کے کھنے بیٹھتے ہو تو سر اور پیر کی کچھ خبر نہیں رہتی نہ ٹکوکھائی دکھائی دیتی ہے  
 نہ کنواں اور اوندھے منہ گر پڑتے ہو۔ امید ہے کہ اس ایک ہی نظیر سے ناظرین  
 حیرت صاحب کی طرز جواب کا اندازہ کر سکتے ہیں جو وہ مخالفین کو دیتے ہیں  
 اور جس کے واسطے وہ چنے گئے ہیں۔

# چوتھی دلیل

اب میں چوتھی بات یعنی حیرت صاحب کے خواب کی بابت جسے صفحہ ۳۴ پر نقل کر چکا ہوں اور جسے بار بار بیان کر کے حیرت صاحبیت بہک گئے ہیں سرسری نظر ڈالنی چاہتا ہوں اگر تیسرے بھی کر لیا جائے کہ کبھی رسول صلعم کو حیرت صاحب نے خواب میں دیکھا تھا۔ تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدرت نے اپنی برکات کی مختصر سی جھلک حیرت صاحب کو اس صلعم میں دکھائی تھی جو انہوں نے سید امیر علی اور سید وغیرہ کی تصانیف سے مضامین اخذ کر کے (جسکا سیرۃ محمدیہ کے صفحہ ۹ پر اقرار کیا ہے) سیرۃ محمدیہ کو اردو میں شائع کرنے میں تکلیف اٹھائی تھی لیکن چونکہ مامورین امد کی فحاشی اور عداوت کا بدنامی ان کی قسمت کی پیشانی پر اندل سے لگا ہوا تھا اس لئے بعد اس پہلو پر ساری نعمتوں سے محروم ہے اور آخر کار ان کی حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ نفس وجود الہام سے انکار کر کے صحابہ کرام پر بھی الہام الہیہ سے محرومی کا الزام لگا دیا جنکی بابت اولیاء امد کے مشاہدات اور تجربات سے دفتر بھرے پئے ہیں جو اس قدر حد تو ان کو پہنچ گئے ہیں کہ ان سے سوائے ضدی اور ہٹ دھرم کے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے جو اگر زمانہ نبوی صلعم میں بھی ہوتا تو اس کا حشر غالباً ابوہل کے ساتھ ہی ہوتا جس نے اپنی ضد اور ہٹ کے مقابلہ میں کسی بات پر خواہ وہ کیسی ہی معقول اور راحت بخش تھی ذرا کان نہ دھرنے اور توجہ نہ کی۔

اس خواب کی بابت سنوالی یہ ہوتا ہے کہ جس رنگ آمیزی اور عبارت آرائی سے

حیرت صاحب نے یہ خواب مقدمہ تفسیر میں لکھا ہے اگر اسے اسی طرز اور انداز سے دیکھا تو مقدمہ تفسیر کی تصنیف سے کئی برس پہلے سیرۃ محمدیہ میں بھی اسی طرح سے لکھا جاتا لیکن اس وقت حیرت صاحب کو اس قدر موجود نہ ہوئی جو سیرۃ محمدیہ میں بھی یہ بیان کرتے کہ درمیری صورت دیکھتے ہی پاس بیٹھا لیا سر ہر ماتھے پھیرا اور برکت دی آنکھ کھلتے ہی ٹٹے ٹٹے غوا مض اور گھرے گھرے نکات خود بخود حل ہونے لگے اور شرع محمدی کا راز صاف عیان ہو گیا، اس قدر عبارت آرائی کے بجائے سیرۃ محمدیہ کے صفحہ ۸ پر اس خواب کو بالکل معمولی طور پر مفصلہ ذیل الفاظ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کی مدیۃ منورہ میں زیارت کی جس سے میری محنت وصول ہو گئی اور مجھے پورا صلہ مل گیا کہ اس کام کو (یعنی سیرۃ محمدیہ کی تحریر کو) انجام کو پہونچایا، اگر یہ خواب دراصل اسی طرح سے دیکھا ہوتا جس طرح سے مقدمہ تفسیر میں لکھا گیا ہو تو ان تمام واقعات کے بیان کرنے کے لئے سیرۃ محمدیہ کی تصنیف کی وقت کوئی روک نہ تھی لیکن اس خواب کے دیکھنے سے برسوں بعد جس قدر شرع محمدی کے رازوں کا تجسس ہوتا گیا اسی طرح سے اس خواب میں بھی رنگ آمیزی کا خیال بڑھا اور انجام کار اس حد تک پہونچ گیا۔

مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ایک اور بات بھی غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سے آج کل لوگوں کی خیریتیں افراط و تفریط پر مبنی ہو گئی ہیں اور چھوٹے خوابات کی طرز پر ناموں کے پیروی میں مختلف رسائل شائع ہو چکے ہیں اور روایتی صداقہ اور خدا کا کیا کیا اور کس کس قسم کے رویا ان کا نام رکھا ہو ناول نویسی کی عادت کی وجہ سے حیرت صاحب نے بھی ۸ اپریل ۱۹۰۱ء کے کزن گزٹ سے میرا خواب کی سرخی

سے ایک طول طویل خواب ناول کی طرز پر لکھنا شروع کیا تھا یہ خواب چونکہ ۸ اپریل ۱۹۰۱ء سے حیرت صاحب نے شائع کرنا شروع کیا تھا اسلئے اغلب یہ کہ اپریل ۱۹۰۱ء کی شب سے انہوں نے اسے دیکھنا شروع کیا ہوگا اور ۱۵ ستمبر ۱۹۰۱ء یعنی سوا پانچ ماہ تک بلا ناغہ دیکھتے اور درج اخبار کرتے رہے چونکہ گرزن گزٹ ہفتہ وار ہوا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خواب بھی ہفتہ وار ہی دیکھا ہوگا۔ یا تھوڑا تھوڑا ہر روز دیکھتے رہے ہونگے۔

بہر حال ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء کو حیرت صاحب کا خیال کسی اور طرف یکایک منتقل ہو گیا اور یہ خواب درمیان ہی میں چھوڑ دیا گیا۔

اب جبکہ حیرت صاحب کے خیالات کی کیفیت خوابات کی بابت ایسی ناگفتہ بہ رہی تو اس خواب کی اصل حقیقت یا رنگ آمیزی کی بابت جس کا راگ حیرت صاحب وقتاً فوقتاً لگاتے رہتے ہیں ناظرین خود خیال کر سکتے ہیں یہ بدیہی بائین ہیں۔ اور خود حیرت صاحب کے قول کے موافق بیادریات اور مشاہدات کا انکار قیامت تک نہیں ہو سکتا ہی سہا روز و راجا جیسے لاکھ ایڑیاں رگڑی جاویں مگر مشاہدات کا منکر مجنون ہی کہلاتا ہے گا دیکھو مقدمہ تفسیر صفحہ ۳۳۹۔ اب ہم یہ دیکھنے کے منتظر ہیں کہ حیرت صاحب ہمارے ان بیانات سے کس قدر فائدہ اٹھاتے اور اپنی غلط کاریوں سے رجوع کرتے ہیں یا اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں۔

شعر

ہر یکے ناصح برائی دیگران  
مین حیرت صاحب سے یہ دریافت کر کے ان کے جواب کی مغفولیت کو ناظرین



کے حوالہ کرتا ہوں کہ آیا آپ اس حدیث کے مصداق ہو چکے ہیں یا ابھی کچھ کسرا باقی ہے۔  
من عادی لہ فیما قد اذنتہ الخرب یعنی جو میری دینی سے عداوت کرے میں نے اُس سے  
لڑائی کا اعلان فرما دیا۔

آخر میں یہ ظاہر کر دینا بھی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے حیرت صاحب کی تعلیمی اور  
دوسرے حالات سے پوری پوری واقفیت ہو لیکن اپنی ذاتی واقفیت سے میں نے اس  
لئے کام نہیں لیا ہے کہ میں جتنی المقدور تمام بحث القطاعی طور پر کرنی چاہتا ہوں۔

ناظرین کے واسطے جو بطور ثالث ہیں اس قسم کی بحث جو ذاتی واقفیت کی بنا پر کجا و  
قابل طینان نہیں ہو سکتی کیونکہ میرے بیانات کی صداقت اور غیر صداقت کو جانچنے  
کے واسطے کوئی معیار نہیں ہے اس وجہ سے میںے جا بجا حیرت صاحب کے اقوال نقل کر کے  
ان کا حوالہ بھی ضرور دیدیا ہے تاکہ ناظرین کو ہر معاملہ میں قطعی رائے قائم کرنے کا موقع  
مل سکے اور ہر ایک شخص حوالجات کے ذریعہ سے اصل تحریرات کو پڑھ کر اپنا طینان لے لے  
حیرت صاحب کے اصل نکتہ چینیوں کا جواب دینے سے پہلے جو بحث میںے اوپر کی ہے اور  
اس میں انکی جس قدر خوبیاں اور صفات عمدہ انکی کی تحریرات کے موافق بیان کی گئی  
ہیں امید ہے کہ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد منصف ناظرین کو ہرے یہ سوال کرنے کا موقع  
نہ ہے گا۔ عیب باجملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔

ممکن ہے کہ میان حیرت کی نکتہ چینیوں کا جواب دیتے ہوئے کسی جگہ الزامی جواب دینے  
کی بھی ضرورت پڑ جائے اور اسوقت انکا کوئی عیب ظاہر ہو جائے اس لئے بطور  
خلاصہ ہم ان کی خوبوں کو جو گذشتہ صفحوں میں بیان کی گئی ہیں ایک دفعہ پھر علیہ  
علیہ دو کالموں میں بیان کر دیتے ہیں تاکہ ہر ایک شخص صفائی سے حیرت کی صفات کو آگاہ ہو جاوے

# زیرین کالم

# تاریک کالم

یہ درپڑی الہام ربانی کی تعلیم اور فیصلہ کے موافق حیرت صاحب مسیح معبود ہیں مولیٰ کریم کا قاعدہ ہے کہ ہر صدی میں وہ ایک شخص کو چن لیتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔ یعنی جو غلط خیالات اور ادام باطلہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ ان کی اصلاح کرتا ہے اس صدی میں اس نے حیرت صاحب کو چنا ہے اس بات سے وہ لوگ چوکیں گے جنہوں نے مدت سے ان تعلقات پر غور و خوض کرنا ترک کر دیا ہے جو عباد اور معبود میں برقرار چلے آتے ہیں اور جو بیوقوف بھڑونکی طرح اسی ٹیبا پر پڑے ہیں جس پر لوگ کے ملے جاتے ہیں مگر جن کے قلوب تجلیات ربانی سے منور ہیں وہ حیرت کی باتوں پر یقین کریں گے۔ حیرت صاحب کے مجدد ہونے کو سبب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ

حیرت صاحب کے الہام تخلیقات ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی تقلید سے انہوں نے رواج دیئے کیونکہ رسول صلعم کے زمانہ محمودین کوئی صحابی صاحب الہام نہ تھا۔ مرزا صاحب قادیانی کے بعض تافہم مدینوں نے یہ حیرت انگیز بات اڑا دی ہے کہ حیرت صاحب عنقریب کچھ بننے والے ہیں ایسے خیالات لغو اور یہودہ نیز حضور نور کی سچی اطاعت اور محبت سے بے بہرہ کرنے والے ہیں اور حیرت صاحب کے نزدیک اس قسم کے مدعی بذصیب ہیں اور جو لوگ حیرت صاحب کی بابت ایسے خیالات رکھتے ہیں ان کے خیالات بے سرو پا ہیں حیرت صاحب اگر جمیع یا مجتہد یا امام ہونے کا دعویٰ کرتے تو سال دو سال میں دو تین لاکھ آسانی سے ان کے مرید ہو جاتے۔

انہوں نے کبھی کسی مولوی کے آگے زانوئے شاگردی طے نہیں کیا ہر کبھی ایک لفظ بھی عربی فارسی اور انگریزی کا نہیں پڑنا ہر وقت دو نحوہ فلسفہ اور منطق پڑھی ہر اور ان کو فخیزی کہ امی ہونے کا پر تو کچھ نہ کچھ ان پر پڑا ہر	حیرت حنائی نے عربی کی کتب سبقاً سبقاً پڑھی ہیں اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ مولویوں کی صحبت میں بسر کیا ہر جن جماعت میں ان کو علم حدیث پڑھنے کا فخر حاصل ہوا ہر ایمین طلبہ تھو مل - ڈالون میتھس کو مٹی ریکارڈس ایم ڈی جونس جیسے فلاسفہ و فنی تصانیف ایک یورپی فلاسفر سے سبقاً سبقاً پڑھی ہیں یہ وغیرہ وغیرہ
---	--

یہ ہیں حیرت صاحب کی خوبیاں جسے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ احمدی جماعت  
ان خوبیوں پر سزا پر دو ڈالے مگر آفتاب کی روشنی کئی پردہ پڑنے پر بھی چمک رہی  
جاتی ہر اپنی ان خوبیوں کے مقابلہ میں حیرت صاحب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آج  
جماعت کو خطاب کر کے فرمائیں -

گر نہ بیند روز شہر چشم - چشمہ آفتاب را چہ گناہ

کر مک پر وانہ را چون موت می آید فراز - محی قند بر شمع سوزان از دم شوخی و ناز

میں اس رسالہ کے ابتدائی حصہ کو اس زمانہ سے شروع کیا ہے جب حضرت  
اقدس <sup>۱۸۹۱</sup> میں دہلی تشریف لائے تھے اور حیرت صاحب نے بالمقابل  
مسح محمود ہونے کا اظہار کیا تھا اور چونکہ گزن گزٹ مورخہ ۲۳ مئی اور یکم و  
۸ ستمبر ۱۹۰۲ء میں حیرت صاحب نے حضرت اقدس کے دہلی تشریف آوری کا  
تذکرہ کیا ہے اس لئے مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۱۹۰۱ء کے واقعات

کی بابت جو کچھ حیرت صاحب نے نکتہ چینیاں کی ہیں ان پر اسی پہلے حصہ میں بحث کر کے نئی نکتہ چینیاں کو ان سابقہ واقعات سے بالکل علیحدہ رکھا جائے۔

ان مضامین پر بطور قولہ و اقول بحث کرونگا تاکہ حیرت صاحب کی تمام نکتہ چینیاں کجا جواب ہو جائے اور ناظرین کو بھی اعتراض کی حقیقت اور جواب کی طرز اور نوعیت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

حیرت صاحب کے ۲۳ مئی کے مضمون کا سلسلہ ۱۵ مئی کے اخبار سے شروع ہوا ہے جو انہوں نے بطور عدد و ظاہر ہو کر حضرت اقدس کو نصیحتیں کرنی شروع کی ہیں اپنے جوابات کا سلسلہ میں اسی جگہ سے شروع کرتا ہوں۔

قولہ۔ پہلی نصیحت مشن میں کامیاب ہونے کے لئے انہیں استقلال اور دلیری کی ضرورت ہے وہ بعض موقعوں پر کچھ ایسے خائف ہو جاتے ہیں کہ انکے آئندہ مقاصد پر پانی پھر جاتا ہے۔

اقول۔ مرزا صاحب کے استقلال کی بابت مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے تم نے خود ان اپنی مضامین کے شروع میں ان کی مختلف پریشانیوں وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ مرزا صاحب ہی کچھ ایسے دل گرے کے آدمی ہیں کہ باوجود اس قدر پریشانیوں کے اپنی جگہ پر قائم ہیں وہ بیانات لکھنے کے بعد اب استقلال کی ضرورت کا بیان کرتا اگر حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اب رہی دوسری بات یعنی ان کا خائف ہونا جو آپ کو نظر آتا ہے اگر شاید ایسا ہو بھی تو وہ رسول صلعم سے ورثہ میں پہونچا ہو گا اور اسی قسم کا ہو گا جس کی بابت تم نے سیرۃ محمدیہ صفحہ ۲۲۹ پر لکھا ہے ”مجھ کے دلیر خود بخود یہ خوف طاری ہوا کہ میرے لئے



یہ سامان ہو رہا ہے وہ اپنی قوم کی بدکرداری سے واقف تھا اور لگے تیور چپا تھا  
اس کا دل بیدار رہتا تھا۔

خود بخود حضرت موسیٰ کی طرح جب اس پر اس کے دشمنوں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا  
تھا آگاہ ہو گیا تھا۔

**حاشیہ**۔ ناظرین کو اس عبارت کا نظر بیان ہے ادباً اور گستاخانہ معلوم ہو گا  
اور غالباً اس سے رنج بھی ہوئے گا لیکن میں حیرت صاحب کی عبارت سے بہت نقل کی ہے نقل کفر پر  
اس سے ان دلی تعلقات کا بخوبی پتہ لگتا ہے جو حیرت صاحب کو رسول صلعم سے ہی اس تمام کتاب  
سیرۃ محمدیہ میں اس حیرت نے رسول صلعم کے لئے تعظیمی الفاظ استعمال کرنے کے معلوم ہوتا  
ہے کہ قسم کھائی ہے اور نہایت بے ادبانہ طرز اختیار کیا ہے تاکہ ناظرین کو میرے بیان کی تصدیق ہو جا  
کسی قدر جملے اس کتاب کے اور نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں، محمد جو کچھ کہتا ہے اس کا بیان صحیح ہے  
محمد بھی ہم جیسا انسان تھا۔ محمد عظیم درجہ اربعین مبتلا تھا۔ محمد اپنی جگہ سے نہ ڈنگایا۔ وہ بھڑکتے ہوئے  
الفاظ میں نبیوں کی برائی کرتا تھا۔ اس کے اسپچ سے لوگ بھڑک اٹھے۔ محمد انکی فکر میں مشغول  
تھا۔ محمد حبیب انسان ہوا تو جو کیفیات انسانیہ کہ فطرت انسانی کو لازم ہیں وہ سب محمد کو بھی لازم  
تھیں یہ انسانی کمزوری کا جذبہ تھا جو محمد کی زبان سے نکل گیا۔ جب اسکی شہرت ہوئی کہ محمد  
لات و عزی کو بنا دئی بتاتا ہے۔ محمد خدا کے رحم کا طلبگار ہوا محمد ہی کہتا رہا کہ میں تم میں اتفاق  
کرنے آیا ہوں۔ محمد خدا نہ تھا۔ ان تھا۔ محمد کیسا اپنے کو بے لیس سمجھتا تھا۔ اسے جو کچھ چاہا  
خدا سے چاہا۔ محمد کو اس کے ارادہ میں کامیاب ہونے دیں گے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ محمد جو کہتا  
ہے صحیح ہے۔ محمد اس رستہ سے بچائے گا۔ محمد اپنی اس ناکامی پر خاموش ہو رہے۔ محمد کو اپنے  
ارادہ میں ناکامیابی ہوئی۔ وہ اپنی برہمچیوں کو محمد کے گلیہ میں چھونک دیں۔ (توبہ تو یہ نقل کفر

میان حیرت دیکھا رسول صلعم کے لئے بھی تم خوف تجویز کر چکے ہو اگر اسی قسم کا خوف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲۔ کفر نباشد یہ فقرات صرف ۱۲ صفحوں سے لیکر لکھے گئے

ہیں ورنہ تمام کتاب اسی طرح کے کلام سے بھری پڑی ہو اب میں خود حیرت صاحب سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ جس شخص کی یہ حالت ہو کیا اس کی بابت یہ گمان کیا جاسکتا ہو کہ اسکے دل میں سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو۔ میں یہ قسم کیتا ہوں کہ حیرت صاحب کی اس کتاب میں ڈھائی ہزار سے زیادہ مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا ہے لیکن صلی اللہ علیہ وسلم صرف پچاس کے قریب موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ غالباً حیرت صاحب تو اپنی اس طرز فکر کو بھی واقف و معارف میں ہی شمار کرتے ہوں گے۔ اس موقع پر ایک یہ بات قابل غور ہے کہ

میان حیرت نے سیرۃ محمدیہ کے شروع میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے انہیں کچھ ہوش آگیا تھا اسکے صفحہ ۷ پر اپنی اس طرز بیان کی لغویت کا عذر ان الفاظ میں کیا ہے ”میں نے بعض مقامات پر اپنے آقائے نامدار حضرت مولانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صیغہ واحد میں لکھا ہے۔“

جس وقت ایک راسخ الاعتقاد ملا دیکھے گا ضرور مصنف کو بے ادب اور گستاخ کے گا اور حقیقت میں بغیر وجوہات قائم کئے بات بھی گستاخی اور بے ادبی کی ہے مگر جس نظر سے میں نے یہ دلیری کی ہے وہ سچی دلی پر جوش جذبہ کی حالت میں بے اختیار کی صورت میں قلم سے ایسا سوزد ہو گیا جب میں نے مختلف عربی تاریخوں اور حدیثوں اور احادیث کی مقدس کتابوں میں مضامین جمع کرنے کے لئے نوٹ کئے تو آپ کی عالی شان بزرگی اور عظمت کا وہ اثر ہوا کہ میل دل یہ کہنے لگا بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اس بے مثال جو شیئہ اترنے ترقی کی اور صفات طور پر کھل گیا کہ

کبھی مرزا صاحب کو ہوا ہو گا تو واقعی طور پر ہم اس کو یہی سمجھیں گے کہ وہ رسول صلعم

**صفحہ ۱۲** بقیہ حاشیہ ۱۲ کہ خدا اور رسول کی یہی دو برتر ذات ہیں جو صیغہ واحد سے پکارے جانے کی مستحق ہیں یعنی جس سے ہم اپنے برتر حقیقی خالق کو صیغہ واحد سے پکارتے ہیں اور ذرا بھی گستاخی اور بے ادبی ہمیں خیال کرتے اسی پہلو سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پکارا جائے۔

حیرت صاحب کے اس بیہودہ اور نہایت ہی نامعقول عذر کو پڑھ کر مجھے کسی کا یہ مقولہ یاد آتا ہے۔ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ اور اس مقولہ کی صداقت پر حیرت صاحب پیسہ اخبار کی مخالفت میں ایک طویل مضمون کو زن گزٹ میں لکھ چکے ہیں اسلئے وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے ہیں اس عذر کے بدتر از گناہ ہونے کا ثبوت حیرت صاحب کی اسی کتاب سے ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حامی آدمیوں اور کفار وغیرہ کے ذکر اذکار کو نظر انداز کر کے ان بزرگوں کی بابت جس کا نام اسلامی دنیا میں ادب اور تعظیم سے لیا جاتا ہے جو بیانات اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی بالکل اسی طرح پرادائے ہیں جس طرح سے رسول اللہ صلعم کے متعلق لکھے ہیں چنانچہ

**نظر اول** صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے کہ قریشیوں کا بڑا معاون عمر مسلمان ہو گیا تھا۔  
**نظر دوم** صفحہ ۲۱۹ پر روایت ہے ہمیشہ اس کے لئے امیدوار ڈھارس کا فرشتہ بنی رہی۔  
**نظر سوم** صفحہ ۲۳۳ پر حضرت علی بھی اگر مل گئے یہ باوقار جان نثار چھپ چھپا کر مکر سے بھاگا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا دن کو کہیں چھپا رہتا تھا شب کو رستے طے کرتا تھا کہ خوف تھا کہ کوئی دیکھ لے گا اور قتل کر دے گا مگر خدا نے بچا دیا اور اپنے پیارے نبی سے اگر مل گیا۔

سے ورثہ میں پہنچا تھا لیکن خوف سب جگہ تم جیسے عالی دماغوں کو ہی دکھائی

بقیہ حاشا **صفحہ ۲۷**

**نظر چھپاؤ** - صفحہ ۲۹ ہمارا اور شجاع خمرچند شیر دل مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا۔  
**نظر پنجم** - صفحہ ۳۶ زید میسدا ان جنگ میں شہید ہوا۔

**نظر ششم** - صفحہ ۴۴ خالدا ایک تو خود ہی پر جوش تھا سراسر ارون کے شہید ہونے  
 نے اور بھی غضبناک کر دیا اور صلیبی نشان کی طرف بائیں اٹھا کر چلا۔

بکثرت اس قسم کے نظائر اس کتاب سے دیئے جاسکتے ہیں۔

ان نظائر کو ٹپھکرتا طریق خیال کر سکتے ہیں کہ حیرت صاحب کا یہ بیان کہ خدا رسول کی ہی  
 دو بزرگ ذات ہیں جو صیغہ واحد سے پکارے جانے کے لائق ہیں کس قدر بیہودہ عذر ہے  
 اگر تمام ان بزرگوں کی جن کا بیان حیرت صاحب نے اس طرح پر کیا ہے ایک فہرست پیش کر کے  
 یہ کہتے کہ ان سب کے نام خدا کی طرح سے صیغہ واحد کے ساتھ پکارے جانے کے مستحق ہیں۔  
 تہاں کا عذر درست ہوتا۔ لیکن حیرت صاحب یہ یاد رکھو کہ وہ اندرونی خرابی اور دلی  
 حباثت جو پوشیدہ ہوتی ہے ظاہر ہوئے بغیر سرگز نہیں رہ سکتی خصوصاً مومنین امت  
 سے مقابلہ کرنے کی حالت میں وہ ضرور رنگ لاتا ہے

سچ ہی بتا رہا ہے نہ ان کردہ برص لیکن بحیث اہل بصیرت برہنہ ہی آئی۔

حیرت صاحب اب میں آپسے دریافت کرتا ہوں کہ ایسے شخص کے لئے جو اپنے تئیں  
 نہ صرف مسلمان بلکہ نصیحت باز مسلمان اور خدا جانے کیا کیا کچھ سمجھتا ہو اس سے  
 زیادہ کوئی اور بات شرمناک ہو سکتی ہے کہ وہ رسول صلعم کے حالات مقدسہ ایسی ناپاک



دیتا ہے اب رہا آئندہ مقاصد پر پانی پھر تباہ آپ کی خوش قسمی ہے جو آپ حبیبوں کو دکھائی

بقیہ حاشیہ ۷۲ طرز سے بیان کرے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کے دل میں

اتنی محبت بھی نہیں ہے جتنی ارد پر سفیدی حیرت تم دراصل بعض ناعاقبت اندیش خردیاران کرگزنٹ کے چڑھانے پڑھانے میں آگئے ہو جنہوں نے نگاہ اشتعال لایا تھا۔ اور جن کا تہمتہ گزٹ موزہ یکم جون ۱۹۰۳ء پر ذکر کیا ہے وہ دراصل تمہارے نادان دوست تھے۔ جن کی طفیل تکویر و زید دیکھنا نصیب ہوا۔ ورنہ تم خود خیال کرو کہ مدت سے یہ تمہارا پردہ کس طرح سے ڈھکا ہوا تھا۔

خدا دراصل بڑا تمحل ہے کہ تم جیسے بد زبان شخص کی اب تک گرفت نہ کی لیکن سچے عذابی کہ دیر تریا کہ سخت تر آید۔ تمہنے بے باکی اور دلیری اور جرات کرنے میں بعض عیسائی مصنفوں کے بھی کان کترے ہیں۔ صرف یہ مذکورہ بالا ہی نظیر ایسی نہیں ہے جو یہ ثابت کرتی ہو کہ تمہارے دل میں رسول صلعم کی کچھ عظمت نہیں ہے بلکہ اور بہت سے اسی قسم کے نظائر تمہاری تصانیف میں ملتے ہیں جن میں سے چند اور میں اس جگہ لکھتا ہوں تاکہ میرے اس بیان کی مزید تقویت ہو کہ دراصل حقیقت ناظرین پر کھلی ہے۔

ایک نظیر یہ ہے کہ تمہنے الفاروق سیرۃ محمدیہ در سیرۃ الرسول میں جا بجا رسول صلعم کو کبیل پوش اور صحابہ کو ریڑ چرانے والا لکھا ہے۔ اور یہ تمہاری نظیر میں بھی گناہ ہے۔ جس پر تم نے گزٹ موزہ یکم جون ۱۹۰۳ء میں سرسید پر تبرا بھیجا ہے۔

دوسری نظیر کہ زین گزٹ موزہ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸۷ پر تمہنے لکھا ہے کہ رسول صلعم پر کئی کئی وقت گذر جاتے تھے کہ جو کا دیا بھی انکو نہ ملتا تھا۔ اور آپ پیٹ سے پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ اور صدیق اکبر کی بھی یہی حالت تھی۔ نیز سیرۃ محمدیہ صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے کہ اکثر مہینہ کے مہینہ گذرے

دیتا ہوا اور اسی قسم کا ہر جس کی بابت سیرۃ محمدیہ کے صفحہ ۷۷ پر تم نے لکھا ہے وہ یہ سنتے ہیں وہ بھڑکنے والی آگ کی طرح سے بھڑک اٹھے کسی نے قہقہہ مارا کوئی ہنس دیا

**تقریبہ حاشیہ ۷۷** جاتے تھے کہ آپ کے چھوٹے سے چہرہ بین چراغ تک جلائے کو میسر نہ آتا تھا یا حیات اعظم صفحہ ۱۷۷ پر بھی اسی قسم کا مضمون ہے۔

ان مذکورہ بالا بیانات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعات درست ہوں یا نہ ہوں۔ ایک مسلمان کا دل کب گواہ کر سکتا ہے کہ ان کلمات کو دہرایا جائے ہم اسکا انصاف حیرت منسا پر ہی چھوڑتے ہیں کہ آیا ایسا لکھنے والے رسول صلعم سے محبت رکھ سکتا ہے۔ تم نے خود خلافت شیعین میں لکھا ہے کہ کیا کوئی غیر شیعہ اپنے مان باپ کا ذکر ان الفاظ میں کر سکتا ہے جو وہ اہلیت کے لئے استعمال کرتے ہیں سو حیرت صاحب اگر اسی دل کے ساتھ تم اپنی ان تحریرات پر نظر ڈالو گے تو سمجھ سکتے ہو کہ جب تم اپنے مان باپ کی بابت یہ کہنا اور اخبار و رسال میں شہر کرنا گوارا نہ کرو گے کہ میرے مان باپ کو جلانے کے لئے تیل بھی نہیں جڑتا ہی یا کئی کئی وقت گذر جاتے ہیں انہیں جو کا دلیا بھی میسر نہیں ہوا ورنہ یہ پتھر باندھ لیتے ہیں اگر ہمارے دل میں رسول صلعم کی عظمت ہوتی تو ایسی باتیں کبھی تمہ سے نہ نکلتیں۔ مذکورہ بالا نظائر کے علاوہ اور بھی درجنوں نظائر اس قسم کے ہیں جو آئندہ حصوں میں اپنے اپنے موقع پر لکھے جاؤ گے لیکن اس موقع پر میں حیرت صاحب کو خاص طور پر مخاطب کر کے ان پر یہ بات ظاہر کرنی چاہتا ہوں۔ کہ میرے ہاتھ میں بھی اس وقت ظہر ہی اگر چاہوں تو مذکورہ بالا نظائر لکھنے کے بعد جن میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کھینچ تان نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ تمام بیان واقعہ اور صحت صریح باتیں ہیں جن قدر چاہوں سخت سے سخت الفاظ استعمال کر کے نوٹ کر سکتا ہوں

کوئی کچھ بیہودہ کہنے لگا کوئی خفا ہوا کسی کے منہ میں غصہ سے کف بھر آئے کوئی اور بھی مخالفت پر آمادہ ہوا کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ کہنے لگا غرض محمد کو اپنے ارادہ میں کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی سوائے اسکے کہ مخالفت کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک گئی جیسا کسی نے آگ پر تیل ڈال دیا۔ محمد اپنی اس ناکامی پر خاموش ہوئے، "حیرت صاحب یاد رکھو کہ مرزا صاحب کو بھی ایسے ہی موقع پیش آیا کرتے ہیں جو غم جیسو کو ناکامی اور کچھ کچھ دکھائی دیتے ہیں۔"

**حاشیہ صفحہ ۷۲** دنیا میں ایسا کون شخص ہو جو ایسٹ کا جواب پتھر اور پتھر کا جواب تلوار سے دینا نہیں جانتا ہو اور پھر خصوصاً تم جیسے بد زبان شخص کے لئے تمہارے برابر سخت الفاظ استعمال کرنے ہر حالت میں ہمارا حق ہے لیکن تمہاری ایک زبانی کو خن کے حوالہ کر کے صرف واقعات بیان کر دینے پر بس کرتا ہوں۔ ہر زبان میں ہزار پرہ ڈالے جا دیں لیکن دنیا کی تاریخ کبھی چھپ نہیں سکتی ہر جس شخص نے تمہاری ایک بھی کتاب غور سے پڑھی ہوگی وہ ہمارے بیان کی تائید کر سکتا ہے بعض جگہ تو خیر بیان کو بھی پرے بٹھا دیا جیسا کہ سورنخ عمری حضرت عمرؓ کے صفحہ ۷۲ پر لکھا ہے کہ رسول صلعم کی قابلیت محض دماغی قابلیت کی طفیل تھی۔ اسی طرح سے اس کتاب کے صفحہ ۷۲ پر لکھا ہے کہ دو عموماً باہم بنی اور عمر میں اختلاف ہو جایا کرتا تھا اور بعض موقعوں پر اس اختلاف کا فیصلہ وحی کرتی تھی۔ اگر دیکھا گیا ہے کہ وحی کا فیصلہ عمر کے حق میں ہوتا تھا؟

ہر زبان تم واقعات کی حقیقت کو نہیں سمجھا کرتے ہو اس لئے غلط استدلال کر کے وہی تباہی خیالات ظاہر کر دیتے ہو۔

اگر دراصل تم اپنا شمار مسلمانوں میں کرتے ہو تو تم کو رسول صلعم کی عظمت اور شان کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے +

جواب

# کرزن گزٹ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۲ء

قولہ ۲ جب وہ دہلی تشریف لائے تھے اور اہل دہلی سے ان کی اشتہار بازی ہوئی تھی۔۔۔۔ الخ

اقول اخبار روزانہ پنجاب دہلی مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے ایک مضمون کی نقل یہ ناظرین کرتا ہوں جس سے اس اخلاقی حالت کا اچھی طرح سے اندازہ کیا جاسکتا ہے جس کا اس موقع پر اہل دہلی نے نمونہ دکھایا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر سے کچھ ہمارا تعلق اس وقت تھا۔ اور تب ہی اس لئے یہ مضمون اس بد اخلاقی کے ثابت کرنے کے لئے قطعی حجت ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اسی قسم کے آرٹیکل اس زمانہ کے اخبارات کے اس وقت میرے سامنے ہیں لیکن خاص دہلی کے ہی اخبار کو پیش کرنا میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ اور وہ آرٹیکل یہ ہے۔

## ما خود از روزانہ پنجاب دہلی

الاعظم جناب مولوی مرزا غلام احمد صاحب دیوبند  
مطبوعہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء



خوش نصیب ہو شہر دہلی کہ مولانا مدوح کے قدم ہیمنت لزوم سے مشرف ہو  
 اور بد نصیب ہو شہر ت (یعنی خاکسار) کہ بیاعت سخت عنالت مولانا کی زیارت  
 سے محروم ہو۔ چونکہ دہلی میں نئی بات کا چرچا جلد ہو جاتا ہے اس لئے آج کل گھر گھر  
 مولانا مدوح کا ذکر سنا جاتا ہے لیکن بہ کثرت اذکار جو آپ کے خلاف سننے  
 جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شہر کے اکثر علماء نے تہذیب کے خلاف  
 مخالفت شروع کر دی ہے اور ہم سن رہے ہیں (خبر نہیں غلط یا صحیح) کہ چند مولوی  
 آپ پر تکفیر کا فتویٰ لگانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اگر یہ سچ ہے تو یہ بات ان کی  
 نئی نہیں ہے۔ بلکہ آج کل علماء کی یہی عکسالی تہذیب ہے کہ ایک دوسرے کو کافر  
 اور ملحد بتاتے ہیں زیادہ دیر نہیں لگائی جاتی اور قوم کی بڑی بھیبی ہو کہ ہمارے  
 سربراہ اور دون کا یہ حال ہو دیکھنا چاہئے کہ ہم دوسری قوموں سے کس تہذیب کے  
 ساتھ کلام کرتے ہیں نا انصافی ہے اگر اپنی قوم کے سربراہ اور دون کو مطعون  
 بنایا جائے اور گھر کی مرغی دال برابر کا نقشہ جمایا جائے اسلام کا اخلاق  
 و اسلام کی تہذیب بتائی ہے کہ آپس میں ملایمت اور محبت کے ساتھ بات کرو  
 دل کو ٹھیک کر اپنی کہو دوسرے کی سنو اور گفتگو میں رنجش جو شش کاوش  
 نہ لاؤ۔ مگر قوم کی بد قسمتی سے یہاں معاملہ برعکس ہے کافر و ملی تو تیکہ کلام ہے۔  
 پھر ہم سوائے اس کے اور کیا کہیں کر اندہ ہماری قوم پر رحم کرا اور اس کے دل میں  
 سچا اخلاق اور سچی تہذیب ڈالے جس میں یہ اخلاق اور  
 یہ تہذیب سنی گئی ہے اس میں پہلا حال چند منٹ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔  
 کاش ہمارے ناظرین سنکر نتیجہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ہند کے آفتاب

جناب مولانا شاہ عبدالغفر صاحب کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سنگھ شریف سے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ آپس میں ہر دو صاحبان کے اختلاف واقع ہوا مولوی شاہ عبدالغفر صاحب فرماتے تھے کہ کوّا حرام ہے اور سنگھ شریف کے مولوی صاحب نے فرمایا کہ کوّا احلال ہے تمام شہر میں اس بات کا غل مچا شہر کا کو بھی یہ حال معلوم ہوا آپ نے سنگھ شریف کے مولانا کو ایک رقعہ لکھا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ ”میں آج وقت تخلیہ آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں“ جب رقعہ پہنچا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ آپ میرے بزرگ ہیں میں فلان وقت خود حاضر ہوں گا رقعہ مختصر سنگھ شریف کے مولانا شاہ صاحب ملنے کے لئے روانہ ہوئے شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ مولانا قریب مکان کے آگئے آپ نے اپنی دستار اپنے ایک خادم کو دی اور کہا کہ اس کو دروازے تک بچھا دو اور اس پر سے مولانا کو لاؤ۔ خادم نے بچھا دی سنگھ شریف کے مولانا نئے فرش کو دیکھ کر جھکے اور سمجھے آپ نے پگڑی کا سر اس پر لپیٹنا شروع کیا اور یہ کہا کہ اس کی جگہ یہ جس سے مجھ کو فخر حاصل ہوا آپ نے گل پگڑی اپنے سر سے باندھ لی اور اندر جا کر شاہ عبدالغفر صاحب کے ملاقاتی ہوئے۔ فوراً تخلیہ ہو گیا۔ تخلیہ میں سچائی کے ساتھ بحث ہوئی اور دونوں صاحبوں نے مانا کہ کوّا احلال بھی ہے اور حرام بھی ہے حرام تو یہی میدانی ممالک کا جو مردار کھا ہے اور حلال پہاڑ کا کوّا جو انج کھاتا ہے پھر اس امر میں گفتگو ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیئے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ کوّا احلال بھی ہے اور حرام بھی ہے تو دلی کے لوگ سیڑھوں پر پگڑی بٹ کر کھاجا دیں گے۔ آخر دونوں واجب التعظیم بزرگ علماء

کی یہ رائے قرار پائی عام لوگوں سے کہدیا جائے کو احرام ہی چنانچہ دونوں جتنا  
آفتاب ماہیتاب حجرے سے برآمد ہوئے اور باواز بلند کہدیا گیا کہ کو احرام ہی  
پس ایک فتنہ جو دہلی میں برپا تھا مٹ گیا ۔

اس قصہ کے بیان کرنے سے میرا مدعا یہ ہے کہ پہلے ہمارے علماء کے یہ اخلاق  
تھے جس کے سبب سے فتنے شورشیں نہیں مچاتے تھے اور اب تو پارٹیان میں  
جنسے امید اعلیٰ اخلاق اور تہذیب کی بہت کم ہی ہیں نہایت ادب کے ساتھ  
اپنے واجب التعظیم علماء دہلی سے عرض کرتا ہوں کہ جناب مولوی مرزا غلام محمد  
صاحب قادری آپ کے جہان میں آپ پر ان کی خاطر داری واجب ہے ۔ شریفانہ  
ہدایتہ طور پر انکی مدارات کیجائے اور جو آپس میں اختلاف ہے پیٹھکرا سکو طے  
کر دیا جائے کیونکہ یہ تو دین کا کام ہے آپ کا یا انکا نہیں ۔ لیکن یہ امر جب ہی ہو سکے  
گا کہ اپنے دل میں یہ خیال نہ لایا جاوے کہ یہی ہم کو مات نہ ہو جائے دیکھئے  
دیکھئے بیٹی کہ مرید منحرف ہو جائیں ، وغیرہ وغیرہ تہذیب کے ساتھ انکے دعاوی  
کے دلائل سے جائیں اگر اختلاف ہو یہ تہذیب جواب دینا اور سنا مناسب ہے  
ہم چاہتے ہیں اعلیٰ اخلاق اور شریفانہ طور پر یہ کارروائی بھگتے تاکہ دوسری  
قومیں دیکھ کر کہیں کہ مسلمان اپنے اختلافوں کو کس عمدگی کے ساتھ طے کرتے  
ہیں اور مرزا صاحب کو بھی دہلی کی اعلیٰ تہذیب و اخلاق کا نشان ملے ۔ ہم  
رعایت نہیں کرتے بلکہ انصافا کہتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے جو دو  
اعلان شائع فرمائے ہیں نہایت نرم ہیں جن پر نہایت عاجزی برستی ہے  
ادوں کو دیکھ کر بھی باب کفر بکفر کی گردان کرنی نا انصافی کی بات ہے ہم ان دونوں

اشتہاروں کی نقل اس پرچے میں چھاپتے ہیں جس سے پورا حال ہمارے ناظرین  
 بانیگین کو معلوم ہو جاوے گا اور آئندہ بھی اس امر کے متعلق حالات لکھتے رہیں گے۔  
 قولہ ۳۔ اس کے بعد چاندنی محل میں ان سے مناظرہ ٹھہرا تھا حالانکہ پولیس کا  
 انتظام کافی تھا لیکن خوف کے مارے وہ جلسہ میں نہیں آئے جہاں ہزاروں  
 مسلمان عیسائی اور آریہ وغیرہ ان کے منتظر تھے۔ آخر کئی گھنٹے تک ہمارے  
 پریشان ہو کر چل دیئے لیکن مرزا صاحب شریف نہ لائے۔

قولہ ۲ کے جواب سے کم از کم یہ پتہ ناظرین کو لگ گیا ہے کہ علماء دہلی نے  
 مرزا صاحب کے ساتھ شرط محامداری اسلامی طرز پر ادا نہیں کی تھی اور  
 نیز بعض علماء کے یک طرفہ وعظوں نے عوام الناس کو بھڑکادیا تھا عوام اور علماء  
 کی یہ حالت دیکھ کر حضرت اقدس نے ۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان  
 ”اشتہار بالمقابل مولوی سید ندیم حسین صاحب سرگروہ اہل حلیت“  
 شائع کیا اور اس میں میان صاحب کو مباحثہ کے واسطے طلب کر کے مناکہذا  
 کہ دو بحث میں نتیجہ طلب کیا ہو گا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم صاحب انجیل اب تک آسمان پر زندہ ہیں۔  
 اور آخری زمانہ میں آئینے کا یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ فوت ہو چکے اور  
 ان کے نام پر کوئی اسی امت میں سے آئیگا اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہی مسیح ابن  
 مریم زندہ جسم عنصری آسمان پر موجود ہیں تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے  
 خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھا شیکے کہ  
 درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی آنے والا ہی ہے عاجز



اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دیگا!

ناظرین مذکورہ بالا عبارت کو جو حضرت اقدس کے اشتہار سے نقل کی ہو۔  
 دھیان میں رکھیے۔ کیونکہ میں یہ ظاہر اور ثابت کروں گا کہ اس چیلنج کو قبول  
 کرنے میں صفائی اور نیک نیتی سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ حضرت اقدس کے  
 ۴ اکتوبر کے اشتہار پر میان صاحب تو دم بخود رہے لیکن شیخ محمد حسین  
 صاحب بٹالوی نے جواب دیا یہ یاد رہے حضرت اقدس نے مذکورہ بالا چیلنج  
 والے فقرات کے ساتھ دو شرطیں اور پیش کی تھیں ایک یہ کہ امن قائم  
 رکھنے کے تم ذمہ دار ہو گے اور کوئی فریق بیجا اور بد تہذیب کلمہ ایک دوسرے  
 کے حق میں نہیں کہے گا دوسری شرط یہ تھی کہ بحث تحریری ہوگی۔ اسپر شیخ  
 محمد حسین صاحب نے اپنے اشتہار میں اوپر تو یہ لکھ دیا کہ ہمیں ہر صاحب  
 کی کل شرطیں منظور ہیں لیکن اشتہار میں آگے چل کر شرط پیش کردہ میں  
 ترمیم شروع کر دی۔ چنانچہ پہلی شرط میں یہ ترمیم کی کہ وہ اس سے وہ کلمات  
 حقہ اور احکام نفس الامر مستثنیٰ ہوں گے۔ جو علم دین کے لئے سے ایک فترق  
 دوسرے فریق کے حق میں استعمال کر کے مثلاً اس کے کسی عقیدہ کو کفر یا  
 بدعت یا ضلالت قرار دے یا اس پر کسی مسئلہ میں مخالفت علوم و اصطلاح  
 علماء کے سبب اس کے مناسب الفاظ ناواقفی یا بے علمی وغیرہ کا زبان پر  
 لاوے! اور دوسری شرط میں شیخ صاحب نے یہ ترمیم کی تھی کہ جو شخص بری بیان  
 کوئی فریق پیش کرے وہ پہلے حاضرین مجلس کے سامنے پڑھا جائے حاضرین  
 مجلس اس کو مطابق مدعا سمجھیں تو وہ فریق ثانی کو جواب کے لئے دیا جائے

اور اگر وہ غیر متعلق اور فضول اور خارج از بحث قرار دیں تو اسکو غیر معتبر سمجھ کر واپس کیا جائے اور صاحب تحریر کو دوسرے بیان تحریری پر مجبور کیا جاوے ناظرین اس پر خود غور کر سکتے ہیں کہ حاضرین مجلس کون تھے جو تحریروں کا فیصلہ کرتے ان میں سے بہت بڑا حصہ تو ان عوام الناس اور رؤسا کا تھا علماء کی یکطرفہ و غلطی سے متاثر ہو چکے تھے یا خود وہ علماء تھے جنکا ذکر خیر قولہ نمبر ۲ کے جواب میں ہو چکا ہے یہ لوگ گو یا مرزا صاحب اور شیخ صاحب کی تحریروں کا فیصلہ کرنے والے قرار دئے گئے تھے غرض ان دو شرطوں کو شیخ صاحب نے صاف طور پر قبول نہ کیا۔ اس کے علاوہ وہ اہل بات جس پر سارا دار و مدار تھا اس کے متعلق شیخ صاحب نے یہ تحریر فرمایا "اور میرا گز مناسب نہیں ہے کہ پہلے اس مسئلہ وفات مسیح میں بحث ہو" اور میان صاحب کی بابت یہ لکھا: "یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے پس اگر آپ کو ساکت و لا جواب کرنے تو حضرت شیخنا کو کسے تکلیف کی ضرورت نہ رہے اور اگر خاکسار آپ کے خطاب و جواب سے ساکت ہو جائے تو حضرت شیخ الکمل سے آپ کے استفادہ کی نوبت پہونچی اور یہی امر بحکم عقل و انصاف و ادب مناسب ہے سنا گردن کے ہونے ایک شیخ امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بناویں" غرض بہت سی کش مکش کے بعد اور آپ ہی یہ فیصلہ کر کے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا صاحب کو منظور ہو اور مرزا صاحب کی رضا مندی حاصل کرنے کی ضرورت نہ سمجھ کر اسی اشتہار میں یہ بھی ساتھ ہی لکھ دیا کہ اگر اکتوبر کو چاندنی محل میں آجاؤ اور بحث کر لو۔ ناظرین نے مرزا صاحب کے پیشینگی کے الفاظ بھی ٹپسے اور جس طرح سے اسے منظور

کیا گیا وہ بھی ملاحظہ فرمایا۔ اب انصاف آپ پر میں چھوڑتا ہوں کہ کیا شرطوں کا منظور کرنا اسی کا نام ہوتا ہے اور کیا وہ یکطرفہ جلسہ جائز سمجھا جاسکتا ہے اور کیا امید کی جاسکتی تھی کہ اس جلسہ کا نتیجہ اچھا نکلے گا کیسا تیرا ضی فریقین کوئی امر قرار پا گیا تھا یہ وہی گیارہ اکتوبر والا جلسہ ہے جس پر شمل ہونے کا مرزا صاحب پر حیرت صاحب نے الزام لگایا ہے۔ ۸ ستمبر ۱۸۵۷ء کے اخبار میں لکھا ہے "مرزا صاحب ایک مکان میں بند ہو کر بیٹھ گئے تھے جب پے درپے ان پر زور ڈالا گیا کہ آپ میدان میں آ کے مناظرہ کریں تو آپ اول تو نئی نئی کھڑے تھیں کمال کے ٹالتے رہے اور جب مسلمانوں نے آپ کے سب شرطوں کو منظور کر لیا تو ناچار آپ نے وعدہ کیا کہ میں چاندنی محل میں آ کے مناظرہ کروں گا۔"

## حیرت صاحب کچھ تو شرم کرو

اور سمجھو کیسا غیرت بالکل دنیا سے معدوم ہو گئی ہے کیا تم ایسی کوئی تحریر پیش کر سکتے ہو جس میں حضرت اقدس نے شرائط طے ہو جانے پر چاندنی محل میں جانے کا وعدہ کیا تھا تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے کیا مرزا صاحب کے چیلنج کو صاف طور پر منظور کر لیا تھا جو اس جلسہ میں انکا جانا فرض ہوتا۔ افسوس تمہاری ان چالاکیوں اور حیف ہے تمہاری ان افترا پر دازیوں پر ذرا شرم کرو۔

کون اس بات سے واقف نہیں ہے کہ حضرت اقدس محض اسی غرض کے لئے دہلی تشریف لائے تھے۔ اور محض اسی مدعا کے لئے کابل ایک ماہ تک غربت کی

مکالیف برداشت کرتے رہے اور تم جیسا ایمان دار شخص یہ لکھتا ہو کہ ”آدمی پر آدمی دوڑ رہا ہو کہ تشریف لائے مرزا صاحب ٹالے جاتے ہیں کہ اب آتا ہوں اب آتا ہوں لیکن مکان سے جنبش نہ کھائی“ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے کیوں غیرت اور شرم نہیں آتی اپنی ان طفلانہ حرکات کے زمانہ کو اب جانے دو۔ جب تم مسیح مہمود بنے تھے اور جس کا بعد اب تک کبھی تم نے اشارہ تک نہیں کیا تمہیں اب ایسی حرکتیں ترک کر دینی چاہئیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت اقدس نے یہ لکھا تھا کہ ہماری شرائط منظور ہوں تو ہمیں مباحثہ کے لئے بلاو لیکن سوال یہ ہے کہ بلا کم و کاست شرائط منظور کر لی گئی تھیں اور اگر ان میں ترمیمیں کی گئی تھیں تو کیا حضرت اقدس نے رضامندی ان کی بابت ظاہر کر دی تھی۔ میں اس جلسہ کی مختصر کیفیت بھی بیان کر دیتا ہوں جو یہ ہے۔

گیارہ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو انجے قبل دوپہر حضرت نے اس رقعہ کا جواب لکھا جو علماء دہلی نے یکطرفہ جلسہ چاندنی محل میں کر کے حضرت کو بلانے کے لئے بھیجا تھا جب رقعہ کی نقل ہو چکی حضرت نے بعض خدام کو رقعہ دیکر جلسہ میں بھیجا۔ خدام نے جو کچھ وہاں دیکھا اور سنا وہ یہ تھا کہ دروازہ پر ایک شخص کو کھڑا کر دیا تھا جو چند کتا بلیں لئے ہوئے بلند آواز سے پکار رہا تھا ”مجھوٹے مسیح کی تردید میں رسالہ ایک پیسہ کو“

گویا ہر ایک شخص کو جو اس جلسہ میں شریک ہونے کے لئے جاتا تھا سب سے پہلے اس کے کان میں مرزا صاحب کی مخالفت کی آواز سنائی جاتی تھی۔ جب خدام جلسہ میں پہنچے اس وقت عبدالمجید صاحب و اعظم رسالہ توضیح مرام ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے فقرات لوگوں کو سناسنا کر قنوسے حاصل کر رہے تھے اور کہہ رہے



تھے کیونکہ بھائیو جس شخص کے اعتقادات ایسے ہوں اس کے حق میں تم کیسے کہتے ہو۔ جو کچھ لوگ اس کے جواب میں کہتے تھے وہ ظاہر ہی ہو غرض جس وقت خدام نے مرزا صاحب کا رقعہ بلند کرنا شروع کیا اور شرابی کی منظوری کی سند طلب کی تو عبدالمجید صاحب نے وہی اشتہار جسکے فقرے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں پیش کیا اور اس میں سے الفاظ پڑ کر سنائے کہ میں سب شرطیں منظور ہیں مگر اپنی ترسیل کو چھپائے رکھا جس پر ایک عرصہ تک باتم تکرار رہی۔ جلسہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب اس طرف سے دلیل پیش ہوتی تو حاضرین جلسہ استہزائیں اڑا دیتے اور جب عبدالمجید صاحب کی طرف سے جواب دیا جاتا تو مرجعاً اور تحسین کے نعرے بلند ہوتے کوئی پولیس کا آدمی اپنی وردی میں وہاں دکھائی نہ دیا۔ خدام حضرت کی موجودگی میں صاحب انسپکٹر پولیس بھی وہاں موجود تھے یہ بعد ازاں کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ وہ خدام کے چلے جانے کے بعد گئے نصیہ وراپنے طور پر گئے تھے کسی فرقے نے باضابطہ طور پر انہیں اطلاع نہیں دی تھی۔ اس وقت یہ بھی دیکھا کہ جلسہ کے عوام حضرت کے خدام بطرح طرح کے پیٹیر والے تھے غرض یہ اس جلسہ کی کیفیت تھی مباحثہ تو ابھی ہوا ہی نہیں اور علماء دہلی نے عوام الناس کو اپنے بکطرفہ بیانات سناسنا کر پہلے سے ہی بھڑکادیا اور مرزا صاحب کی مخالفت پر ان کو آمادہ و استعداد کر دیا۔ کوئی ثالث وہاں موجود نہ تھا یہ میان حیرت کا میرج جھوٹ ہے کہ ہزاروں عیسائی اور آریہ وہاں موجود تھے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کی نجاست کو اس شخص نے شیر مادر سمجھ لیا ہے کہ بات بات میں جھوٹ سے کام لیتا ہے اس جلسہ میں ایک ہی پارٹی کے تمام آدمی موجود تھے۔ اور یہی پہلے تھے جنہے شیخ بٹالوی صاحب نے

فریقین کے تحریرین پاس کرانے کی شرائط پیش کی تھیں یہ ہو۔ اس جلسہ کی کیفیت کیا اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دہلی کے مولویوں کی نیت نیک تھی غرض بہت سے رد و قبح کے بعد شرائط طے ہوئیں اور سند دی گئی اس عرصہ میں بارہ بج گئے گویا اس دن بارہ بجے شرائط کا تصفیہ ہو واجب خدام حضرت کی خدمت میں پہنچے وہ جواب پیش کیا اور چشم دید حالات بیان کر دیئے۔ اس واقعہ کا جواب حضرت صاحب نے لکھا اور بحث کے لئے مستعدی ظاہر کی۔ اور صاف لکھ دیا کہ شرائط کا تصفیہ اب ہو ہی گیا ہے اپنے طور پر بھی اس کا کچھ انتظام کر کے طلاع دون گا۔ اور تبراہی فریقین ایک تاریخ مقرر ہو کر جلسہ کیا جاوے گا۔ اور بحث شروع ہو جاوے گی چنانچہ دوسرے ہی دن ۱۲ اکتوبر کو حضرت اقدس نے اپنا اطمینان کر کے میان صاحب کو رقعہ لکھ دیا کہ انہی شرائط کا تصفیہ یافتہ کے بموجب ۱۸ اکتوبر ہماری طرف سے مقرر ہو اگر آپ کو یہ تاریخ منظور ہو تو رقعہ پر دستخط کر کے بھیج دیجئے تاکہ شائع کر دیا جائے میان صاحب نے رقعہ تولے لیا لیکن جواب دوسرے دن رات کے دس گیارہ بجے مرزا صاحب کے پاس پہنچا جمین میان صاحب نے مرزا صاحب سے خود گفتگو کر لیے صاف انکار کیا اور اپنے دو شاگردوں شیخ بٹالوی صاحب اور عبدالمجید صاحب کو بحث کے لئے پیش کیا۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ اگر میان صاحب یہ تحریر کر دیں۔ کہ شاگردوں کا ساختہ پر داختم مجھے منظور ہوگا اور بحث گویا میرے نام سے ہی میرے شاگرد کریں گے اور ہر پرچہ پر میرے ہی دستخط بھی ہوں گے۔ تو ہمیں ان کے شاگردوں کے ساتھ بھی مباحثہ منظور ہو۔ غرض مدعا صرف یہ تھا

کہ بحث کا اثر عام ہوا اور دہلی کے علما کو بھی بقول ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کچھ چون و چرا کی گنجائش نہ رہے لیکن اس تحریک پر فریق ثانی نے پھل سا سختہ پرواختہ سب کا سب کا عدم کر دیا اور شرائط کا جو تصفیہ ہوا تھا سب باطل کر دیا اور از سر نو شرائط کے پیش کرنے کی یہ تجویز پیش کی کہ ایک مجلس منعقد کی جائے اور کثرت رائے پر شرائط کا تصفیہ کیا جائے امر تفتیح طلب بھی پسلیک کی کثرت رائے پر قرار پائے۔ ناظرین غور کریں کہ گیارہ اکتوبر کو ۱۲ بجے تک جن شرائط کا تصفیہ ہوا تھا اب فریق ثانی نے انہیں توڑ دیا اور یہ ایک نئی حجت نکالی۔

مرزا صاحب نے اس تجویز کو اس طرح سے منظور کر لیا کہ دو آدمی اس طرف سے اور دو دوسری طرف سے مقرر ہوں (کیونکہ اگر عام مجلس منعقد کی جاتی تو لامحالہ اکثر فریق ثانی کی طرف ہی ہوتی) اور وہ باہم شرائط کا فیصلہ کر لیں چنانچہ مرزا صاحب نے دو آدمی بھیج کر شیخ صاحب نے اس بات پر انکار کر دیا کہ مرزا صاحب کے دستخط تحریر اس مجلس کی منظوری بابت پیش کی جاوے خدام حضرت نے کہا قلم دو آ لاؤ ہم ابھی ان کی طرف سے منظوری لکھ دیتے ہیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور خود مرزا صاحب کی تحریر پر ہی زور دیا جس کا جواب انہیں یہ دیا گیا کہ آپ ہی اس مجلس کے انعقاد کی درخواست تحریری بھیجیں یہ کل کارروائی زبانی ہوئی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا آخر ۱۲ اکتوبر کو حضرت اقدس نے ایک غمیرت دلانے والا اشتہار شایع کیا اور اس کے اخیر میں یہ لکھا۔

ردیالاً آخر یہ بھی کہا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل و قات مسج سنکر امد جمل شانہ کی تین مرتبہ قسم

کھا کر کہہ دیجیے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بحمد العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنیہ صریح دلائل سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے منطوق سے اس پر شہادت دیتی ہیں اور میرا عقیدہ یہی ہے کہ میں ان کی حق پوشی اور بددیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لئے جناب الہی میں تضرع اور انتہال کرونگا اور میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے اذعونی استجبکم اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھو کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت کا تحقّق فالیس لک یہ علم کو نظر انداز کر دیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان کے ہو جائے گا تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں انکو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھلا دیوے۔

اس اشتہار کو پڑھ کر شیخ اکل صاحب دودن تو خاموش رہے مگر اخیر ہر اکتوبر کی رات کو ایک رقعہ پہنچا جس میں لکھا تھا کہ، اترانچ کا اشتہار پڑھ کر ہم نے آپ کو (یعنی مرزا صاحب کو) آزمائش کرنے کا ارادہ کر لیا ہے کل میں تاریخ کو منجے جامع مسجد آجاؤ اور ہم قسم کھائیں گے۔

مجھے اس حیرت زدہ انسان پر تعجب آتا ہی جو لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے اندھا دھند لنگڑے اعتراضات کرنے شروع کئے، اگر ایمان داری سے کچھ حصہ ملے تو اس زمانہ کی کسی تحریر کے ذریعہ سے ان عذرات کو پیش کر کے ثابت کرے کہ وہ اعتراضات اور عذرات لنگڑے تھے۔ مجھے جو کچھ لکھنا تھا مختصر طور پر بیان دل کے جلسہ کی کیفیت لکھ چکا ہوں جس کا ظہرین خود نتیجہ نکال کر اصل حقیقت کو سمجھا

سکتے ہیں اس زمانہ کے طرفین کے اشتہارات اور بعض اخبارات کے فائل ہمارے پاس موجود ہیں انہی کے ذریعہ سے یہ مضمون بیٹے لکھا ہوا اگر کوئی شخص چاہے تو مجھ سے ملکر اور ان اہل کاغذات کو دیکھ کر میرے بیانات کی صداقت معلوم کر سکتا ہے۔

قولہ ۴۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی خوش قسمتی سے جامع مسجد دہلی میں شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے مناظرہ قرار پایا۔ مرزا صاحب نے اپنے احباب کے تشریف لائے خلقت کا ہجوم اس قدر تھا کہ الوداع کا لطف آ رہا تھا۔ شمس العلماء مرحوم بھی تشریف لائے تھے لیکن مسٹر ہائٹس ایک دستہ پولیس کے خود موجود تھے جب متحاضمین جمع ہو گئے تو چند آدمیوں کے ذریعہ سے مرزا صاحب اور میان صاحبین پیغام آنے جانے شروع ہوئے قریب قریب دو گھنٹہ پیغام کی آمد و رفت میں گزر گئے آخر مرزا صاحب نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا لوگ سخت پریشان ہوئے کہ مفت میں بیوقوف بھی بنے اور ان کا وقت بھی ضائع ہوا آخر بیان تک نہ بت پہنچی کہ پولیس افسر نے مرزا صاحب سے خود جا کے کہا کہ آپ کسی طرح کا خوف نہ کریں آپ کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ اگر مناظرہ نہیں کرنا چاہتے تو کچھ عطا ہی فرمادیجئے اور اپنے عقائد اور خیالات بیان کر دیجئے کیونکہ یہ میرا نامحقوق آپ سے کچھ سنے کے منتظر ہیں مگر مرزا صاحب کی طرف سے جواب صاف تھا۔

جب زیادہ اسرار ہوا تو خواجہ محمد یوسف صاحب مرحوم وکیل علیگڑھ کو بلانے کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔ اس مرحوم سے کچھ بولا گیا ان کے کوٹ و پتلون کی جیسے



مسلمانوں نے کچھ توجہ کی چلو چھٹی ہوئی۔

اقول۔ گذشتہ صفحہ میں جو حالات میں لکھ چکا ہوں ان واقعات کے بعد تاریخ مقرر ہو حضرت اقدس مع چند خادموں کے دو بجے کے قریب جامع مسجد میں جا پہنچے ناظرین خیال کریں کہ اس بڑے بھاری مجمع کا انتظام جس میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے ایک مسافر کے ذمہ تھا جس کی مخالفت پر دہلی کے کل مسلمان دنیا فانی ہوئی تھی۔ فریق ثانی بہت یا بوس ہوئے جب انہوں نے انتظام کی معقولیت دیکھی اور حضرت اقدس کو مع خدام مسجد میں تیار و مستعد بیٹھے پایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس روز شیخ الکمل صاحب کا جلسہ میں آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ چنانچہ جب انہیں خبر ملی کہ مرزا صاحب تیار و مستعد مسجد میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ بھی وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ بعد تشریف لائے۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے تھے جب انہوں نے مسجد میں قدم رکھا اور نماز عصر ادا کرنے میں مصروف ہوئے۔ حضرت اقدس اور ان کے خدام ظہر اور عصر جمع کر کے باجماعت ہی پڑھ آئے تھے چنانچہ جب جماعت کھڑی ہوئی تو فریق ثانی میں سے ایک شخص نے کہا کہ جماعت تیار ہے اسے کہہ دیا گیا کہ ہم باجماعت نماز پڑھ آئے ہیں۔ جب چار بج گئے تو شیخ الکمل صاحب کی درمی جو مرزا صاحب کے درمیانی در سے میں بچھائی گئی تھی۔ سمیٹ کر اٹھالی۔ گویا شیخ الکمل صاحب جلسہ میں آکر بھی مقابلہ میں بیٹھنے سے تامل میں تھے۔ پس وہ ایک الگ درمی میں جا بیٹھے۔ ان کی اس حرکت پر سخت حیرت ہوئی۔ اتنے میں عبدالمجید صاحب و عطا رفیعہ نے ہوئے آئے اس وقت شیخ رحمت اللہ صاحب رئیس گجرات

صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس کھڑے تھے عبد المجید صاحب نے آتے ہی صاحب بہادر کو مخاطب کیا اور شیخ صاحب کو سنانے کی غرض سے کہا کہ فریق ثانی اس رقعہ پر عمل کرنے کو تیار ہی یا نہیں اس وقت ان سے کہا گیا کہ آپکو بیابندی الفاظ اشتہار کے جس کے بموجب آپنے مرزا صاحب کو آزمانے کا ارادہ کیا ہے اور اس جلسہ میں بلایا ہی قسم کھانی منظور ہی یا نہیں تب عبد المجید صاحب گھبرا کر شیخ اکل صاحب کی پراویٹ چیمبر میں چلے گئے اور پھر تھوڑی دیر میں آکر کہا بس ہم کچھ اور نہیں پوچھتے ہمارا سوال یہ ہے کہ آیا آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔

ناظرین اس موقعہ پر غور کریں کہ اب خاص جلسہ میں اگر یہ دوسری بات پیدا کی گئی۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ پہلے حیات و وفات مسیح کا فیصلہ ہو جس کے لئے آج کا جلسہ منعقد کیا گیا ہے بعد ازاں مسیح موعود کا ثبوت پیش ہوگا اتنے میں انہوں نے لوگوں کو مغالطہ دینا شروع کیا کہ گویا حضرت اقدس مسیح موعود پر بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں اور دیگر عقاید پر بحث نہیں کرتے اس مغالطہ کی اصل حقیقت اسی وقت حاضرین کے ذہن نشین کی گئی اور ظاہر کیا گیا کہ حضرت اقدس ہر ایک امر پر بحث کرنے کو تیار ہیں شیخ اکل صاحب کا اختیار ہی خواہ قسم کھاویں خواہ بحث کریں بلند آواز سے کہا گیا کہ اس وقت بحث شروع ہو پہلے حیات و وفات مسیح کا فیصلہ ہو پھر مسیح موعود پر بحث ہو پھر عقائد کے متعلق حضرت اپنے مخالفوں کے ہتھانوں کی تردید کریں گے اور صاحب بہادر پر بھی عبد المجید صاحب کی مغالطہ دہی کھل گئی جب انہیں اس تمثیل سے سمجھا دیا گیا کہ جب تک عہدہ خالی نہ ہو تب تک کوئی شخص اس کا جانشین کس طرح ہو سکتا ہے

پہلے یہ تو فیصلہ ہو جاوے کہ آیا عمدہ بھی خالی ہی یا نہیں جب یہ ثابت ہو جائیگا کہ عمدہ خالی ہی تو پھر مرزا صاحب اپنے استحقاق کی خصوصیت بیان فرمائیں گے اور کوئی بات قرار نہ پائی۔ جب چند محضر حاضرین نے بھی اسی بات پر زور دیا کہ بحث وفات و حیات مسیح میں ہی ہو تو عبدالحی صاحب پھر کونسل چمپین گئے مولوی محمد حسین صاحب ان کے ہمراہ آئے جنہوں نے کہا کہ اس مسئلہ پر بحث میں کرتا ہوں ان کو صاف کہہ دیا گیا کہ اس وقت آپ ہمارے مخاطب نہیں ہیں میان شیخ اہل صاحب بحث کریں تو کریں۔ اس پر وہ واپس چلے گئے۔ خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل علیگڑھ نے بڑا زور دیا کہ کسی طرح سے فیصلہ ہو جائے لیکن فریق ثانی نے ان کو بھی بائوس کر دیا۔ آخر لاہر سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے یہ دیکھ کر کہ بحث نہیں ہو سکتی تو لوگوں کو خیریت کر دیا۔ یہ اہل واقعات اس بڑے جلسہ کی مین جو جامع مسجد میں ہوا تھا جس کی بابت میان حیرت لکھتے ہیں ”دو ڈھائی گھنٹہ کامل نامہ پیام میں گذر گئے مرزا صاحب کی سب الٹی سیدھی شیطین منظوری گئیں مگر مرزا صاحب کسی طرح راضی نہیں ہوئے ہر چند انہیں سمجھایا گیا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور وہی مرغ کی ایک ٹانگ کرتے رہے۔“

یہ خیال کیا جاسکتا ہو کہ حضرت اقدس کی طرف سے اشتہار پر اشتہار اس بات کے لئے جاری ہوا تھا کہ میان صاحب مسیح کی وفات کے بارہویں بحث کریں اور اسی غرض کے لئے خرچ اور خرچ اٹھا کر ایک ماہ دہلی میں رہے تو ایک حقیقت رس آدمی سمجھ سکتا ہو کہ اگر میان صاحب سیدھے دل سے

شاہد ملک و کار میں نہ ہی جھگڑا ہوتا۔

بحث کے لئے مستعد ہوتے تو کیوں ان سے بحث نہ ہوتی۔ دہلی سے تشریف لیجانے کے بعد جب بعض اہل دہلی نے جھوٹے اشتہار دیئے کہ میان صاحب حضرت اقدس کو اخیر تک بحث کے لئے بلاتے رہے اور قسم کھانے کے لئے بھی مستعد تھے لیکن حضرت اقدس ان سے ڈر کر مقابلہ پر نہ آئے تو جھوٹوں کو گھڑنگہ پہنچا دینے کے خیال سے حضرت اقدس نے آسمانی فیصلہ کے صفحہ پر لکھا کہ -

” اسی طرح سے بحث وفات مسیح کے لئے میں اب بچہ حاضر ہوں جیسا کہ پہلے حاضر تھا اگر میان صاحب لاہور میں آکر بحث کریں تو میں ان کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دید و ن گا اگر وہ آئے پر راضی ہوں تو میں انکی تحریک پر بلا توقف کرایہ پہلے روانہ کر سکتا ہوں اب میں دہلی میں بحث کے لئے جاتا ہوں چاہتا۔ کیونکہ دہلی والوں کے شور و غوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں سین تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر میں بحث وفات مسیح میں گزیریں تو میرے پر بوجہ صد عن سبیل اللہ خدا تعالیٰ کی سزا لعنت ہو اور اگر شیخ الکمل صاحب گزیریں تو ان پر آدھی سہی اور اگر وہ حاضر ہونے سے روگردان ہوں تو میں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ پر ہی بذریعہ تحریرات اظہار حق کے لئے بحث کر لیں۔“

اسی قسم کی اور تحریرات بھی حضرت اقدس نے میان صاحب کو لکھی تھیں لیکن ان پر توجہ انکی لاکھون پائے کی مثل صادق آتی تھی وہ مقابلہ میں کیوں آنے لگے تھے یہ ہو مختصر کیفیت جامع مسجد دہلی کے واقعات کی۔ اس قدر عرصہ کے بعد ان واقعات کا ذکر اگرچہ بے محل تھا لیکن میان حیرت کی گتہ چینیوں

ہ کی وجہ سے مختصر طور پر انکو بیان کرنا عام واقفیت کے لئے ضروری سمجھا گیا انکا تذکرہ کر دیا ہے

قولہ ۵۔ خوش اخلاقی اور منکسر مزاجی سے آپ مسلمانوں سے ملیں اور ان سے  
 یانین کریں۔ انہیں سخت الفاظ سے یاد نہ کریں اور انہیں برا بھلا نہ کہیں کیونکہ  
 وہ آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومین اگر چنانچہ کے اعمال خراب  
 ہو گئے ہیں تو بھی وہ قابل رحم ہیں نہ کہ لائق سزا و عتاب مرزا صاحب کو غور سے  
 یہ پڑھنا چاہئے۔

طعنہ کمتر زن حرم جو بیان روگم کردہ را۔ این ملامت بس کہ ماراہ حرم گم کردہ ایم  
 یعنی جن حرم ڈھونڈنے والوں نے رستہ بھلا دیا، یا ان پر طعن تشنیع کرنے کی  
 ضرورت نہیں ہے جبکہ ان کے لئے وہی ملامت کافی ہے کہ انہوں نے رستہ گم  
 کر دیا ہے۔ تائے ہوئے افسردہ دل لوگوں کو ستانا یہ جو غرور دی نہیں ہے بلکہ  
 بزدلی ہے مسلمانوں کی توقیر کیجئے ان سے محبت کیجئے اور ان پر مہربانی فرمائیے  
 کیونکہ یہ اچھے ہیں یا برے کہتے تو اپنے کو ہیں امت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم  
 اقول۔ مذکورہ بالا نکتہ چینی کے ساتھ حیرت صاحب کا یہ فرض تھا کہ حضرت  
 اقدس کے وہ سخت الفاظ جن سے انہوں نے امت کو مخاطب کیا ہے مجہ حوالہ  
 کتب و اشتمارات وغیرہ پیش کرتے تب ہم کو غور کر کے بحث کرنے کا موقع  
 ملتا کہ حیرت صاحب کی یہ نکتہ چینی کہاں تک درست ہے لیکن ایسا نہیں  
 کیا ہے اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ میں حیرت صاحب کی نکتہ چینی  
 کا حقیقی جواب کیا دے سکتا ہوں۔ اے دے کے ایک وہ نظم پیش کی جاتی  
 ہے جس کی وجہ سے کرم دین سے مقدمہ ہوا تھا اور جس پر حیرت صاحب نے  
 بہت کچھ بغلیں بجائی ہیں۔ لیکن پہل میں جو فیصلہ ہوا ہے اور جسے ناظرین آگے



چل کر پڑھ لیں گے اس نے پورے طور پر نکتہ چینیوں کا منہ کالا کر کے یہ دکھایا کہ جو سخت الفاظ سمجھے گئے تھے وہ سخت نہ تھے بلکہ بطور بیان واقعہ اپنے موقع اور محل پر چسپان تھے اور فریق ثانی دراصل ان کا سختی تھا اس کے علاوہ جس وقت حیرت صاحب اس بائے بین مزید بحث کریں گے۔ ہم بھی جواب دینے کے واسطے موجود ہیں اثبات اچھی طرح سے ان کی غلط فہمی ظاہر کر دی جاوے گی فی الحال میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ناصح جو اس قدر لن ترانیوں کے ساتھ نصیحت بازی کے درپہ ہیں ان کا اپنا کیا شیوہ ہے اور جس امت پر طعن و تشنیع کرنا اس وقت ان کے نزدیک بزدلی میں داخل ہے اس کی کس قدر توقیر و عزت کی ہے۔ ہر جگہ میں حیرت صاحب کی کتاب کا حوالہ بھی دے دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) امت کے ایک بڑے گروہ کی بابت حیرت صاحب لکھتے ہیں ”صرف اعلیٰ ہونے کا وہ دعوئے کرتے ہیں گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ آیا انہی میں یا نرا زبانی جمع خرچ ہے وہ سرکش اور باغی ہیں اس لئے کہ عملی طور پر حضور و کائنات کے دشمن ہیں کیونکہ ان کی معاشرت اور اکثر باتیں حضور انور اور صحابہ کے خلاف ہیں اور مختلف رسوم میں گرفتار ہیں (کرزن گزٹ یکم مئی سنہ ۱۸۸۷ء) ان کی عقلیں بیکار ہو گئی ہیں انسانیت سے گر کر بہائم سمیت ہو گئے ہیں ان کا ہمدرد مجنون ہے (سیرۃ الرسول صفحہ ۷) وہ انجیل کے عامل ہیں اور عیسائیوں کی کل صفات انہوں نے لے لی ہیں (مقدمہ تفسیر صفحہ ۷۰)“

(۲) ایک اور امتی گروہ جو فواج کے نام سے شہور ہے اس کی بابت لکھا ہے۔

کو تاہ اندیشہ ناشایستہ ازلی بد نصیب (سوانح عمری حضرت عمر صفحہ ۷)

۳۔ شیعہ کی بابت حیرت کی گالی گلوچ تنہا لکھل اور غور قوم جن کی دینی اور دنیوی تمام باتیں حد سے زیادہ ناپاک اور خراب ہیں جنسے زیادہ غراب اخلاق رکھنے والی دوسری قوم نہیں ہے (سوانح عمری حضرت عمر صفحہ ۳۳ و ۳۴)

ان کی روایتیں گندی اور ناپاک ہیں۔ ان کا مفہوم سننا اس میں پھینک دینے کے قابل ہے (سوانح عمری حضرت عمر صفحہ ۵) اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر ایک شیعہ مجتہد کے حالات چشم دید سخت توہین آمیز بیان کئے ہیں۔

خلافت شیعین میں لکھا ہے شیعہ احادیث مجذوب کے بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ہیں وہ مجنون کے بکواس اور طوفان بے تمیزی ہیں (صفحات ۹ و ۱۰)

چھچھوری احادیث ہیں نہ ان کا سر ہی نہ پیر ہی اول سے اخیر تک غلط ہیں ان کے مورخ بد نصیب ہیں جن کی روایتیں چڑے چڑیا کی کہانیاں ہیں (صفحہ ۱۱)

ان کی روایتوں سے جنوں اور بدحواسی پائی جاتی ہے (صفحہ ۳۲)

دنیا میں اپنی بد اعمالی کی وجہ سے جیسے یہودی مٹ گئے اور مٹے بھی ایسے کہ نہ کہیں انکے رہنے کا ٹھکانا نہ ان کے پاس چپہ برابر زمین ہے یہی حالت شیعہ اصحاب کی ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حاجی بابا اصفہانی (جن کو حیرت صاحب نے ہی لکھا یا ترجمہ کیا ہے) میں ہے کہ ان ایرانیوں کی جو شیعہ ہیں ایسی ناپاک زندگی ہے کہ وہ ملا جو رکن سمجھے جاتے ہیں اور جنکا درجہ پبلک میں شاہ کے ایک نمبر بعد شمار کیا جاتا ہے وہ متعہ کی آڑ میں اپنی بوٹیوں سے خرجی کمواتے ہیں اور انکے خیالات ایسے مجنونانہ اور ناپاک ہیں کہ دنیا میں کوئی اور ایسی قوم

نہوگی اس مذہب کا قدرتی خاصہ ہے کہ ان کو مجنوں بنا دے اور اسے  
دین و دنیا کا نہ رکھے۔ یہ کیا زوال اور مضبوطیت کی نشانی نہیں ہے کہ جتنے مکینہ  
گروہ ہیں سب شیعہ ہیں مثلاً ہندوستان کی تمام کسبیاں شیعہ ہیں ہیمہ  
سب شیعہ ہوتے ہیں اگر شیعہ اسکو حجت الہی سمجھے جائیں تو بیشک وہ قابل  
تفسیر ہیں بلکہ قابل رحم ہیں (حیات اعظم صفحہ ۱۲)

(۴) ندوہ کی بابت سینکڑوں کتا کر پھڑوں میں ملنے کی مثل ندوہ پر صادق آتی ہے  
ان کی کارروائی میں قانون کی کارروائی سے کوئی فرق نہیں ہے مسلمانوں کا بہت سا  
روپیہ انہوں نے برباد کیا ہے اور جب تک قائم ہے اسی طرح سے برباد کرتا رہے گا  
(کرزن گزٹ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

(۵) انجمنوں کی بابت - ذاتی اغراض نے انجمنوں کو بے سود کر رکھا ہے یہ مانوٹکا  
وہی پرانا مجمع ہے جنہوں نے مسلمانوں کا مفت میں روپیہ برباد کیا ہے -  
(گزٹ مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۶ء)

(۶) نقیہ قصائد کہتے والوں کی بابت - کمبخت نامذہب وحشی ہیں ان کے  
مٹھے میں کپڑے پیریں گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے (سوانح عمری حضرت عمر صفحہ ۶)  
(۷) صوفیوں کی بابت - تصوف اسلامی تو ہیں کا بڑا مادہ رکھتا ہے جس کی  
ناپاک حالت کی وجہ سے علماء کو لغت کی کتب میں لفظ علت مشائخ بڑا ناپا رہی  
(حیات طیبہ صفحہ ۸-۲۵۰)

(۸) جنگوں میں رہنے والے ولیوں کی بابت (خود غرض احسان فراموشی  
بد نصیب جنہیں کچھ بھی ایمان کی بو نہیں) (مقدمہ تفسیر صفحات ۵۹۳ و ۵۹۴)

(۹) مقلدون کی بابت۔ ان کے کندھوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہی (مسدس صفحہ ۷۶)

(۱۰) عام پنجابیوں کی بابت۔ گو وہ پنجابی نثر اذیتھے پھر بھی ان میں شالیستہ بننے اور خدا پرست ہونے کا مادہ تھا (حیات طیبہ صفحہ ۷۷)

(۱۱) شاہ نظام الدین اولیاء کی بابت حیرت کی زبان درازی۔ شاہ نظام الدین اولیاء (جب کہ انکے مقلدون میں مشہور تھا) اپنے ایک مرید کے پاس تفسیر کشاف دیکھ کر لال ہو گئے طیش اور غضب کے شعلے آنکھوں سے بھڑکنے لگے غصہ سے ماتھے پر دین میں عشر پڑ گیا منہ میں کف بھرائی اور اس کتاب کے ضائع کر دینے کا حکم دیا یہ کٹ مٹانے اس لاجواب تفسیر نجوی کا مطلب نہیں سمجھ سکتے (حیات طیبہ صفحہ ۷۲)

(۱۲) انشا اللہ خان اڈیشا اخبار وکیل امرتسر کی بابت گالی گلوچ۔ کچھ شدہ بدہ حاصل کر لی ہو اور اپنے بخیال لوگوں میں چمک گئے۔ ہوشیہ چڑے چڑیا کی کہانیاں لکھا کرتے ہیں۔ وکیل امرتسر جامہ سے باہر ہو گیا ہر نفاس کی رفا ر ملک تو نے اتنا حوصلہ دیدیا کہ اہل دہلی پر وہ یوں منہ آنے لگا۔ خدا کی شان چھپو ہونے ڈال چنبیلی کا نیل آپ اپنے جامہ میں رہے اور اپنی لباٹ سے آگے قدم نہ کیئے (گزٹ موضعہ یکم فروری ۱۹۰۷ء) ہمیں وکیل اور سپہ اخبار کی وقعت کا پورا اندازہ ہی۔ ہم انکی بکواس کی کبھی پرواہ نہ کرتے۔ وکیل کے ایسے خنے پہلے کہ جامہ سے باہر ہو گیا۔ (گزٹ موضعہ ۸ فروری ۱۹۰۷ء) وکیل امرتسر ٹوٹا بھوتا اخبار حسین بکواس اور دیدہ دہنی کی گئی ہو۔ الٹی سیدھی نظمیں لکھی گئی ہیں ترتیب مضامین نوع عبارت مہمل طریقہ استدلال بیہودہ و رقعات فرضی اور اس کے الفاظ

ناشایستہ بین (گزٹ مورخہ ۳۳ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء)

(۱۳) محب حسین اڈیٹر معلم نسواں کی بابت حیرت کی گالی گلوچ۔ بچوں بچوں کرتا ہے  
لعنت ہو اس کی اصلاح پر اور تفہیم اس کی نامردی پر (گزٹ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۰۲ء)  
بے حجابانہ نفس شرافت سے دور ہو کے بازاری اور باجی آدمی کی طرح عقل انسانی سے  
بے بہرہ اپنے رسالہ میں زہر اگلتا ہی کہتے ہیں کامارا۔ اکی ازلی کہتے ہیں پہلے اپنے  
بزرگوں پر تیرہ بھیج (گزٹ مورخہ یکم و ۵ جولائی و ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء)

(۱۴) اڈیٹر میکہ خبر کی بابت نامراد ازلی۔ مذہبی علوم کی الف بے تے بھی نہیں  
جانتا اس لئے میں اسے قابل خطاب نہیں سمجھتا اپنی شقاوت قلبی پر اسرار کئے  
جاتا ہی تیرے برابر دنیا میں کوئی بد نصیب نہیں ہے بالکل بے بہرہ ہی کیوں وہ سیاہی  
مول لیتا ہے اور جہنم کے سچے وارثوں میں نام لکھواتا ہے (گزٹ مورخہ یکم اگست سنہ ۱۹۰۲ء)  
الہی بد نصیب سنگدل شوم بد اختر بد ظن سرکش کیوں تیری کفر کو چھپاتا ہے۔  
یہ خیانت کب تک پوشیدہ رہے گی۔ تو نصرا نیت کا مذاق رکھتا ہے تجھ میں  
ایمان کی بو نہیں (گزٹ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۰۲ء)

پیشہ اخبار کا حمایتی جھوٹا اس کی ہفتا ویشست جھوٹی بد نصیب تیر (فرض ہے)  
کہ تو قوالوں کا مقلد بنے ہم بھی آئندہ کبھی قوالوں کا مقلد کہہ کر پکاریں گے اور  
اسی پر کہ تو اس خطاب سے بہت خوش ہو گا (گزٹ مورخہ یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء)  
محبوب عالم کو ٹیلوں پر لوٹنے لگا۔ اور ذلیل الفاظ میں ہماری ترویج کی۔ ہماری  
کمپنی کے متعلق زہر اگلا وہ رسالہ لگا کہ الہی تو بہرے سے زیادہ بے نفس اور کون  
ہو سکتا ہے کہ چار سال سے گالیوں کا مارا ہے میں اور خاموشی میں



(گزٹ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء)

دہلی کے کسی مشہور معروف مسلمان ممبر کیٹیو کو۔ الٹی کھوپری والے ممبر کی حقیر رائے

(گزٹ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء)

(۱۵) امر کی بابت۔ ابدی بد بخت بد کردار نالایق خردماغ ازلی بد نصیب اپنے آپ میں پھٹے پڑتے ہیں جامہ میں نہیں سماتے گھن چکر کاٹ کے اُلو۔

(گزٹ مورخہ ۱۵ و ۲۳ مئی ۱۹۳۷ء)

بدست ازلی مقبور خدائی خوار ازلی بد نصیب تمام حرام ممنوع چیزیں انکے لئے شہیرا و ہر شیطان اور انکے کل ذریات کی کل اعمال کا ٹھیکہ ایک امیر نے لیا ہے اور یہ بات ثابت کر دی ہے کہ دنیا میں آج کل شیطان کی ضرورت نہیں ہے گزٹ یکم جون ۱۹۳۷ء)

دامنی جہنم خریدنے والے یہ بد بخت برائے نام مسلمان ہیں۔ امر کی اس وضع داری کے ہم قائل ہیں۔ پیدا ہوئے حرام میں پرورش پائی حرام میں بڑے ہوئے حرام میں اور اپنی زندگی بسر کی حرام میں آخر مرے حرام میں۔ امیر و نجی حالت فرعونیت کی وجہ سے یہ ہے ساری ہندوستان میں ہی رونا ہر شاید امیر دن میں دو ایک ایسے ہیں جنکا باری تعالیٰ کے نیک بندوں میں شمار ہو سکتا ہے (گزٹ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۷ء)

ان کی حالت بہائم سے زیادہ وحشتناک ہے صورت ان میں لیکن انسانی صفات کا نہیں نام نہایت بد نصیب اور گردن زدنی ہیں (گزٹ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۳۷ء)۔

مولانا ڈپٹی نذیر احمد کی بابت۔ یا وہ گودل چلا اور گستاخ لگا (گزٹ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء)

علاوہ غلیظ ناپاک اور ذلیل الفاظ کے فاضل بجنوری ریختی مین ایسا کامل رکھتے ہیں کہ ان کی زبان سے عورتوں کے محاورہ کے سوائے مردوں کا محاورہ شاید ہی کہیں نکلتا ہو۔ وہ فاضل بجنوری وہ تمہاری مان نے تمہیں جناب ہے (۵) اور

۸ دسمبر ۱۹۲۵ء

وہ عربی کے نام کا کچھ بھی نہیں جانتے صرف ان کے بڑھاپے اور زبان درازی نے ہوا باندہ رکھی ہو دی ہیں جو پرانے بھانڈے موجود ہیں جب وہ محفل میں نقلین کرتے فارسی اور عربی کے اشعار ایسے برجستہ پڑھتے ہیں کہ کیا ممکن ہو جو ایک حرف کی بھی غلطی ہو جاوے کیا ہم انکو عالی درجہ کا عربی دان اور علم تفسیر قرآن سے ماہر مان لیں گے بجنوری بعض اوقات عربی اشتہار پڑھتے رہتے ہیں ممکن ہو کہ الٹا سیدھا مطلب بھی انکا سمجھ لیتے ہوں یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اتنی سی بات سے آدمی ضل اور ادیب نہیں ہو جاتا (گرت مورخہ ۸ و ۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء)

بجنوری کے حمایتی حسد میں اپنی دین و دنیا دونوں خراب کر رہے ہیں یہ ان کو شامت اعمال ہو جو بگستاچا ہیے۔ ہم ایسی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے دھڑکی کی ہنڈیا گئی اور کٹنے کی ذات پہچانی گئی۔ ان کے حملہ ذلیل اور پاجیانہ ہیں دلیل ناپاک اور اوجھی۔ اپنے خیالات میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں۔ فرضی ادیب ہے۔

گرت مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء

(۱۷) سر سید الطاف حسین صاحب حالی اور ان کے ہمنجیا لون کی بابت۔

چاروں طرف کی پھٹکار اور عالم کی تفت تفت سے انہیں غرض نہیں ہو کر وحیلہ کا جال بچھا یا ہوا ہو اس کے تمام جہان کی برائیاں حذر مانگتی ہیں تمام دنیا کے

عیب پناہ ڈھونڈتے ہیں وہ پیر پرین حیلہ ساز ہی سراسر جہل مرکب ہی بھانڈو نکو  
اور بیخیزوں کو پھبتیوں میں علیحدہ بٹھانے والے ہی جھکڑ باز ہی ہیں کسبوں کے کان  
کترنے شوخیان کرنے والے (مسدس حیرت صفحہ ۳۰۲)

دروغ اور فریبوں کا عامل نیچے کا گرگا (مسدس حیرت صفحہ ۹)

شقاوت میں قارون کے مخضر ضلالت میں فرعون سے بڑھ کر اٹکا ٹھکانا دوزخ ہی  
ذلت میں گرفتار ہیں ان پر تفت ہی

جہل مرکب ہیں نہ ان میں کوئی خوبی ہی نہ کوئی ان میں عاقل ہیں ان کی گردنوں میں  
جہالت کے طوق ہیں (مسدس صفحہ ۲۸-۲۹)

ابلیس سے ہر صفت میں برتر ہیں اس کے مقتدی نہیں بلکہ رہبر ہیں اور اکفر  
ہیں (مسدس حیرت صفحہ ۳۳)

انہوں نے کسبوں کا پیشہ بھی نہیں چھوڑا ہی طلحی کے فرقہ پر مرتے ہیں (مسدس صفحہ ۳۴)  
حالی اس کا شاگرد ہی جس کا دفتر سنا اس سے بدتر ہی ایسے شعر کہنے پر لغت ہی  
(مسدس صفحہ ۴۰ و ۴۱)

ریا کے بندے شرم و حیا کے دشمن ہیں جہالت ان کی پشت تک ہی (مسدس  
صفحات ۴۴ و ۴۵)

اس کا پیشوا شیطان ہی، جہنم اس کا ٹھکانا ہی سید کا چھوٹے سے چھوٹا شاگرد  
بھی ابلیس ہی اور اس سے چھوٹا ہونا ناممکن ہی (مسدس صفحات ۴۳ و ۴۵)

اس ملعون قوم کا بانی جابل اور چالی ہی (مسدس حصہ دوم صفحہ ۱۹)  
جو کچھ وہ کرتے ہیں شیطان بھی اس سے شرماتا ہی بڑے لالچی اور بیڈ سبب

شیطان بھی اسے پناہ مانگتا ہے (مسدس حصہ دوم صفحات ۵۴ و ۵۵)  
فرقہ کا فرقہ گمراہ ہے جنگار بہر شیطاں کا دادا ہے ان میں نہ لیاقت ہے نہ ادب ہے صرف  
دنیا گمانی کا ڈھب ہے پٹنگار کی گھٹاں پہ چھار ہے یہ دنیوی لعنت برس رہی ہے  
کفر میں کافرون کے برابر ہیں (مسدس صفحہ ۵۶ و ۵۷)

درد رہا کار یوں کی طرح پھرتے ہیں حماقت کے پتھر سے سر چھوڑتے ہیں ان پر  
خدا کی پھٹکار ہے دنیا میں نحوست کلفت اور نکبت انہیں سے ہے (مسدس صفحہ ۵۸)  
سیّد پر لعنت ہے (مسدس صفحہ ۱۲۸)

سوانح سعدی میں لکھا ہے۔ حالی کی اینٹ البحر ہرزہ درائی۔ جلے پھیلے پھوڑا۔  
سیرۃ الرسول میں لکھا ہے۔ سیّدنا پاک آزادی کا بیج بونے والہ وغیرہ وغیرہ اسکے  
علاوہ اگر اخبار کے الفاظ جمع کئے جاویں تو ایک دفتر بن جائے۔

مولویوں کی بابت۔ انہی بد نصیب مقدمہ تفسیر صفحہ ۱۶۰

شریر ناہنجار بد ذات (حیات سعدی صفحہ ۴۲-۴۰)

خردماغ کوتاہ اندیش حاسد (حیات طیبہ صفحہ ۱۶۶)

ایک مولوی بھی ایسے ہیں جن میں دنیا طلبی اور دغا خانہ روزگار مورخہ ستمبر ۹۹  
دجال ابدی چٹھی (گزٹ یکم اکتوبر ۹۹)

بے دین فریبی دغا باز کذاب عبدالدرہم عبدالدینار دین فروش دشمن اسلام  
(گزٹ ۲۳ ستمبر ۹۹)

فقہائی زہن مان دین و ایمان لعنت اور قف ہر ان پر دین فروش ظالم غارت  
کنان دین نا اچھکڑ حرام کے لقمہ کھانے والے ڈاکو رسول صلعم کے جانی دشمن

دین خدا کو برباد کرنے والے (گزٹ مورخہ ۱۵ و ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

ان کی جانوں پر کھلی ٹوٹے۔ جاہل۔ بے ادب و شہمتان دین۔ ناپاک نفس پرست  
دغا باز مکار و ڈاکو۔ ان پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ ان کا بیج مارا جائے۔ اس سے بدتر  
کوئی اور گروہ دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ابدی جہنمی (گزٹ مورخہ نومبر ۱۹۹۹ء)  
خدا ان کو غارت کرے۔ دُوب مرین چینی پھر پانی مین (گزٹ دسمبر ۱۹۹۹ء)  
گردن زدنی۔ بد نصیب ابدی جہنمی۔ ڈاکوؤں۔ قصاصیوں۔ لٹیروں کا گروہ  
(گزٹ مورخہ جولائی و اگست ۱۹۹۹ء)

نا تراشیدہ سنگدل مفت خور۔ مقہور بارگاہِ محمدی سانپ اور سانپوں کے  
بچے۔ بندہ شکم قزاق۔ رخنہ انداز دین رہزن مقصد نا خدا ترس لعنتی گروہ  
شیطان پرست گردن زدنی اندل تر ناپاکی مین خنزیر سے بھی بدتر ہیں۔  
نالائق حرام خور پیٹ کے بندے مقصد محسن کش انلی بد بخت ابدی جہنمی  
شیطان مجسم ریاکار خوک اور سگ سے بدتر موٹی توند اور چکنی چپڑی گلون والے  
(گزٹ مورخہ ستمبر ۱۹۹۹ء)

اکتوبر ۱۹۹۹ء سے ستمبر ۱۹۹۹ء تک کے سارے الفاظ مولویوں کی بابت اگر جمع  
کئے جاویں تو کئی جزو کا ایک رسالہ بن جاوے لیکن جو نمونہ حیرت صاحب کی  
گالی گلو ج کا اُپر بیان کیا گیا ہے ان کی اخلاقی حالت کے ظاہر کرنے کی واسطے کافی ہے  
حیرت صاحب کے اس نامہ اعمال کی فہرست کو پڑھ کر ان کی نصیحت بازی  
کو جسے بطرِ قولہ مین لکھ چکا ہوں پھر پڑھ لینا چاہیے تاکہ اس نصیحت باز  
کے قول اور فعل کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ حیرت صاحب سے مین



دریافت کرتا ہوں کہ ایک غیر طر فدار شخص کیا ان گندی تحریرات کو دیکھ کر تمہاری نسبت اچھے خیالات ظاہر کر سکتا ہے کیا یہ شرمناک کا مسلک ہو تا ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں گالی گلوچ پر انزائے پھر بازاریوں اور شرفیوں میں کیا فرق ہو سکتا ہے نہایت افسوسناک بات ہے کہ مخالفوں کی نسبت تم اچھے الفاظ استعمال نہیں کرتے ہو یہ تمہاری خلاق کمزوری ہے جس سے اردو کے علم ادب میں ایک ایسے شرمناک باب کا اضافہ ہوا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے جتنی گالیاں ایک شخص دے سکتا ہے وہ تمام تم استعمال کر چکے ہو۔

تمہاری کل تصانیف اور احبار تمہارے اخلاق کا پورا نمونہ بن رہے ہیں اگر دنیا کے تمام اوباشوں شہدوں اور پھکڑیا زوں کو جمع کیا جائے جب بھی وہ سب مل کے تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں تم خود ہی انصاف سے کہو کہ جو گالیاں تم نے ہر ایک فریق کو دی ہیں ان سے زیادہ کوئی اور دے سکتا ہے۔ اگر تم ایمان دار ہو تو فوراً بول اٹھو گے کہ مجھے زیادہ بڑیاں دریدہ دہن گالی گلوچ بکنے والا شکل سے کوئی اور ہو گا۔

اب میں پھر اصل کلام کی طرف رجوع کر کے حضرت اقدس کی بابت صاف الفاظ میں دوبارہ یہ جتنا چاہتا ہوں کہ حیرت صاحب کے دلیں حضرت اقدس کے کچھ سخت الفاظ کھٹکتے ہیں تو چاہیے کہ ان کو پیش کریں۔ لیکن یہ ضرور یاد رکھیں کہ ایسے فقرات یا الفاظ کے ساتھ ان کی کتب کے صفحات وغیرہ کا حوالہ پورا پورا صاف طور پر دینا چاہیے جس طرح سے ہم نے حوالجات مع صفحہ کے دیئے ہیں۔ اگر تم حوالہ نہ دو گے تو تمہاری تحریروں کو صرف حیرت زدہ قلب اور دلکا نتیجہ

سمجھکر اس پر توجہ نہ کی جاوے گی البتہ اگر حوالجات دیکر بحث کرو گے تو تمہاری حماقت کی اچھی طرح سے تشریح کر کے دکھا دیا جاوے گا کہ جو کچھ حضرت اقدس نے لکھا ہے وہ بیان واقعہ ہے جو اپنے موقع اور محل پر موزون اور مناسب ہے۔ مسلمان تو درکنار آریہ عیسائی راجہ ہمارا جہ حتیٰ کہ گورنمنٹ کے خاص خاص معزز عہدہ دار بھی اس شخص کی زبان و قلم سے بیچ سکتے اپنی تحریر کی جولانی میں کسی کو بھی گالی گلج سے متشنی کرنا میان حیرت نے نہیں پڑا ہے۔ مثلاً نصاریٰ کی بابت ایک جگہ لکھا ہے: "تشر۔ بہائم سے بدتر ہیں سب یہ نصاریٰ۔ کہ ماتمی کو حق ہے انہوں نے ہی سمجھا اس شعر میں الفاظ بدتر اور پھر سب قابل غور ہیں۔"

لارڈ کچنر کمانڈر انچیف ہند بھی حیرت کی قلم سے بیچ سکے

چنانچہ یکم اپریل ۱۹۰۶ء کے اخبار میں ان کی بابت لکھا ہے

”دف ہر سردار کچنر کی نامردی پر اور شرم ہے اس کی

بے حیائی اور جانور پنی پر“

# کرزن گزٹ موریکیم ستمبر ۱۹۰۴ء

## کا جواب

نوٹ۔ اس پرچہ کے شروع میں ڈیڑھ کالم تک حیرت صاحب نے ہمارے اس مضمون کی عبارت نقل کی ہے جو البتہ موضوع ۸ اگست ۱۹۰۴ء میں چھپے تھے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد انہوں نے نکتہ چینیان کی ہیں۔ میں اس موقع پر اپنے مضمون کو جو حیرت صاحب نے نقل کیا ہے یکدم کل کا نقل نہیں کروں گا بلکہ ہر ایک سوال کے متعلق جس جس قدر حصہ ہوگا علیحدہ علیحدہ نقل کر کے اس پر حیرت صاحب نے جو کچھ نکتہ چینیان کی ہوں گی کھنکھاتاؤں گا۔ تاکہ خلط مبحث نہ ہو جاوے۔

قولہ ۶۔ مرزا صاحب یا ان کے مرید اپنے اخبار میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں دو کرزن گزٹ موضوع کالم اگست ۱۹۰۴ء میں حیرت صاحب نے اس نکتہ میں حضرت اقدس کی ملاقات کے متعلق کچھ حالات لکھے ہیں میں اس جگہ تفصیل سے بحث نہیں کروں گا بلکہ اہل مضمون میں جو حیرت صاحب نے نکتہ چینیان کی ہیں ان کا جواب دیتے وقت اسے واسطے ملاقات پر بحث

کروں گا۔ فی الحال صرف دو باتوں کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ جس جگہ سے حیرت صاحب نے یہ لفظ طفلانہ حرکتوں والا لیکر اس قدر بحث کی ہے اس جگہ اور بہت سی باتیں لکھی تھیں اور چند سوالات بھی کئے گئے تھے۔ جن کا اول جواب دینا حیرت صاحب کے لئے ضروری تھا۔ لیکن ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مشفق من شرمندگی کی کیا بات ہے جبکہ تم کو پے در پے الہام ربانی سے ایک بات معلوم ہوئی تھی اور تم اس کے ذریعہ سے مدعی بنے تھے تو ایماندار سی کی بات یہ ہے کہ یا تو یہ اقرار کر لو کہ وہ شیطانی وسوسہ تھا۔ جو ان دنوں وجودات سے دل میں پیدا ہو گیا تھا ورنہ ان سوالات کے جواب اور ۱۶ جون کے البدر میں چھپے ہیں معقول جواب دو۔

اچھا اب اس کا جواب سینے سے ہم سے آپ نے بہت بڑا سوال کیا تھا کہ تمہیں الہام ہوتا ہے اس کا جواب ہمارے پاس سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ ہاں ہوتا ہے اور اس میں مرزا صاحب یا انکے مرید کا دینا نہیں آتا بیشک جب مرزا صاحب دہلی میں تشریف فرما ہوئے تھے تو ہمیں یہ الہام ہوا تھا کہ ایک مثیل مسیح ہونے کا جھوٹا مدعی خاک پاک دہلی میں آیا ہے تو اس کی خبر لی ہوتے مقابلہ کے لئے اشدتاً جاری کیا تھا۔ سن لیا آپ نے اپنے سوالات کا جواب۔

اقول۔ نہ معلوم کیوں باوجود پے در پے مطالبہ کے جواب معقول اور پورے سوالات کا دیتے ہوئے حیرت کی جان نکلتی ہے اول میں ان سوالات کو نقل کرتا ہوں جو البدر مورخہ ۸ و ۱۶ جون میں چھپے تھے جنکے جواب کا بار بار مطالبہ کرنے پر حیرت صاحب نے مذکورہ بالا جواب دیا ہے وہ سوالات یہ تھے (۱) وجود کو

آپنے ۹۱ء میں کئے تھے آیا اب آپ اسے دست بردار ہو گئے ہیں یا ان میں کسی قدر ترمیم کر لی ہو کیونکہ اس تحریر کے بعد پھر کسی اور تحریر میں آپنے ان دعاوی (یعنی مسیح معبود وغیرہ کا) کا ذکر نہیں کیا ہو اور یہ ترمیم یا قطعی دست برداری خود بخود کی ہو یا اسکی بابت آپ کو ہدایت (بذریعہ الہام و روح القدس) ہوئی ہو۔

(۶) آپنے ۱۵ جولائی ۱۸۸۵ء کے پرچہ میں اس قسم کے دعوے سے انکار کر کے نہیں ڈھکوسلا کہا ہو اور ایسا کرنے والے کو رسول صلح سے باغی اور روسیہ بیان کیا ہو آپکے خیال میں یہ روسیہ ہی ۹۱ء والے اشتہار (اور دھوکے) مجددیت کی وجہ سے آپ کے منہ پر پڑی ہو یا نہیں اس سوال کا جواب براہ مہربانی زیادہ وضاحت سے دیوین۔ کیونکہ ہم لوگ خود آپکے ہی قول کے موافق نا فہم ہیں اور ہماری موٹی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ ۹۱ء میں تو آپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا (اور بعدہ مجددیت کا)

اور اب آپ اسے ڈھکوسلا اور روسیہ ہی کا باعث کہتے ہیں اور ایک نئی طرز کا دعویٰ کر کے یہ لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ دعویٰ پہلے بھی کیا ہو اور اب بھی کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے شخص کی آواز آتی ہو جو دکھائی نہیں دیتا۔ بہت سے معاملات میں خاص خدا کی طرف سے ہدایت ہوئی گزرتی ہو ۱۵ اور ۲۳ جولائی ۱۸۸۵ء (۳) ۹۱ء کی چودھویں صدی والے مضمون میں جو حاشیہ پر نقل کیا گیا ہو آپنے جن الفاظ سے مرزا صاحب کو یاد کیا تھا آیا یہ الفاظ ایسے ہیں یا نہیں جو اخلاق کمزوری پر دلالت کرتے ہوں اگر نہیں تو براہ مہربانی ایسے



الفاظ کی تشریح کروں جن کے استعمال کرنے والے کو کمزور خلاق اور غلط کام کہہ سکتے ہوں

۶۴۱ اب جو الفاظ آپ نے مرزا صاحب کی بابت استعمال کئے ہیں وہ ان خیالات کے برخلاف ہیں جو ۹۷ میں ظاہر کئے تھے آیا ان دونوں موقعوں پر آپ کی تائید روح القدس سے ہوئی تھی یا نہیں۔

(۵) آپ کے سابقہ ۹۷ والے بیان کے موافق مرزا صاحب کے تمام تحریرات پولوس کے خطوط کی نقل ہوتی ہیں اور جن تحریرات کا آپ نے موجودہ مضامین میں ذکر کیا ہے یعنی براہین احمدیہ وغیرہ وہ آپ کی اس ۹۷ والی تحریر سے بہت پہلے شائع ہو چکی ہیں جو خیالات تم نے اب اس کی بابت ظاہر کئے ہیں وہ سابقہ تحریر کے مخالف ہیں سو کوئی تحریر روح القدس کے ذریعہ سے ہوئی تھی یا نہیں؟

یہ سوالات کئے گئے تھے جن کا جواب حیرت صاحب دیتے ہیں ”ہم سے تم نے بہت بڑا سوال یہ کیا تھا کہ کیا تم کو الہام ہوتا ہے اس کا جواب ہمارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ ہاں ہوتا ہے اور اس میں مرزا صاحب یا ان کے کسی مرید کا دینا نہیں آتا، ناظرین اس حیرت کے جواب کو پڑھ کر حیران ہوں گے کہ سوالات تو کیا کئے گئے تھے اور جواب کیا دیا ہے اور اس جواب میں بھی سفلہ پن اور طفلی کی بو آتی ہے میں حیران ہوں کہ جس حالت میں شرافت اور رذالت کی ٹرمی ٹرمی آرٹیکل رات دن یہ شخص لکھتا رہتا ہو تو اس شرافت کا ثبوت اپنے عمل سے کیوں نہیں دیتا ہے ہمارے سوالات

اول تو اسے والے دعویٰ کے دست برداری کے بابت دوم ڈھکوسلا نکال کر رسول صلعم سے بغاوت اور روسیائی مول نے نیز اخلاقی کمزوری اور روح القدس وغیرہ کی بابت نہ معلوم کیوں نظر انداز کر دی اور اپنی طرف سے سوال گھر کر کہدیا کہ ہم سے بڑا سوال یہ کیا گیا تھا کہ کیا تمکو الہام ہوتا ہو، پہلے آدمی تم یہ تو بتاؤ کہ یہ سوال تم سے کس نے کیا تھا جوابی طرف سے گھر کر پیش کر دیا اور اصل سوال کو ہضم کر لیا اگر اب تک ان سوالات کے جواب تم نہ دے سکے تو کیا مضائقہ ہے اب جواب دے دو تاکہ ناظرین دیکھ تولیں کہ جواب دینے میں تم کیسے قابل ہو۔

تھارہ یہ بیان سچ ہی سہی ہم اس میں تم ہی کو ڈگری دیدیتے ہیں کہ الہام ہونے یا نہ ہونے کی بابت ہمارا کیا نہیں آتا ہے اور اپنے اسی مسلک پر اگر چاہو تو تمام سوالوں کے جواب دے سکتے اور کہہ سکتے ہو کہ ”تمہارا کیا نہیں آتا ہے“ رسول صلعم سے بغاوت کر کے دین و دنیا میں روسیائی مول لی تھی، ”وغیرہ وغیرہ لیکن خواہ کچھ ہی جواب دو تمہیں جواب دینا ضرور چاہیے ہمارا اطمینان ایسے جوابوں سے نہو سکے تو نہو لیکن سبک کا بہر حال اس سے اطمینان ہو جاوے گا اور تمہارے نزدیک کچھ بات بھی نہیں ہو روح القدس سے تائید یافتہ ہو ذرا کھنڈ کر لو گے تو قلم برداشتہ ورق کے ورق سیاہ کر ڈالو گے۔

قولہ کے ہم اسکے بعد ایک بڑی بات کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں اور دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کے بعض مرید و نکو بتان باندھنے نوٹوں کا اٹھانے کا کتنا بڑا ملکہ ہے ہم پر الزام لگایا ہے کہ جب ہم مرزا صاحب سے

ملنے گئے تھے تو پہنچنے پہنچنے کو سرکاری آدمی بیان کیا تھا لا حول ولا قوۃ جھوٹے  
پر اٹھنے کی لعنت خدا غارت کرے اس شخص کو جو سوائے جھوٹ کے کبھی  
سچ نہیں بولتا۔

**اقول** حیرت صاحب نے خود اپنے سہلہ لعنت بہج کر اس جھوٹ کی وجہ سے  
اُس یادداشت کا حقدار اپنے ذیل قرار دے لیا ہوں جس کے چھوٹے مستحق ہوتے  
ہیں ہم اُسکے انتظار کرتے ہیں اب متنازعہ فیہ یہ بات ہے کہ کیا حیرت صاحب نے  
اپنے تین ایسا ظاہر کیا تھا یا نہیں ناظرین کے پاس بظاہر ہمارے اور حیرت  
صاحب کے بیانات کے بابت فیصلہ کر کے کسی ایک کو جھوٹا قرار دینے کے  
واسطہ کوئی معیار نہیں ہو لیکن ایک بات غور طلب ضروری ہوں جس سے کچھ نیچے  
فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور یہ ہے کہ حیرت صاحب نے بہج کر لکھا ہو کہ ”مرا صاحب  
اور اُنکے بعض مرید و کو بہتان باندھنے اور طوفان اٹھانے کا کتنا بڑا مالک ہے“  
اس کے متعلق میں ناظرین کی توجہ اس رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۸۳ کی  
طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جہاں حیرت صاحب کے اسی قسم کے ایک بہتان کا  
جواب دیکر خود انہی کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہو کہ حیرت صاحب نے ”مرا صاحب“  
کے بعض مرید و پیر جو بہتان باندھا تھا وہ غلط تھا اور اس طرح سے علوم الناس کو  
مغالطہ میں ڈالنا چاہا تھا حیرت صاحب کے اس نمونہ پر ناظرین توجہ اور غور  
کر کے ایک حد تک اس موجودہ واقعہ کی بابت نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسکی کیا  
اصلیت ہوگی بہتان باندھنے یا طوفان اٹھانے کا کون عادی ہے حیرت صاحب  
سابقہ موقع پر اپنے قول و فعل سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ خود ہی بہتان

باندھنے کے عادی ہیں اور مرزا صاحب کے مریدوں کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنے سے انہیں ذرا بھی دریغ نہیں ہوتا ہے۔ تاہم چونکہ اپنے جھوٹ پر اپنے تیلین لعنتی قرار دے چکے ہیں اس لیے اس پر مزید بحث کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔

قولہ مرزا صاحب دہلی میں تو کیا آئیگی لاہور میں تشریف لے آئیں اور ہم بھی وہاں آجائیں اور ایک مسجد میں چلے ہم دونوں قسم کھائیں اسوقت معلوم ہو جائیگا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

**اقول** حیرت صاحب صبر کا مادہ تم میں بالکل نہیں ہے یکم ستمبر کو یہ درخواست کی ہے اور ۸ ستمبر کے پرچہ میں صفحہ ۵ کا لم اسطر ۲۲ و ۲۳ پر خود حلف اٹھایا ہے اور لکھا ہے ”ہم حلفا کہتے ہیں کہ ہم نے اشارہ بھی اس بات کا نہیں کیا کہ ہم کو سرکار سے کچھ تعلق ہے، اب آپ کے اس حلف کے فیصلہ کے منتظر ہیں خدا تمہاری دروغ بیانی سے خود سمجھ لیگا۔ بلکہ تم اگر غور کرو تو وہ تم سے سمجھ ہی چکا ہے اور اس رسالہ کے ذریعہ سے جو کچھ تمہاری پردہ درسی ہوئی ہے وہ کم نہیں ہے تاہم اگر تمہاری غیرت یہ قبول نہ کرے کہ پردہ درسی ہوئی ہو تو رسالہ کے دوسرے حصوں کا انتظار کرو اور چونکہ تم ایک ہفتہ بھی حلف کی بابت صبر سے ہمارے جواب کا انتظار نہ کر سکے اس لیے لاہور وغیرہ جانے کی تکلیف برداشت کرنے کے مرزا صاحب یا ان کے کسی مرید کو ضرورت نہیں ہے خصوصاً اس لیے کہ ہمارے نزدیک حلف دُوعی کا نتیجہ نہ ہو اس رسالہ کے ذریعہ مل چکا ہے۔

قول ۹ مقابلہ سے معلوم ہو جائیگا کہ روح القدس کس کے ساتھ ہے اور  
سچی کرامت کا اظہار کس ذات سے ہوتا ہے گھڑیٹھے آسمانی نشان کا سبق  
جینا یہ شان خدار سیدوں کی نہیں ہے میدان میں آؤ اور حق کا جلوہ دیکھو  
تاکہ چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ اور تمہیں مامورین اللہ بننے کا خرا آجائے  
تمہیں صاحبِ دل لوگوں سے ابھی واسطہ نہیں پڑا ورنہ ساری حقیقت  
کھل جاتی۔

اقول مہربان من آپ کی روح القدس کی جو کچھ حقیقت ہے وہ گزشتہ  
صفحہ میں ابھی طرح سے ظاہر کی جا چکی ہے اب رہے آسمانی نشان اس پر  
حصہ سوم میں مفصل بحث پڑے اور چودہ طبق اچھی طرح سے روشن ہو جائینگے  
اور ساری حقیقت معلوم ہو جائیگی لیکن مہربان یہ تو بتاؤ کہ صاحبِ دل سے  
تمہارا کیا مطلب ہے کیا اس سے یہ مراد ہے کہ تم مسیح معبود اور مجدد ہو  
اگر اس بات کے اظہار کے لئے تم نے اپنے واسطے صاحبِ دل کا لفظ استعمال  
کیا ہے تو تمہاری مشیخت اور تجدیت کے نکتے اس رسالہ کے ابتدائی صفحوں  
میں خوب طرح سے اُدھر چکے ہیں ہاں اگر صاحبِ دل سے کوئی اور نئی بات  
مراد ہے تو اس کی تشریح کی ہوئی کہ صاحبِ دل ایسے ہوتے ہیں اور چونکہ  
انجمن یہ صفات ہیں اس لئے میں صاحبِ دل ہوں جب تم ایسا کرو گے  
اس وقت تمہارے صاحبِ دل ہونے یا نہ ہونے کی بابت بھی غور کیا جائیگا  
قولہ ۱۰۔ اب رہی یہ بات کہ ہمیں ایسا سوال کرنے کا حق تھا یا نہیں اس کا  
جواب یہ ہے کہ ہاں تھا علاوہ الہام کے ہمیں شہر کے ہمدت سے معذور آدمیوں



نے اپنی طرف سے آپ کے پاس پہنچا تھا تاکہ آپ کی نسبت جو باتیں  
 شہر میں مشہور ہو رہی ہیں دریافت کریں کہ انکی اصل کہاں تک ہے۔  
**اقول** آپ کے اہام کی حقیقت تو بہت کچھ ظاہر کی جا چکی ہے اس پر مزید  
 بحث کی جھک ضرورت نہیں ہے اب رہی یہ بات کہ معزز آدمیوں کی طرف سے  
 بھیجی گئی تھی اول تو آپ اپنی اس زمانہ کی وجاہت ثابت کریں ہم اگر آپ  
 کے اس وقت کے حال کا نقشہ کھینچا جائے تو اس طرح سے کھینچ سکتے ہیں  
 کہ ناظرین کی آنکھوں کے سامنے آپ کی مجسم تصویر کھڑی کر کے دکھادیوں  
 لیکن ذاتی واقفیت کی بنا پر میں خود بحث کرنی نہیں چاہتا ہوں تاہم اس  
 رسالہ کے صفحہ ۴۲ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ  
 اس زمانہ میں نہ کمک عزت حاصل تھی اور نہ خدا نے اس وقت تک روٹی کھانے کو  
 دی تھی بلکہ فاقہ مست تھے کیونکہ مسیح معبود ہونیکا ٹھکوسلاسنے رکھا لاکھا  
 اس موقع کے علاوہ قولہ نمبر ۱ کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں جہاں یہ  
 ثابت کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ تم دولت کی مذمت کی بابت تلے  
 ہوئے تھے اس لیے خود اپنے ہی قول کے موافق مفلس اور قلیل بچے تھے  
 سو جو وقت آپ اپنی وجاہت کا ثبوت دینے بیٹھیں تو ان مذکورہ بالا دونوں  
 موقعوں کا بھی خیال رکھیں اور اسکی تردید کر کے دکھادیں۔

دوم ان معزز آدمیوں کی براہ مہربانی ایک فہرست پیش کریں کہ وہ  
 کون سے معزز آدمی تھے جنہوں نے ایکو بھیجا تھا اور جو وقت آپ ایسا کریں تو  
 ہر ایک معزز آدمی کی بابت اول یہ ثابت کریں کہ آیا وہ مسلمان تھے یا نہ

تھے کیونکہ گزٹ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۲ کا لم ۲ طول ۲ طول ان رگل  
 لکھ کر آپ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ یہاں تو یہ غضب ہے کہ اسی دہلی شریف  
 میں اور ۲۲ خواجہ کی مقدس چو کھٹ پر ایک بھی اب مسلمان نہیں رہا ہوگا  
 جب یہ ثابت کر چکے ہیں تو پھر ان معززین میں سے ایک ایک کی بابت یہ  
 ثابت کریں کہ آیا وہ روسا شہر میں سے تھے یا نہیں کیونکہ گزٹ مورخہ  
 ۵ جولائی ۱۹۹۰ء پر تنہ لکھا ہے کہ وہ غدر کے بعد سے دہلی میں مسلمان  
 رئیسوں کا نام و نشان بھی نہیں رہا نوابوں اور رئیسوں کے بڑے بڑے  
 خاندان تھے لیکن غدر نے سب کو ختم کر لیا اور اب اس شہنشاہی شہر میں  
 ایک شخص بھی ایسا نہیں رہا جسے رئیس کہہ سکیں اسی مضمون میں طویل  
 بحث کے بعد آخر میں لکھا ہے چند بچارے ٹوٹے پھوٹے ہندوستانی  
 ہیں جو کیا تو میونسپل کمشنر بن اور کیا وزیر بری مجسٹریٹ ہو گئے ہیں  
 وہ شاید اپنے کو رئیس کہتے ہوں گے لیکن فی الحقیقت انکو اپنا رئیس  
 سمجھنا انکی انتہا درجہ ذلیل حالت پر دلالت کرتا ہے۔

بس اب جب تک آپ اس زمانہ کی اپنی وجاہت نہ ثابت کریں اور  
 ان لوگوں کی جن کی طرف سے پیچھے گئے تھے کامل مکمل فہرست پیش  
 کر کے ان کا مسلمان اور روسا شہر سے ہونا ثابت نہ کریں اس وقت تک  
 تمہارے اس قسم کے تمام لاف و گزاف بازار می آدمیوں کی تہن انیوں  
 پاپاگل کی بڑے زیادہ وقعت ہماری اور ہر ایک مبصر کی نگاہ  
 میں نہیں آ رہی ہے۔

## نوٹ

حیرت صاحب کے مضمون مورخہ یکم ستمبر ۱۹۲۷ء کے بڑے حصہ پر اب تک  
میں بحث کر چکا ہوں اس کے بعد حیرت صاحب نے ہماری ایک نکلیہ چینی  
کا جواب دیا ہے جس کا اثر ان کی خانگی حالات اور ذاتیات پر پڑتا ہے  
ہمیں حیرت صاحب کی بعض تحریرات کے انداز سے یہ خیال ہوا تھا  
کہ بعض دوسرے معترضوں کی طرح سے حیرت صاحب کا رخ بھی فانی  
بحثوں کی طرف ہے اس وجہ سے انکو مختصر سی تنبیہ کی تھی تاکہ وہ خبردار  
ہو جاویں غنیمت ہے کہ ہمارا مذکورہ بالا خیال غلط نکلا اور حیرت صاحب  
نے خود مکملہ مناسب نہیں ہے کہ خانگی باتوں کو عام غلائق کے آگے  
پیش کریں وغیرہ وغیرہ، اس لیے اس قسم کی بحث جس کا اثر ذاتیات  
اور خانگی امور پر پڑتا ہو نظر انداز کر کے دوسری باتوں کی طرف توجہ کرنا ہوں۔

بجواب۔

کرزن گزٹ مورخہ ستمبر ۱۹۲۷ء

قولہ ادبی کاوردونا محمود۔

اقول تمہاریہ مقولہ دراصل تمہارے حق میں سچا ہے اس لیے کہ اگر  
وہ واقعہ ہوا ہوتا تو مکملہ اس پہلے حصہ کے ذریعہ جو ذلت اٹھانی پڑی ہو

نہ اٹھانی پڑتی صرف دوسرے حصہ تمہاری نئی نکتہ چینیوں کے جواب میں لکھا جاتا اس لیے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ وردو تمہارے حق میں نامحود نہیں ہوا اس زمانہ کو نظر انداز کر کے اگر انبیاء کے زمانہ کا خیال کیا جائے تو ہر آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ تمام کافر جو برس مقابلہ ہونے کی وجہ سے نیست و نابود کر دیئے گئے انبیاء کا مبعوث ہونا ان کے حق میں نامحود ہوا اسی لحاظ سے تمہارے مذکورہ بالا جملہ بھی تمہارے حق میں صادق ہونا تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

قولہ ۱۲۱۰ یعنی ملاقات کی نسبت گذشتہ پرچہ میں جو کچھ لکھا تھا اس سے مرزا صاحب اور ان کے مریدوں میں کھلبلی پڑ گئی ہے اور وہ بدحواسی سے ابھر اٹھ کر دیکھ رہے ہیں کہ خود کو رہ را علاج نیست

اقول محبوب حیرت صاحب جو کچھ تمہاری حیثیت اور حالت اس زمانہ میں تھی اور جس ناگفتہ بہ طرز پر تم اپنی زندگی کے دن کس پیڑسی کی حالت میں پورے کر رہے تھے وہ مرزا صاحب کے مریدوں کو بہت اچھی طرح سے معلوم ہے اور جس پر قولہ نمبر ۱۲۱۰ کسی قدر بحث کی جا چکی ہے جب یہ ثابت ہے تو کچھ کھلبلی اور بدحواسی کے کیا معنی لیکن مہربان یہ تو بتاؤ کہ اس بدحواسی کو قہر نے مشاہدہ کس طرح سے کیا ہے کیا اس عیارہ میں سوار ہو کر جس پر چڑھ کر پہلے بھی کزن گزٹ کے کالمون میں سیر کر چکے اور قوم کے مختلف افراد کو گالیاں دے چکے ہو یا حیرت مثل کی دو منتری چہیت پر اس سے اس بدحواسی کو مشاہدہ کیا ہے مہربانی کر کے جو کچھ لکھا کرو صاف

کہا کرو معصوم و صبیحان میں کیوں باتیں کیا کرتے ہو لیکن تم کیا کرو اور اس میں تمہارا قصور ہی کیا ہے جبکہ تم از سر تا پا خود ہی معصوم ہو اور اپنی ہی حالت کی کچھ خبر نہیں ہے کہ تم کون ہو اور کیا ہو۔

نوٹ۔ ستمبر ۱۹۳۷ء کے مضمون میں حیرت صاحب نے یہ جملہ ہی مضامین کے مطالب کو الفاظ کی تبدیلی کر کے دہرایا ہے جن پر میں بحث کر چکا ہوں اس لئے اس کو نظر انداز کر کے چند ضروری امور پر جنکو حیرت صاحب نے اپنے مضمون کے صفحہ ۵ کاظم ۲ و ۳ پر لکھا ہے مختصر طور پر یہاں کس کرتا ہوں۔  
قولہ ۱۳ دنیا کی جوٹی جوٹی اور بھی بری باتوں میں تو انہیں المام ہوتے رہتے ہیں اور نیز و حیان اتنی رستی ہیں مگر ایسی پر خوف و خطر حالت میں کہ مرزا صاحب کی جان نکلی جاتی تھی انکی وجہوں اور الماموں نے انہیں مدد نہ دی۔

اقول میان حیرت معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری فطرت بہت ہی خراب ہے اور تم دل کے پسے کو بیٹے ہو کہ اگر زمانہ نبوی میں ہوتے تو تمہارا حشر کفار ہی کے ساتھ ہوتا۔ غور سے پڑھو تفسیر حیرتی صفحہ ۱۹۱ اپ ۵ رکوع ۳۱ جہاں زیر آیت قل لا املک لکھا ہے ”مشرکین کو جہاں آنحضرت کی نبوت میں اور شبہات تھی وہاں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر آپ سچی نبی ہیں تو ہمیں دینوی مضر توں سے بچا دیجئے آئندہ زمانہ میں جو مصائب ہم پر آئے والے ہیں ان سے آگاہ کرو دیجئے کہ ابھی سے اس کی کوئی تدبیر کر لی جاوے ان سب مضر خرافات کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی ان سے کہہ دو کہ میں خود اپنی ہی



نفع رسائی اور یا مضرت رسائی کا اختیار نہیں رکھتا الخ،

اس کے ساتھ صفحہ ۳۳۹ پر ہو جو جان صحیح بخاری کی ایک حدیث جو ابن عباس سے روایت کی گئی ہے نقل کر کے لکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبریل سے جلدی جلدی آنے کی درخواست کی تھی تو جواب ملا تھا کہ ہم بغیر خدا کی مرضی کے نازل نہیں ہو سکتے نیز صفحہ ۵۲۹ بھی پر ہو جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے زیادہ نہیں جان سکتے تھے جس قدر انکو بتایا جاتا تھا اب جو نکتہ چینی تم نے حضرت اقدس پر کی ہے اور جو حجالات تفسیر سے میں نے نقل کیے ہیں اس پر کچھ بھی نظر ڈالنے سے کیا کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ اگر تم زمانہ نبوی میں ہوتے تو کفار کی طرح سے نکتہ چینی نہ کرتے اور اس واقعہ کی طرح جس کا تفسیر جرحی کے صفحہ ۵۳ پر ذکر ہے کہ ایک فوجیہ جیل کے آنے میں توقف ہو گیا تھا تو تمہارے جیسی طبیعت والوں نے اسی قسم کی نکتہ چینی کی تھیں جیسی تم اب کر رہے ہو کیا تم اس وقت اگر ہوتے تو اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت نہ دیتے فتنہ بر واعتبر۔

قولہ ۱۴ جس ذریعہ سے مرزا صاحب کو الہام اور وحی ہوتی ہے وہ ذریعہ ہے مرزا صاحب کا دشمن ہے کہ وقت پر مطلب کی انہیں خبر نہیں دیکھائی اور وہ مصیبت میں پہنچ جاتے ہیں۔

اقول میان حیرت ایسی باتیں کر تم کیوں اپنی پرودہ دری کراتے ہو خدا کا یہی شکر کرو کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے ورنہ تمہاری فطرت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ان لوگوں کے جی کان کترتے جنہے کہا گیا تھا

قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لكم انی ملک ان اتبع الا  
یاوحی الی پ ۷ رکوع ۱۱ الہامی ذریعوں کا اپنے وسیع معبودی زمانہ سے مکو  
بہت اچھا تجربہ ہے اور یہ انہی تجلیات کا اثر ہے جو تمہارے دماغ میں اب  
تک باقی چلا آتا ہے مہربان اب ان تجلیات کو دماغ سے نکال دو ورنہ انکا  
نتیجہ رونما اور دانت پیسنا ہوگا تم غور کرو اور تفسیر حیرتی کا صفحہ ۲۵ پڑھو جو حیران  
زیر آیت و لقولن لشی پ ۵ رکوع ۵ لکھا ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ  
کسی بارے میں انشاء اللہ نہ کہا تھا جس کی وجہ سے کئی روز تک وحی نازل نہ ہوئی  
تھی تمہاری فطرت ظاہر کر رہی ہے کہ ایسے موقعوں پر تم اگر ہوتے تو یہی کہہ دیتے  
کہ جس ذریعہ سے یہ وحی ہوتی ہے وہ ذریعہ ہی رسول صلعم کا نفوذ باللہ  
و شمن ہے تم ایسی باتیں منہ سے نکال کر سیاہ دلی اور بدبلاطنی کا بین  
تہوت دیتے ہو جو کچھ کہا کرو سوچ سمجھ کر کہا کرو

قولہ ۵ جو باتیں آپ ہماری نسبت لکھ رہے ہیں یا جو تکتہ چینیان ہماری  
کتابوں پر کر رہے ہیں اس سے آپ کو خدا نہیں ملنے کا ہم تو اپنے غلطیوں کا  
اگر وہ غلطیاں ہوں اعتراف کرتے ہیں اس لیے کہ ہم کمزور انسان ہیں  
ہم سے اعلا کا ہونا غیر ممکن نہیں ہے۔

اقول بیشک ہیں ان تکتہ چینیوں سے خدا ملے گا اس لیے کہ ہم ایک  
صادق اور راست باز کا ساتھ دے رہے ہیں جسکی مخالفت پر تم دانستہ  
ایسی تکتہ چینیان کر رہے ہو جو ہمیشہ راست بازوں پر کی گئی ہیں اس لیے  
ضرور ہے کہ مکو وہی نتیجہ ملے جو ہمیشہ صادقوں کے اعداء کو ملتا رہا ہے۔

اور مجھے وہاں جیسے جو ان کے انصار کو پہنچتا رہا ہے اب رہے ہمارے  
 اغلاط وہ ہمارے نزدیک ان اغلاط میں سے نہیں ہیں جو انسانی کمزوری  
 سے ظہور میں آتی ہیں تم خود خیال کرو کیا یہ انسانی کمزوری کی غلطی ہے کہ  
 حضرت اقدس جب وہابی میں تشریف لائے تو بالمتقابل مسیح معبود بن گئے  
 اور پھر محمد بھی ہوئے لیکن جب دوبارہ آئو اور ان کے خدام کو گالیاں دینی  
 چاہیں تو جھٹ اپڑے وہ ان کا مذاق دیا کہ مرزا صاحب کے ناختم مریدوں نے  
 ہماری بابت ایسا اڑا دیا ہے ہمارے نزدیک یہ اغلاط نہیں بلکہ ایمان  
 ہے جو مختلف اغراض کو مد نظر رکھ کر کی جاتی ہیں مرزا صاحب کی معاملہ کو جانے  
 دو آج تک جس کسی شخص پر اتنے نظر عنایت کی ہے تقریباً تمام کی مخالفت  
 میں ہم تمہاری اسی حالت کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور تمہاری ان بیوقوفہ گونگو  
 جن کو تم انسانی کمزوری کے اغلاط بیان کرتے ہو بے ایمانی ثابت کرنے  
 کے لئے ہمارے پاس اس قدر قوی وجوہات ہیں کہ اگر وہ کسی عدالت  
 میں پیش کئے جاویں تو فوراً ہی ہمارے حق میں ڈگری ہو میں اس قسم کے  
 کسی قدر نظائر پیش کرتا ہوں جن سے تم ہرگز ہرگز یہ انکار نہ کر سکو گے کہ وہ  
 اغلاط نہیں بلکہ بے ایمانی میں داخل ہیں یہ نظائر تمہاری ان تحریرات سے  
 پیش کروں گا جو اول سرسید پھر سمس العلماء الطاف حسین صاحب حالی  
 اور سمس العلماء اڈیٹی نذیر احمد صاحب کے متعلق تم وقتاً فوقتاً لکھ کر شائع  
 کرتے رہے ہو جس سے صاف معلوم ہو جاوے گا کہ یہ تمہاری عادت میں  
 داخل ہے کہ قوم میں تم کسی کو ڈرتا ڈرتا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے ہو چنانچہ

کسی کو بڑا ہوا اور ممتاز ہوتے دیکھا تمہارے تن بدن میں مرچیں لگیں اور  
 اُس کے در پہ ازار ہوئے خواہ تمہارے تمام خرافات کا نتیجہ کچھ بھی نہ تو باہم تم  
 اپنی جہلی خباثت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے ہو اب میں سلسلہ وار تینوں  
 مذکورہ بالا اصحاب کے متعلق تمہاری تحریر سے بحث کرتا ہوں ان میں سے سرسید  
 کی بابت جو بحث کروں گا وہ دو کاموں میں کروں گا اور مختلف امور کی بابت  
 سلسلہ وار نمبر لگاتا جاؤں گا ناظرین کو چاہیے کہ دونوں کاموں کے ایک  
 ہی نمبر کو ایک ساتھ پڑھیں اور میان حیرت کی ایمانداری کی داد دیتے  
 جاویں۔

## سرسید احمد خان رضا مرحوم کے متعلق حیرت جناس کی انسانی کمزوری

سرسید کے متعلق کرزن گزٹ کے مختلف پرچوں سے جنین حیرت صاحب نے  
 اُس کے متعلق نکتہ چینیان کی ہیں اُس مضمون کا مقابلہ کرتا ہوں جو چودہویں صدی  
 اخبار میں سلسلہ وار مہینوں تک بعنوان ”مرحوم سرسید کے مذہبی خیالات  
 پر مولانا مرزا حیرت صاحب ہلوی کی رائے“ چھپتا رہا تھا یہ مضمون جو دہویں

صدی میں چھپا تھا اس زمانہ کا مضمون ہے جب کہ میان حیرت کا ارادہ اخبار جاری کرنے کا تھا اس لئے تالیف قلوب کی غرض سے تاکہ ابتدا ہی میں نہ کرین گزٹ کی اشاعت پر اس قسم کے مضامین سے اثر پیدا ہو جو کچھ سرسید کی بابت لکھا تھا وہ حمایت اور تعریفوں بکھراتھا لیکن جب مقلدان سرسید نے کرین گزٹ کی طرف کچھ توجہ نہ کی تب نیا نیا خیالات کا اظہار کر دیا اب ہم ان مضامین کو فکر کر دکھاتے ہیں جس سے ناظرین بغیر ہمارے کسی قسم کے ریمارکس کی بھی خود صحیح نتیجہ نکال کر حقیقت کی ایسا انداز ہی یا بے ایمانی کو جس کے دراصل وہ مستحق ہوں گے سمجھ کر انہیں اسی قسم کی ذکر کری دے دیں گے ناظرین کو چاہیے کہ جو عبارتیں بالمقابل دونوں کالموں میں لکھی گئی ہیں ان کو پڑھیں بعض جگہ مجھے نوٹ لکھنے کی ضرورت پڑی ہے اسی میں نے خطوط وحدانی میں لکھا ہے۔

<p>(۱) مرحوم رفار مرتضیٰ تو پیشک عالی دماغ لیکن دینی علوم اور عربی علم ادب سے ایسے نا آشنا تھے جیسے اس وقت ان کے اکثر ہم خیال بھی وہ معلوم ہوتی ہے کہ ان سے صرف و نحو اور لغت کی ایسی موٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو گئیں جو ایک مفسر کے لئے سخت</p>	<p>(۱) مرحوم سرسید کے مذہبی خیالات کی نسبت ہندوین ایک طونان بی تیزی ہر یا ہے ہمارے داعظ جب کہی اس عظیم الشان مرحوم سید کا ذکر کرتے ہیں تو ایسی ناسمجھی کی بائین اور دور کا بیان کرتے ہیں جسے نہ صرف انکی سر تیا لا علمی پائی جاتی ہے بلکہ یہ معلوم</p>
--	--



ہوتا ہے کہ سید کے سچے خیالات	قابل شرم تھی اور جو اغلاط غالباً مین
کی ہنس تک بھی ان کے قانون	صرف اور نحو میر طرہا ہوا کچھ بھی نہیں
مین نہیں ہو پینے	۹۸ء کر سکتا ہے اس کے علاوہ بیان
دو دیوین مہدی مورخہ ۳ جولائی	مین اس قدر تھا دے کہ بیان نہیں
	ہو سکتا ہے ان کے اسد لال
	کا کہیں نام ہی نہیں لیتے اگر بد قسمتی
	سے کہیں دلائل پیش بھی کرتے ہیں
	اتو وہ اور ان کے دعو ان کو بھی لیس کر
	اوند ہے منہ گر پڑتے ہیں
	کر کر ان گزٹ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء
(۳) خصوصاً مجھے ان لوگوں پر ہنسی	(۳) بیان تک اسلام بانسی اسلام
آتی ہے جب وہ مرحوم سید پر بھی	علما اسلام پر حملے کے کہ ان کے خلیفہ
حکم کرنا چاہتے ہیں تو نواب محسن الملک	اول یعنی نواب محسن الملک بہادر کو
مولوی مہدی علی صاحب کے چند	بھی جوش آگیا اور انہوں نے بھی اپنی
خطوط کا جو تفسیر کی نسبت اخبار میں	بساط کے موافق ان کی رائے خیالات
چھپی تھی حوالہ دیکر خوب بغلیں بجاتے	کی تردید میں دو ایک خط لکھ دے ہیں
ہیں کہ مہدی علی جیسا شخص بھی نہیں	خبر نہیں کہ ان تردیدی خطوط میں کوئی
معاملہ مین سر سید کا مخالف اگرچہ	خاص حکمت عملی تھی یا وہ اصل حمایت
خطوں مین مخالفت کی کوئی ایسی بات	اسلام مین لکھی گئی تھی لیکن اس

سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ ایک	منہ بوج نہیں ہے اور ان کا طرز تفہیم
حد تک مرحوم سید کی معقول	ہو دوسرے اس قسم کا ہے جسے کوئی
تردید کی تھی۔	مذہبی ناول لکھتا ہے ان مخلوق کو مروجہ
کرزان گزٹ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء	کی تفسیر کے نفس مطالب سے نہ
	تعلق ہے نہ ہو سکتا ہے گو وہ
	تسلیم کرتے ہیں کہ مرحوم کی تفسیر کے
	بعض حصہ اس قابل ہیں کہ انہیں
	نوک زبان کر کے وظیفہ بنائے۔
	اور اگر یہ ہی فرض کر لیا جاوے جیسا
	کہ تکتہ چین بیان کرتے ہیں کہ الملک
	مذہبی خیالات میں سرسید کے موافق
	نہیں ہیں ہم کہتے ہیں نہ وہ
	محسن الملک کی ذاتی رائے ہی اور
	بہر شخص آزاد ہے چاہے اپنی جو پختہ
	رائے رکھے
(۴۴) ایک شخص صریح طور پر تبلیغ	اخبار چودھویں صدی مورخہ ۲۳ جولائی
قوم بھی بتاتا جاتا ہے یہ بھی کہتا ہے	(۴۵) مرحوم غلطی اور خطا سے میرا
کہ میں آل رسول ہوں اور سلمان ہوں	نہیں تھا نہ مرحوم نے کبھی معصوم
	ہونے کا دعویٰ کیا تھا ممکن اور قرین

پھر کروڑوں دلوں کے مالک شہنشاہِ عرب عجم رسولِ خدا صلعم کو	قیاس ہے کہ مروجہ بعض خیالات یا استنباطیں غلطیاں کیں ہوں لیکن
صاف الفاظ میں منجوں لکھتا ہے معاملات دینیوں میں بلا شک سید	اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری تفسیر اول سے آخر تک لغویوں میں
ایک عالی دماغ شخص تھے اور وہ زمانہ کو بیچا کرتے تھے اور عرصہ کو	کوشش کروں گا کہ زیادہ کشادگی سے تفسیر پر بحث کروں اور مروجہ کے
رہنچ ہو اکا ہوتا تھا اس طرف پھر جائے تھے مگر رسم و نکل کی چوٹ کتنے ہیں	اصلی اسلامی خیالات کو ظاہر کروں اگر سید نے قرآن کے بعض مضامین کے
کہ علم دین کی انہیں ہوا بھی نہیں لگی تھی اور جو کچھ انہوں نے اسلام کے	سمجھنے میں غلطی کی نوکیلا فتنوس کا مقام نہیں ہے کہ ہم تمام اس کی نظیر
ساتھ بدسلوکی کی ہے انہیں اسکا نتیجہ خود دل رہا ہوگا اگر عین غور سے	تحقیقات اور پاکیزہ خیالات پر پانی بہریں اور چند باتیں یکے ہمیشہ اسے
دیکھنے کے بعد آپ کی تفسیر میں سوا متضاد بیانات اور پریشان خیالات	ناجائز الفاظ سے یاد کریں ۱۹۰۶ء
اور الاماد می مضامین کی کچھ بھی نہیں ہے پھر آواز و طبع نوجوانوں کی	اخبار چودہویں صدی مؤرخہ ۲۲ جولائی
حق میں خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو اس تفسیر نے نہ ہر اہل کا کام پایا اور نتیجہ	
یہ ہوگا کہ یہ پودہ دائرہ اسلام سے خارج	

ہوئی جاتی ہے

کر زن گزٹ موضعہ جنوری ۳۳ء  
یہ تو کوئی بتائے کہ جو شخص انکی تفسیر  
کا مذہب رکھے گا وہ مسلمان کس  
پہلو سے ہو سکتا ہے نبی کی نبوت  
کا اسکو انکار کرنا پڑیگا قرآن مجید کو خود  
نبی عزلی کی تصنیف اسکو ماننا پڑیگا  
جنت کو کیوں کے چکلے سے بہتر  
خیال کرنا پڑیگا و فرخ کو ایک خیالی عالم  
ڈھکوسلا سمجھ کا فرشتے اور وحی کو  
لاشعور محض جانے گا نماز روزہ لغو فعل  
سمجھے گا وضو کو بے ضرورت جانے گا  
غرض جتنے ارکان قرآن شریف کیلئے  
الفاظ میں تعلیم کرتا ہے اُسے اعراض  
ہوگا پھر اس نوجوان کا ایسا مسلمان  
ہونا کس کام کا آب انصاف سے  
فرمائیے کہ مذکورہ بالا عقائد کا منکر مسلمان  
ہو سکتا ہے یا نہیں بتائے تو سہی  
جب مثل مرحوم سید کے قرآن مجید

موجود دوسرے کا نظم پڑھیں جگہ ایسا  
نشان ہے اسکی تائید کی عبارت  
کو پڑھیں  
مفہوم مجروح میں علماء سے انہوں نے  
اختلاف کیا ہے اور مرحوم کا یہ  
اختلاف اس کی نجات کے لئے خدا  
کے آگے کافی ضمانت ہی میں خود  
اپنے معزز علماء سے اختلاف اور مرحوم  
سید سے اس امر میں اتفاق رکھتا ہوں  
مجھے بھی وہی امید ہوئی چلائیے جو  
اندرہ نجات کے ایسی حالت میں ہو سکتی  
ہے۔

اخبار چودہویں صدی موضعہ اکتوبر ۱۸۷۴ء

کی صریح تعلیم سے انکار کر لیا جائے  
جبکہ کل عقائد اسلام کو مٹا دیا جائے  
پھر کون سا اسلام ہے جس کی تعلیم  
مرحوم سید نے کی ہے۔

کرزن گزٹ ۸ اپریل ۱۸۸۷ء

(۴) ہمارے مرحوم نے آخری عمر  
تک اس میں فرق نہیں کیا کہ دلیل  
کسے کہتے ہیں دعویٰ کیا ہے اور ثبوت  
کس کا نام ہے ان کی تمام مذہبی تحریروں  
میں دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور وہ ہر  
دعویٰ کے ساتھ دو سرا اپنا دعویٰ  
کرتے جاتے ہیں لیکن دلیل کا کہیں  
ذکر نہیں اور نہ ثبوت اور نتیجہ کا پتہ ہے  
اگرچہ آپ عالی درجہ کے جلیل تھے لیکن  
دعویٰ اور دلیل میں کہیں فرق نہ کیا۔  
کرزن گزٹ مونیٹ ۵ افروری ۱۸۸۷ء  
چونکہ علوم عربیہ مثل علم قرآن علم تفسیر علم  
حدیث اور علم فقہ وغیرہ بالکل گم ہو گئے  
تھے اس لئے انہوں نے قدم قدم پر

(۴) میں اپنی ذاتی رائے اور تحقیق  
رکھتا ہوں اور جو کچھ بیان کرتا ہوں  
نہایت آزادی سے مجھے کسی مولوی  
کی دل شکنی یا کسی نیچری کی خفگی  
کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے یہ ہرگز  
نہ سمجھنا چاہیے کہ میں سرتاپا سید  
کے مذہبی خیالات کا دلدادہ ہوں ہاں  
اُس سے زیادہ باتوں میں مجھے اتفاق  
ہے کیونکہ میں حیرت بائیں کا لم پر  
جونبر ۳۰ کے آخر میں بائیں لکھی ہیں بہر  
حال اُن زیادہ باتوں میں جسے میں  
اتفاق ہے وہ سب یہی شامل ہوتی  
اور میں سمجھتا ہوں کہ مرحوم سیدی کا  
اسادماغ تھا جس سے یہ بائیں نکلتے



یہ وہ ہیں اور ایسے دماغ صد ہا برس میں  
پیدا ہوتے ہیں اور ہمیشہ ایسے ہی  
دماغ غیر اسلام نے فخر کیا ہے۔  
اجبار چودھویں صدی مؤرخ ۳۷۰ ہجری

شوکرین کھانی میں ایسا بے پشہر لکھا  
شخص مقلد بنے تو کامیاب ہو جاتا ہے  
لیکن جب وہ اپنی بد قسمتی سے خود  
مجتہد وقت بنتا ہے تو جادوہ حق سے  
کوسوں دور جا پڑتا ہے۔

گزٹ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۸۷ء  
خدا معلوم سر سید کو کس نے مشورہ  
دیا تھا کہ آپ تفسیر لکھنے کی تکلیف بردار  
کرین کاش اگر وہ نبی امین کا تھنہ داتے  
اور مسلمانوں کے عقائد میں خلل انداز  
نہ کرتے تو ان کی قابلیت پر ریزہ پڑا  
رہتا کیونکہ شیخ سعدی کا مقور غلط  
نہیں ہے۔

تادم سخن نگفتہ باشد عیب ہنر نہفتہ شاہ  
گزٹ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۸۸۷ء  
بد قسمتی مسلمانوں کی کہ ایسے ایسے  
مفسر پیدا ہوئے جو بیٹوایان اسلام  
پر کریک حملے کریں۔  
گزٹ مورخہ ۵ ایلچ ۱۸۸۷ء

افسوس ہے علوم عربیہ بالخصوص  
فن معانی و بیان سے مرعوم سید نے  
بالکل کام نہ لیا عربی بڑی وسیع اور  
مشکل زبان ہے اسی طرح سے علوم  
عربی عمر کا بہت بڑا حصہ جب تک -

تحصیل زبان عربی اور علوم عربی میں  
نہ گذر جائے قرآن مجید کا سمجھنا اور  
اسکی باریکیوں کو پہچاننا مشکل ہے  
گزٹ مورثہ ۲۳ پارچ ۳۲۰

(۵) چھیت اس کے کہ ہم مسلمان

ہیں یہ ضرور کہیں گے کہ سر سید نے

اسلام کیساتھ وہی کیا جو کسی دوسرے

اسلام سے امید ہو سکتی انہوں نے

زندگی میں جتنا ان سے ہو سکا اسلامی

اصول کے مشائے کی کوشش کی

گزٹ مورثہ ۲۳ نومبر ۳۲۰

(۵) اب رہا یہ خیال کرنا کہ عام مسلمان

نہی ہی خیال کی وجہ سے سر سید کو اچھا

نہیں سمجھتے تو یہ اچھا - سمجھنا اسکی

ویل نہیں ہو سکتا ہے کہ مرعوم کے

سارے خیالات ناقابل تسلیم تھے

یہ نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے ہوتا

آیا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہیگا صحابی بائے

کرام سے لو کہ انکی نسبت مسلمانوں ہی

میں کیا کیا خیالات ہیں -

اخبار چود ہون صدی مور ۲۳ جولائی ۹۰

(۶) اگر سرسید مرحوم نے دعا و آجنا  
دعا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے  
بے باپ پیدا ہونے اور ان جیسے اور  
مسائل میں غلطی کی تو کوئی نئی بات  
نہیں ہے قرآن مجید کے الفاظ سے  
ایسے معنی بیان کرنے جو کسی مفسر نے  
زیان کیے ہوں کوئی گناہ کی بات  
نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ  
معنی ہو کر دینے کے لیے ایجاد نہ کئے  
گئے ہوں پھر حیا و عہد عرب اور  
سیاق کلام کے موافق ہوں اگر یہ  
دو آخر الذکر باتیں بھی نہ ہوں پھر یہ کہتا  
ضرور ہے کہ غلطی جو کی گئی ہو اس پر  
یا بعد

۱۸۹۸  
اجبار پر وہ یوں صدی مؤخر ۳۳ جولائی  
(۷) عموماً لکھے پڑتے سب کتابوں کا  
اوپر کرتے ہوں گے کہ انھیں ایک  
خصوصیت ہے میں اگر اپنی کسی  
کتاب کا کوئی ورق مٹا ہوا دیکھتا ہوں

(۸) ہمارے اس زمانہ کے رفقا  
ڈاکٹر سید احمد خان صاحب تھے  
انہوں نے تقلید نے آپ سے وہ باتیں  
اسلوائیں جن کو فی الحقیقت نفس قرآن

مجھے بقدرِ رُحیف ہوتی ہے گویا  
میری کسی نے بوٹی توڑ لی کاش  
ہمارے علما اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو  
کتابوں کی صفت اور قیمت معلوم  
ہوتی تو وہ ہرگز مرحوم سید کے  
دیکھنے اور ہر وقت اس مرحوم سے  
 ملاقات کرنے سے انکار نہ کرتے یعنی  
ان کی تصانیف دیکھنے سے کبھی تیوری  
نہ بدلتے اور کسی چیز پر نہ ہوتی کہ  
بغیر روئینا و مفردہ مقدم کا فیصلہ کرتے  
بیٹھ جاتے۔

اجاپور دیون صدی مخمورہ اگست ۹۰ء

اسلام کو سلام کیا۔

گزشتہ روز ۱۵ نومبر ۱۳۵۰ء  
(۸) انصاف سے اس تحریر کو  
پڑھیے اور یہ حیثیت ایک مسلمان  
کی نہیں بلکہ منصف بننے چاہیئے  
اگر آپ مسلمان ہیں تو ضرور آپ کا دل  
دکھے گا کہ مرحوم سید نے ایک  
الو العزم پیغمبر یعنی حضور انور شافع زور

(۸) مخبر دکن نے لکھا تھا کہ تفسیر چٹانی  
نے سید کی خوب ہی خبر لی یہ تو غلامِ نکلا  
ہاں یہ کیے کہ مرحوم سید کے نانا  
خیر البشیر خاتم النبیین ہادی برحق مولینا  
محمد رسول اللہ صلعم کی خوب خبر لی یہ  
تفسیر ہے یہ مفسرین یہ اسلام کو

مخسر کو مثل کفار مکہ و مدینہ کے مخجون سے تشبیہ دی ہے اور وہ بھی مسلمانی کے مدعی ہو کے مین کہتا ہوں کہ جس کے دل میں معصوم نبی کا ادب نہیں شریعت کے راز وہ کیا سمجھ سکتا ہے مرحوم نے جو اعتراضات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص ہمارے نبی صلعم پر کیے ہیں یہ انہی اعتراضات کی پوری نقل ہے جو بیدین پہلے کر چکے ہیں اور یقیناً ان اعتراضوں میں کچھ جدت نہیں ہے فرق صرف آئیل ہے کہ پہلے معترض مسلمان نہ تھے اور سید اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔

گزٹ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء

(۹) اب آسمانوں کی بجٹ کی جاتی ہو جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جسکے وجود کا علوم جدید کے ماہروں کی تقلید پر سرسید نے سکر سے انکار کیا ہے اور تمام ٹون ٹان پڑھے

بہلا کوئی بتائے تو سہی کہ سرسید نے کہی بھی اپنی نجات دلوانے والے کے ساتھ گستاخی کی ہے اگر میرا یہ قول مبالغ نہ سمجھا جاوے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید ہی مولانا صاحب سرسید کی تفسیر کو سمجھتے ہوں گے اعتراض کرنا اور پھر اسکی تردید کرنا تو کجا۔

اخبار چودھویں صدی مؤرخ ۲۳ اگست ۱۹۰۲ء

(۹) مرحوم سید کی تفسیر اور اس کے مطالب کے چا پنخے کے لئے مین نے سائنس کو کسوٹی قرار دیا ہے مین ہر وہ کو اسی علم سے جانچوں گا اور پرکھوں گا کہ یہ کہاں تک درست ہے۔



سائنس میری کسوٹی ہوگی اور اس سے بہتر کسوٹی کا ہونا خصوصاً زبان مطالب کے لئے ناممکن محض ہو۔  
مرحوم سید کی تفسیر قیاسی قواعد پر مبنی ہے جس نے ہمارے اصولوں کو سمجھ لیا وہ تفسیری مطالب کے سمجھنے میں تامل نہ کرے گا نہ اسی وہم و خیال ستائینگے۔

چودھویں صدی مورخہ ۸ ستمبر ۹۸

ہوئے لڑکے بھی سمجھتے ہیں اور پھر منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن پر ایمان ہے اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اس وقت ہم سات آسمانوں کے باپ ہیں علوم جدیدہ سے بحث نہیں کر رہے ہیں فی الحال تو ہماری غرض یہ ہے کہ آیا قرآن مجید میں سبع سموات کا لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے ہمارا ایمان قرآن مجید پر ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے ہمارے نزدیک وہی صحیح ہے ہم کیا جانیں کہ سائنس کس بلا کا نام ہے علوم جدیدہ کیا چیز ہے اور شاہدہ کس باغ کی مونی ہے۔

گزٹ مورخہ ۵ افروری ۱۹۰۷ء  
(۱۰) وہ کونسی خاص قوت ہے جس سے انبیاء علیہم السلام انسان ہونے پر اپنے اور ہائیوں سے امتیاز یہ درجہ رکھتے تھے آیا وہ

(۱۰) جب خود وحی ہی دلیل نبوت نہیں ہے تو معجزہ کا نبوت کے لئے دلیل ہونا کیسا یہ تو صاف صاف قرآن میں بھی موجود ہے کہ غیر انبیاء پر بھی فرستے

خدا کا پیغام لیکر آیا کرتا تھا۔  
اخبار چودھویں صدی موضحہ ستمبر ۹۰

ملکہ نبوت کسی اور میں بھی ہو سکتا ہو  
یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو نبی اور  
اُس دوسرے شخص میں مشابہت  
تامہ ہوگی یا نہیں اگر ہوئی تو اس  
شخص کو بھی نبی کہہ سکیں گے یا  
نہیں یہ ایسے اہم سائل ہیں  
جن پر اسلام اور کفر کا دار و مدار ہے۔  
گزٹ موضحہ ۵ نومبر ۹۰

(۱۱) ازاد طبع نوجوانوں کے حق میں  
خواہ اُن کی تعداد کتنی ہی ہو اس تفسیر  
نے زہرِ بدلاہل کا کام دیا اور نتیجہ یہ  
ہوا کہ یہ نبی پودہ دائرہ اسلام سے  
خارج ہوئی جاتی ہے علانیہ اسلام  
اور بائبل اسلام کی توہین کرتے  
اور پھر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ہم  
حلفاً بیان کرتے ہیں کہ اس گروہ  
میں کم ہوں گے جن پر مومن کا اطلاق  
ہو سکے باقی یہ ایک ایسا گروہ  
مرحوم کے صدقہ میں پیدا ہوا ہے

(۱۱) دوسرا گروہ جسے نئی روشنی  
کا گروہ کہتے ہیں اور جس میں اکثر  
نوجوان مغربی تسلیم یافتہ شامل  
ہیں ان کی حالت قابل افسوس ہے  
ان کی نسبت بھی میری رائے  
قریب قریب ویسی ہی ہے جیسی  
علما کی نسبت جہاں تک میلنائی  
تجربہ ہے فی صدی مشکل سے ۲۵  
ایسے ہوں گے جنہوں نے مرحوم  
کے خیالات کو جانچا دیکھا اور اس کی  
تائید پہونچے یا میں ہمہ انہوں نے

جو صرف اتنا تو جانتا ہے کہ ہم مسلمان  
ہیں باقی یہ نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں  
کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔  
گزشتہ موضوعہ ۸ جنوری سنہ

عام آدمیوں میں ایسی باتیں کہیں  
جسے مرحوم سید پاک اور مبارک  
اس بے باکی اور آزادی سے کہیں  
جس سے عام طور پر ایک اشتعال  
طبع مسلمانوں میں عام طور پر  
مرحوم کے برخلاف پیدا ہوا۔ میں اُن  
لوگوں سے دریافت کرتا ہوں۔  
جنہوں نے علی گڑھ کالج میں تعلیم  
پائی اور مرحوم کے خیالات کے لڑاؤ  
ہیں وہ بتائیں کہ انہوں نے مرحوم  
کی تفسیر کو کبھی بھی سرسری طور  
پر اول سے آخر سے تک دیکھا  
سمجھا اور ربانی مطالب کی تشریح  
اور تدقیق پر غور و خوض کیا۔  
چودھویں صدی مؤرخہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء

حیرت صاحب کی انسانی کمزوری نے سرسید کے ساتھ جو کچھ سلوک  
کیا ہے اس کی بابت میں مضمون کے شروع میں یہ ظاہر کر چکا ہوں کہ خاص  
خاص اغراض کو مد نظر رکھ کر میان حیرت نے تفسیر سرسید کے متعلق

حمایت کا بیڑا اٹھا کر ۹۸ء میں موافقانہ پہلو اختیار کیا تھا جس سے حیرت صاحب ہرگز انکار نہیں کر سکتے اور اگر شاید وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہو کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ دراصل اس وقت ان کا خیال سرسید کے تفسیر کی بابت وہی تھا جو دوہویں صدی میں ظاہر کیا تھا تو ان کا یہ کہنا اور بھی لغو ہو گا اس لئے کہ میان حیرت کی اور کتب جو موجود ہیں اور جن میں تفسیر ہی کی وجہ سے سرسید پر لعن طعن کر کے ان کو مقابلہ کا چیلنج دیا تھا جو دوہویں صدی اخبار والے مضمون سے بہت پہلی کی تصنیف ہیں چنانچہ مسدس حیرت میں بھی مفصلہ ذیل اشعار ہیں جو ۹۸ء سے بہت پہلے کی تصنیف ہے۔

یہ تفسیر جو تونے کی ہے قرآنی  
جہاں منعقد ہوے مجلس عیانی  
ہر اک غمیں ہوے ذکی اور خردو  
تو ہے کتنے پانی میں پھر لکھو پانچون  
وہیں ساری مجلس کو اسکو کہا دو  
تیری عقل و دانش کو یکسر وہ سمجھے  
جو کہ ہمیں کہوں اسکو دلیں تو جانچے  
جو اہر جو اسمیں ہیں پھر اسکو پہر کہے  
تو پھر مفسد راہ ملت کو کہو دے

یہ ہے شوق اے سید خاندانی  
سنوں اس کا مطلب میں تیری نانی  
وہاں مجمع ہوین عالم بھی اکثر  
ذکاوت تو پھر فہم کی تیرے دیکھوں  
جو ہیں گو عقل کو تیرے پر کہوں  
ہر ایک شخص پھر تیری فطرت کو دیکھے  
تو پھر تو بھی وہاں میری رائے کو دیکھو  
تو قرآن کے مطلب کو مجھ سے ہی سمجھے  
یعقلی عقیدے تیرے دور ہوین

طریقیت کا گھر تجھ کو مفہوم ہوے  
تو ظالم سے پھر واپس مظلوم ہوئے  
نہ دم ایسی فطرت کا ہرگز بھرت تو  
یہ نیچر کا پٹا مجھے بھی پہنا دے  
کہ سید ہی سمجھا ہے یسین یا رب

شریعت کی راہ تجھ کو معلوم ہوے  
تو پھر اپنی را سے معنوم ہوے  
نہ خود ہوے طرہ نہ مگرہ کرے تو  
وہ ایک ایسا سا مجھ کو بنا لے  
تو پھر مین بھی کرنے لگوں ایسے دعوے  
(مسدس حیرت حصہ اول صفحہ ۶۶)

وہ جاہل ہوا ز علم احداث قرآن  
فقط اپنی ایک عقل ہو ٹڈی سے ناوان  
وئے نہ رکھانے مین بان باریا ہے  
رسولوں کے معجز کو ایک کہیل سمجھے  
فقیہوں کے قولوں کو رد کر کے پیٹکے  
سنوں کان تم کہہ کے یہ قول عالی  
تہمین چاہتا ہے کہنا ایمان سے خالی  
کہرو اپنے فعلوں کو ہرگز نہ یہاں گم  
جہان مگور ہینا پڑے گا برابر  
لکالے خرافات ہین اس میں جو جو  
مٹے تو اسی پر مین ہانی مولی  
عبادت ہے یہاں جہالت کی یارو

جو بانی ہے اس قوم ملعون کا یہاں  
حدیث رسل کا وہ کرتا ہے بطلان  
غرض اسکو کفر اور ایمان سے کیا ہو  
فرشتوں کا قائل نہ شیطان کو مانے  
نہ قول نبی کو ذرا دل میں چاٹنے  
الا ہی تمام اس کے حالی مولی  
تمہارا ہے یہ پیر نیچر وہ چسالی  
تہمین کفر و ایمان روشن ہو کر تم  
جہنم کے سب مین تمہارے یہ رہبر  
کہہی کرتا ہے مختصر وہ قرآن کو  
یہ تفسیر سید ہے نیچر کی بانی  
وہ کہتا ہے یہ حج بیت الحرم کو



<p>۱ سے پھر عبادت اکبر ہی سمجھو بگڑتے ہیں وہاں جلا کے کثرت جاہل نہ تھی جنگی عزت نہ تھے وہ گرامی پوہین پھرتے تھے جیسے در بہکاری نہ ان کے سوا دامین اور آسے</p>	<p>کمان گرد پھر کر ہے پتھر کو بہو مو وہ کعبہ ہو بس اتوڑا دینے قابل فقط ایسے دو چار ہائی موالی وہ کاوت سے عاری و خروسی و خالی یہی ہیں جو سید پر ایمان لائے</p>
---	---

جب پیر نیچر نے قرآن کو کفار کی تاریخ سے مطابق کیا اور حدیث رسول اکبر کو اُس کے آگے بے حقیقت سمجھا تو اس وقت یہ اپنے آپ کو پکا مسلمان کہنے لگے اس لیے کہ اب ہم نے قول خدا اور رسول کو بالکل رد کر دیا اور یہ ان نیچر یون کا دعویٰ ہے کہ جب تک کوئی شخص اس قابل نہ ہو جائے کہ ترویج کلام نبی صلعم کرے تب تک وہ اس کے قابل نہیں ہے کہ اس کو مسلمان کہیں۔

مسدس حیرت صفحہ ۱۲۸ حصہ دوم مطبوعہ ۱۸۸۹ء

مذکورہ بالا اشعار اور عبارت سے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ سیر سید کی تفسیر کی بابت ابتدا حیرت صاحب نے محض شہرت حاصل کرنے کی غرض سے ایسے مخالفانہ خیالات ظاہر کئے تھے لیکن ۹۸ میں یکایک حمایت کا پیر اٹھایا جس سے ان کے اغراض اور دلی مرادیں پوری ہوئیں تو پھر کرن گزٹ میں اس مرموم کو گالیان دینی شروع کر دیں جو مذکورہ بالا مضمون کی بائیں کلم سے ظاہر ہے جو بحث مسدس کی بابت کی گئی ہو

امید ہے کہ ہمارے اصل مدعا کو جو یہ ہے کہ حیرت صاحب کی مخالفت اور ان کے اغلاط بے ایمانی کی بنیاد پر ہوتی ہیں ثابت کرنے کے واسطے بالکل کافی ہے اس لیے دونوں شمس العلماء کے متعلق حیرت صاحب کی انسانی کمزوری کا اظہار کسی قدر مختصر طور پر کرونگا۔

# شمس العلماء، الطاف حسین حالی صا حیرت جیسا کی انسانی کمزوری کی نظر عنایت

حالی صاحب نے کسی جگہ لکھ دیا تھا کہ میری مسدس اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ مسلمان اس کو مولود کی مبارک تقریب میں بیٹھتے ہیں حیرت صاحب اس کی گس طرح برداشت کر سکتے تھے چہرہ مسدس حصہ دوم کے دیباچہ صفحہ ۱ پر اسکی تردید کر کے لکھا کہ دو اگر مان بھی لین کہ وہ مولود میں بیٹھ ہی جاتی

ہے پھر بھی اس سر اسر شرک بدعت کی جگہ میں اس کا پڑھا جانا یہ کچھ اُس کی عزت ہوئی یا ذلت، لیکن کرزن گزٹ مورخہ ۳۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۴۸ پر ایک مولود شریف کی تحفل کا تفصیلی بیان کرتے ہوئے حیرت صاحب لکھتے ہیں ”ہم ایک رئیس کے ہاں مولود شریف کی مبارک تقریب میں مدعو تھے،“ نیز گزٹ مورخہ ۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳۴۸ پر اپنے فرضی مریدوں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے ”مولود کہلو! اور ضرور کہلو! لیکن ملاؤن کو ایک پیسہ نہ دو۔“

اسی طرح سے شمس العلماء صاحب نے چند شعرا میں کی بابت لکھے تھے ضہین سے ایک یہ ہے۔

بس اے نا اُمیدی نہ یوں دل بچا تو: جہلک اے اُمید اپنی آخر دکھا تو  
اس کی بابت حیرت صاحب نے حالی صاحب کو مشرک بنا کر خوب بے دے کی ہی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

امیدوں کو حاجت روا اپنا کرنا بیخوش۔ غضب کفر کا ہے بہت اس میں کھشکا  
لیکن جب حیرت صاحب مقدمہ تفسیر لکھنے بیٹھے اس وقت صفحہ ۲۸ پر روبرو  
دوسرے مقامات پر کرزن گزٹ میں امید کو ایسے ایسے لفظوں میں مخاطب کیا  
ہے جو حالی صاحب سے کہی درجہ بڑھ کر ہیں چنانچہ لکھا ہے ”امید انسان کی  
حقیقی ہمدرد اور سچی دُہارس بند ہوانے والی ہے امید قید می کو قید خانہ  
میں زندہ رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔“

اس کے علاوہ مسدس حصہ دوم صفحہ ۶۷ پر حالی صاحب کے ان اشعار کی تردید

میں جنہیں انہوں نے مسلمانوں کو کام کاج کرنے افلاس سے نکلنے اور روپیہ  
کمانے کی ترغیب دی ہے حیرت صاحب ناصحانہ طور پر خفا شعار کہتے  
ہیں اُن میں سے ایک شعر یہ ہے شعر  
غرض مال و دولت سے تم بہاگو ایسے : کہ بہاگین کمانوں سے ہیں تیر جیسے  
اور پھر صفحہ ۱۷ پر حیرت صاحب لکھتے ہیں۔

بہا جب رسول خداوند برتر : ہمارا جو اصلی ہے ہادی و رہبر  
اسا ایسے نفرت ہے دولت سیکس : دعا تھی کہ ہوں میں غریب اور بے زر  
تو پھر اسکی امت ہو دولت کی خواہان : کہ جس کا بنی تھا بہت جس سے ترسان  
تو پھر اس سے کہتی محبت ہو کب وہ : کہ کرتے ہو دولت کی کیسے طلب وہ  
پھر اپنے کو کہتے ہے امت غضب وہ : جو چاہے کہ امت میں داخل ہو اب وہ  
کہ جسے جو علم کی اور ہنس کی : طلب ہو ولیکن نہ کچھ اس میں ندر کی  
ولے حالی کہتے ہیں دولت کماؤ : اور ایسی حماقت سے تم باز آؤ  
رسول خدا کی نہ باتو پسہ جاؤ : اور صبر کو تم اپنے خیا لوں کو لاؤ  
کہ پاؤ گے دولت سے تم خوب عزت : بڑھگی بغیر اس کے حرمت نہ شوکت  
اب ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ میان حیرت نے اپنے دعوے کے موافق  
جو پہنے حاشیہ پر نقل کر دیا ہے بہر حال

حاشیہ پہنے اخبار البدینین بعض جگہ اس مسدس کے اشعار سے استدلال  
کیا تھا اس پر میان حیرت نے اسوقت گہرا کر جھٹ یہ کہہ دیا کہ مذہبی معاملات

(بقیہ جاشیہ صفحہ ۱۴۶) میں اشعار سے استدلال کیوں کرتے ہو اس لیے  
میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اول تو  
حیرت صاحب نے مسدس میں یہ شعر لکھا ہے۔

نہ دخل اس میں رائے کو میں نے دیا ہو، حدیث و قرآن سے ہی جو کچھ لیا ہے  
دوم دیا ہے صفحہ ۷ و ۸ پر مسدس کی بابت مفصل ذیل الفاظ میں دعویٰ کیا ہے  
وہ زمین اپنی نظم کو ابائی بھٹھری سے تشبیہ دیتا ہوں اس لیے کہ یہ سوال دینی ہے کہ  
جب میں نے اقتدر جل شانہ کے قول اور رسول مقبول صلعم کی حدیث صحیح  
مرفوع متصل کا ترجمہ نظم میں کیا ہے تو مجھے کیونکر بتایاں ہو گا کہ میں اس کلام  
کو ابائی بھٹھری سے تشبیہ دون بلکہ اگر یہ کہوں تو سزا ہے کہ میں نے دہلی  
اور لکھنؤ والوں کے واسطے بلکہ کل مسلمانوں کے واسطے اور منصف مزاج  
بہائی ہندوؤں اور عیسائیوں کے لیے ایسا مترخوان بچایا ہو گا جنہیں وہ وہ  
کھانے چنے جائیں گے کہ جن کا مزاج تو کبھی کسی زبان نے چکھا اور نہ کبھی اسکا  
وصف کسی کان نے سنا اور نہ کبھی اسکا حسن کسی آنکھ نے دیکھا،

میان حیرت نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم اس کلام کو سمجھ بھی نہیں سکتے ہو سو دراصل  
ہمارے مولیٰ سمجھ میں ایسے پہیلیاں نہیں آتی ہیں مہربانی کر کے ہکو یہ سمجھا دیوین  
کہ دراصل اسمین پرہید کیا ہے شمس العلما پر نگہ چینان کرتے وقت تو مسدس  
قول خدا اور احادیث صحیح مرفوع متصل کا ترجمہ تھی لیکن اب والاشعر ابقتہم  
الفاوون کے مصداق ہو کر قابل اعتبار نہیں رہی یہ کیا معنی ہوا یا یہی ایسی  
انسانی کمزوری کی غلطی ہے یا اسمین کچھ اور پرہید ہے۔ فقط۔



یہ مذکورہ بالا بحث آیات قرآنی اور احادیث صحیح مرفوع متصل کا ترجمہ کر کے حالی صاحب کے مقابلہ میں پیش کئے ہوں گے یہ خیالات انہوں نے حیات طیبہ صفحہ ۲۰ اور گزٹ مورخہ ۸ جون ۱۹۰۳ء میں ظاہر کر کے اپنی اس را کو تواتر پر پہنچا دیا ہے لیکن دولت کی بابت حیرت صاحب نے مقدمہ تفسیر میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں جو صفحہ ۱۸۷ کے حاشیہ پر مد نظر میں ہیں جو سابقہ بیان سے مختلف ہیں ایسے دریافت کرتا ہوں کہ آیا آپ کی یہ باتیں انسانی کمزوری پر دلالت کرتی ہیں جو کچھ آپ اسکا جواب دیں گے اسکی معقولیت کا فیصلہ میں ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

شمس العلماء ڈی نذیر احمد خان صاحب  
حیرتِ جہاں کی انسانی کمزوری کی  
نظر عنایت

# حیرت کی حیرانی حصہ دوم

## حیرت صاحب کے چیلنج کا جواب

اس رسالہ کا پہلا حصہ بدلت ہوئی شائع ہو چکا ہے جن صاحبوں نے اسکو پڑھا ہوگا انہیں میان حیرت کی تکتہ چینیوں کے یہ ہو گئی اور ان کی ذاتی متضاد خوبیوں کی حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی جو مختصر یہ ہیں کہ وہ مولیٰ کریم کی طرف سے بقول خود بدلتہ الہام ایسی سچ و مجدد چنے جا چکے ہیں جس کی بڑی بہاری دلیل انہوں نے پیش کی ہے کہ انہوں نے کبھی کسی مولوی کے آگے زانوئے شاگردی طے نہیں کیا ہے اور ایک حرف بھی انگریزی فارسی عربی یا فلسفہ کا نہیں پڑھا، گو یا بالفاظ دیگر وہ جاہل کندرہ ناتراش ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی خود انہیں کے قول کے موافق الہامات کی حقیقت تخیلات سے زیادہ نہیں ہے جو مسلمانوں نے یہود اور نصاریٰ سے مفلائے طور پر حاصل کر کر اختیار کر لئے ہیں نیز سیمیت اور مجذبت کے دعاوی حیرت صاحب کے نزدیک لغو اور یہودہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت و محبت سے بے بہرہ کرنے والے بدنحسی کے باعث اور دین اور دنیا میں روسپاہی مول لینے کے اسباب ہیں اور حیرت صاحب نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ مولویوں کی صحبت میں بسر کیا ہے سبقتاً سبتاً عنی پرھی ہے اور یورپ کے تمام فلسفیوں کی کتب بھی کسی انگریز سے سبقتاً سبتاً پرھی ہیں۔ حیرت صاحب کی ان غویہوں پر تفصیلی بحث حصہ اول میں کر دیا ہوں اس لیے اس جگہ اس قدر اشارہ کر دینا کافی ہے میں نے حصہ اول کے ابتدائی کچھ صفحات میں یہ بار بار ظاہر کیا تھا کہ دوسرے حصہ میں ان تمام اعتراضات پر بحث کر دوں گا کہ جو حیرت صاحب نے کرزن گزٹ کے ذریعہ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی بابت کئے ہیں لیکن جب ان تمام نکتہ چینوں کو مزید توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دو طرح کے اعتراضات ہیں۔

اول وہ چینین چلیج کا رنگ پایا جاتا ہے اور مختلف امور پر بحث کرتے ہوئے اپنی مختلف غویہوں کو بالمتقابل پیش کر کے نہایت تنوخی اور ناز سے اپنے تئیں حضرت اقدس کا ہم پلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور انکو مناظرہ کی واسطے طلب کیا ہے۔

دوم وہ اعتراضات ہیں جو معمولی طور پر دوسرے معترضوں کی طرح کر کے ان کے جوابات کا مطالعہ کیا ہے اس لیے ان دونوں قسم کی نکتہ چینوں کو میں نے علیحدہ علیحدہ دو حصوں یعنی حصہ دوم و سوم میں تقسیم کر دیا ہے دوسرے حصہ میں اول قسم کی اور تیسرے میں دوسری قسم کی نکتہ چینوں پر بحث کر دوں گا۔

حیرت صاحب کی پہلی قسم کی نکتہ چینوں کی دو تہیں ہیں یعنی دو طور پر حیرت صاحب نے حضرت اقدس کو بالمتقابل چلیج دیا ہے

پہلی شق یہ ہے کہ انہوں نے صرف مناظرہ کے واسطے جولاہور میں کیا جاوے  
حضرت اقدس سے درخواست کی ہو  
دوسری شق یہ ہے کہ اقل اپنی تمام مصنفہ کتب کو حضرت اقدس اور احمدی عت  
کے سامنے پیش کر کو ان کی کثرت اور خوبی پر گہمند کیا ہو اور بعد ہنایت متکبرانہ  
طور پر اپنے ایک خاص مضمون کو پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہو کہ حضرت اقدس اور احمدی  
جماعت ان کی اس مضمون کے موافق چند سطور بھی نہیں لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر وہ  
لکھیں تو میان حیرت با پنجو روپیہ انعام دین گے ان مذکورہ بالا دو شقوں کے  
متعلق اس میں مختصر بحث کرتا ہوں۔

شق اول کی بابت اصلی بحث کرنے سے پہلے میں حیرت صاحب ان پانچوں پر  
ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں جو انہوں نے دوسری مشاہیر قوم مثلاً سر سید  
شمس العلماء، نذیر احمد صاحب شمس العلماء، صاحب اور مولانا شبلی صاحب  
وغیرہ وغیرہ کو ذوقاً و تواتر سے دیکھے ہیں ان سے حیرت صاحب کی اس عادت کا پتہ  
لگ جاوے گا کہ وہ کیسی چھوٹی بے بنیاد باتوں سے کام لیتے اور مختلف طرح کی خیال  
بازیوں سے اشتغال دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح حیرت صاحب  
کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاویں مثلاً اس زمانہ میں جبکہ وہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب  
کے پیچھے پنجہ جہاز کر رہے تھے کہ زن گزٹ مورخہ دسمبر ۱۹۰۱ء پر بغیر کسی  
ثبوت کے شیخیان گہارہ سی حقین کہ حامل بخوری کے جواب کہے معنی ہیں لاکھ  
خود بدولت کو ڈپٹی صاحب نے منہ بھی نہ لگایا تھا پھر اجوری ۱۹۰۲ء کو  
محض اشتغال دلانے کی غرض سے لکھا کہ وہ عربی کے نام کا ایک حرف بھی نہیں

جلتے صرف پڑ پائے ہو اب اندھ کر ہی ہے جب اس بہبودگی سے بھی کام نہ  
 نکلا اور انہوں نے توجہ نہ کی تو آخر یہ ابا رچ کے اخبار میں یہ طوفان اٹھا دیا کہ  
 چال بجنوری نے میرے پاس ایک دمی کو پہنچا کر یہ التجا کی ہو کہ میں اُن کے متعلقہ  
 تحریرات کے سلسلہ کو بند کر دوں جب ڈپٹی صاحب کی بہاری ہیر کم اور میں  
 طبیعت نے باوجود اس بہتان کے بھی حیرت صاحب جیسے انسان کو مونہہ  
 لگا لگا کر انہی کیا تو دوسرا ناظر اختیار کر کے جھٹ بیہ لکھ دیا کہ فاضل بجنوری نے  
 ہمارے خریداران کرزن کزٹ کے ناموں کے فارم چور لائے ہیں جب اس سے  
 عی کام نہ نکلا تو اور نئی چال چلے یعنی نچری گروہ میں اشتعال پیدا کرنے کی غرض سے  
 ۸ اپریل ۱۹۰۲ء کے اخبار میں یہ لکھ دیا کہ فاضل بجنوری مذہبی خیالات میں سیر  
 کو اچھا نہیں سمجھتے اور کہ یہ الفاظ میں سید مرحوم کا نام لیتے ہیں۔ اس کہنے کا  
 کچھ حرج نہ تھا اگر حیرت صاحب ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء اور ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء  
 نیز اور چند مقامات پر ڈپٹی صاحب کو سرسید کا حواری قرار دیکر اور ان کو  
 مخی طہ کر کے سرسید کی تفسیر کے متعلق اپنے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے  
 ان کو چیلنج نہ دیتے اصل خیارات موجود ہیں۔ عامیاء طبعیین غور کر کے حقیقت  
 حالات پر پہنچنے کی کوشش نہیں کرتیں ورنہ اگر اخبار اور حیرتی تصانیف  
 کو غور سے دیکھا جاوے یا میرے پاس کوئی اگر سمجھے تو میں اطمینان کر سکتا  
 ہوں کہ تمام مشامیر قوم کو چیلنج دینے کی حالت میں حیرت صاحب نے اسی  
 قسم کی بال باز زبان برتی ہیں کہ ایک وقت ایک بات کو مفید مطلب پاکر  
 اپنی نائید میں پیش کر دیا ہے اور دوسرے موقع پر دوسری ضرورت کے



حالت میں اس کی تردید کر دی اور نہایت ہی دریدہ دہنی سے ان پر حملے کیے  
حیرت صاحب کے لئے ان بزرگوں کا مقابلہ میں آنا انتہاء درجہ فخر کا باعث ہو  
جاتا اگر وہ مقابلہ میں آجاتے لیکن اس مسکین کی قابلیت سے وہ نام خوب  
طرح سے واقف تھے کبھی بھی کسی منہ نہ لگایا اور اتنا بھی سکو فخر نہ دیا کہ نظر  
اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے اُن کا ایسا کرنا میان حیرت کے لئے موت سے  
بھی زیادہ شاق ہوا جب کسی نے بھی انکو قابل خطاب نہ سمجھا اور تمام طرف سے  
نامراد رہے تو ان کی نظر میں قادیان کی طرف اٹھیں کہ شاید سابقہ ناکامی کا اسی  
ذریعہ سے کچھ علاج ہو جاوے اس غرض کی تکمیل کے لئے کرن گزٹ موٹر  
یکم اپریل ۱۹۰۳ء میں یہ ہتیمیدی مضمون لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب  
کے متعلق عالمانہ بحث کا دروازہ کھول دیا جاوے عایمانہ بحث سے جھگڑ  
سمحت نفرت ہے جو طرفین سے ہو رہی ہو انشاء اللہ جب میری تحریری  
بحث شروع ہوگی میں اس بات کو دکھلاؤں گا کہ نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ خود  
مرزا صاحب کے مرید بھی تعریف کریں گے اور جب مولوی حکیم نور الدین صاحب  
بھی خوش ہوں گے کہ بحث ایسی ہو اگر تہیہ کوشش کی جاوے گی کہ مرزا صاحب کے  
مقابلہ میں ایسے دعویٰ کیلئے جاوے جنکو دلیل کی ضرورت نہ ہو کوئی لفظ خلاف  
شان مرزا صاحب کے یا آپ کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مرید کے ہرگز نہ لکھا  
جاوے گا میرا خیال یہ تھا کہ اس وقت طرفین کی طرف سے بازاری بحث اور مباحثہ  
کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور بڑے روز سے گالیان کی عمارتیں ہیں اس لئے میں مصلحتاً  
خاموش ہوں کہ یہ طوفان بے نتیجہ ہو تو شاید سبکی اور تہذیب سے گفتگو

کرنے کا موقع ملے۔

حیرت صاحب کی مخالفت کی بابت یہ ابتدائی تحریک تھی۔۔۔۔۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حیرت صاحب نے ابتدائی تحریک میں جو دعوے کیے ہیں انکو کس حد تک نبھایا ہو ایک دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ مرزا صاحب کے یا ان کے کسی مرید کے خلاف شان وہ ایک حرف بھی نہ لکھینگے۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے مقابل میں وہ ایسے دعوے کریں گے جنکے لئے دلیل کی ضرورت نہ ہوگی پہلے دعویٰ کی بابت باوجود تحریری اقرار کے حیرت صاحب نے اپنی اخلاقی حالت کا سخت ناپاک نمونہ دکھلایا ہو میں بطور نمونہ کسی قدر فقرات حیرت صاحب کے ان مضامین سے نقل کرتا ہوں کہ جو انہوں نے مرزا صاحب کی تردید میں لکھے ہیں اور جن سے حیرت کی اخلاقی کمزوری کا ثبوت ملتا ہے وہ فقرات یہ ہیں۔

دریہ وہیں نہام رہا تھی آپ اہل ٹبر سے ہیں جیسے چھوٹا ظرف زیادہ پانی سے چھلک جاتا ہے گو یہ کارہے ولا اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتا ہو۔ ہر ایک برائی اور شرارت کی ایک حد ہوتی ہو مگر تمہاری بے اعتدالیوں کی کوئی حد نہ رہی۔ ذیل آدمی کیا پیدی اور کیا پیدی کا شور یہ اپنے حواس خمسہ کی اصلاح کر تیری مستانہ وار بڑا عیو ظالم انسان تو بڑا نکٹ ہا ہو مرزا صاحب نے لٹیا ڈبو دی۔ تو ایک ہرقانی شخص ہو وہ ہرقانی دماغ تم کس بات پر اکر رہے ہو تمہاری ہفوات سگ کتا سور شقاوت قلبی تمہاری پہلی باتیں تمہارے دل میں شرارت بھری ہوئی ہو تم جیسا گستاخ کوئی نظر نہیں آتا۔  
پوستی ٹبر اپنے میں عاقبت خراب کرتا ہے سرکش کس بات پر اکر رہا ہو شور

اور کہتے جھک مارتا اور کفر کہتا ہو خیر چشم سرکش شریر و نصیحت النفس زبان دراز  
 اگر تم انسان ہو تو سمجھ سکتے ہو خیر نہیں کہ تم کس خیر کے بنے ہوئے ہو تمہاری  
 ہیکی ہیکی باتیں۔ بدھواس۔ بات کرنے کا تہمین سلیقہ نہیں۔ کاٹ کہا نے کو دور کرتے  
 ہو حکیم نور الدین سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ ایسے شریر اور گستاخ شخص کو  
 راست باز بن کر کہہ سکتے ہیں بد نصیب ازنی بد نصیب۔ ابد فریب تو نے یہ بھڑے  
 اور بھانڈوں کو پرے بٹھایا چالاک فریبی چال باز ہر زبان بکتا ہو بیباک یہ ظلم  
 تو نے اپنی جان پر توڑا ہو اس کی نہ تو یہ قبول ہو اور نہ نجات پاسکتا ہو۔ تم چھوٹے  
 اور تمہاری ہفتاد و پست جھوٹی نم اپنی گورین انکار سے بھرتے ہو یہ چوندر رہے جسے  
 جیسی کا تیل ڈالا ہے کم ظرف ہو مثل اس کتے کے ہو کہ جو گھر کا نہ گھاٹ کا،  
 یہ ہو وہ گانی گلوں جو حیرت صاحب نے مرزا صاحب کے مقابلہ میں کہی ہو بات  
 یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی فطری خباثت سے لاچار ہوتا ہے جس حالت میں کہ گتہ  
 چینان کرنے سے پہلے یہ وعن کیا تھا کہ نہایت شائستگی اور تہذیب سے حیرت  
 صاحب بات کریں گے اور عامیانہ بحث سے انکو سخت نفرت ہو تو خیال کیا جاسکتا  
 ہو کہ ان کی یہ تمام مذکورہ بالا گالیاں بہر حال عالمانہ بحث میں داخل نہیں جب انکی  
 عالمانہ بحث کا حال یہ کچھ ہو تو یہ معلوم عامیانہ کیسی ہوگی میں حصہ اول کے  
 صفحات ۹۷ تا ۱۰۹ پر ثابت کر چکا ہوں کہ حیرت کے لئے یہ ناممکن بات ہو کہ وہ  
 بغیر گالی کے بات کر سکے ایسے شخص سے کب یہ امید کی جاسکتی ہو کہ وہ معافہ  
 کی حالت میں اپنی زبان و قلم کو شائستگی کے ساتھ استعمال کرے گا۔  
 دوسرے دعویٰ کی بابت اب میں تو یہ کرتا ہوں جو حیرت صاحب نے یہ کیا ہے

کہ مرزا صاحب کے مقابل میں ایسے دعوے کیے جاویں گے جو دلیل کے محتاج نہ ہوں  
اس دعوے کی حقیقت دو کاموں کے ذریعے سے مختصر اظہار کرتا ہوں  
واہنی طرف کے کالم کی عبارت ان مضامین سے نقل کروں گا جو حیرت  
صاحب نے حضرت اقدس کے متعلق بطور نکتہ چینیان شایع کی ہیں اور  
جنکی بابت ان کا یہ دعوے ہو کہ وہ کوئی دعویٰ یعنی نکتہ چینی ایسی نہیں کریں گے  
جو دلیل کی محتاج ہو بالیکالم کی عبارت بعض جگہ انہیں مضامین سے نقل کی جاوے  
گی اور بعض جگہ دوسری حیرنی تحریرات سے اور جو ریاکارک میں اپنی طرف سے  
کروں گا وہ خطوط و حدیث میں لکھوں گا۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی دہائیں  
بند تھیں تو صرف یہ خیال کر کے کہ جتنے پیشوا  
دین ہوئے ہیں سب پر بیٹا پڑی ہے  
یہ خیال ہے تو دل خوش کن مگر مرزا  
صاحب اور ان کے معتقدین پر زیادہ  
چسپان نہیں ہوتا کیونکہ ان پیشواؤں کو  
ان کی قوم نے صرف اس لیے ستایا تھا  
کہ وہ خدا و وحدہ لا شریک کی پرستش کے  
یہ بلاتے تھے۔

کرزن گزٹ مئی ۱۹۰۴ء

مسلمانوں میں بیانت کوٹ کوٹ  
کر بھیر گئی ہو اور وہ انجیل پر عمل کر رہے  
ہیں مقدمہ تفسیر صفحہ ۶۰۰ اس سے  
کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خدا پرستی کے  
اعتبار سے زمانہ بہت ہی خراب ہو شاید  
اس سے صدی دو صدی یا کئی  
صدی پہلے یہ بات نہ ہوگی خداوند کریم  
کے مقابل میں ہر قوم نے لیستہ جدید  
معبود بنائے ہیں اور انہیں سے  
مشکل کشائی چاہتے ہیں مسلمان

داناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ جس حالت میں مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر نئے نئے معبود بنائے ہیں اور وہ انجیل کے عامل ہو گئے ہیں تو اس سے مصلح کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور حیرت صاحب گزٹ مورہ اپریل ۱۹۰۲ء پر مرزا صاحب کی سیحمت اور ان کے دوسرے دعاوی کو امکا فی طور پر تسلیم کر چکے ہیں تو مرزا صاحب کے مریدوں کا مرزا صاحب کی بابت جو دوسرے

ہوں یا ہندو دونوں قومیں خدا اور برہمن کو بھول گئی ہیں اور دونوں ہی کے جُدا جُدا معبود قائم ہو گئے ہیں۔ ہاں یہ دونوں کی مشابہت ہے کہ ایک دوسرے کے معبود و کنوکر کہتے ہیں حالانکہ انکو کوئی حق نہیں ہے اب مسلمان اور ہندوؤں میں جتنے فیرق ہیں سب نے اپنے اپنے معبود علیحدہ علیحدہ بنا کر کہے ہیں گزٹ مورہ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء و یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔

پیشواؤں کی طرح مصلح ہونے کے غمی ہیں دوسرے پیشوایان دین کے حالات پر قیاس کرنا کسی طرح سچا نہیں ہے۔ یہ معلوم ہے کہ مرزا صاحب بھی خدا و صفہ لاشریک کی پرستش کے لئے بلاتے ہیں کسی مثلث نمس یا مسدس خدا کی پرستش کے لئے نہیں بلاتے ہمارے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حیرت صاحب کی نکتہ چینی دلیل کی محتاج ہے اس لئے کہ خود انہیں کے قول کے موافق مسلمان مشرک ہو گئے ہیں اور مرزا صاحب انکو خدا سے واحد کی طرف بلاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ہزار روپیہ کا شہادۂ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر آپ (مرزا صاحب)



مقدمہ تفسیر کے کل مضامین میں سے  
ایک کی شکل بھی لکھ دیں تو آپ کو پانچ سو  
روپیہ انعام دیتے ہیں۔  
گزٹ مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۲ء

(ب) علی الاعلان تجھے (اڈیسر سپر  
اخبار) اور تیرے پروردہ نشین حمایتوں  
کو آگاہ کرنے ہیں کہ اگر یہاری کسی بات  
کا بھی جواب معتبر علماء اہل سنت کے  
اقوال سے دیدیا تو فی جواب ستور و پیہ  
نکلو دیں گے۔

گزٹ گزٹ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء  
(ج) اگر علامہ مصنف (مولانا شبلی مصنف  
سیرت النعمان) ان لفظوں کو کسی  
محقق مورخ کی تحریر میں دیکھا دیں تو  
ایک ہزار روپیہ انکی نظر کرتے ہیں۔  
حیات اعظم مصنف حیرت صاحب صفحہ  
۱۲۱۔

دیدیا کہ جو کوئی اس کا (یا میں احمد بکا)  
جواب لکھا اُسے دیئے جاویں گے اس  
قسم کی تحریرات اور اشتہارات اگرچہ  
عوام الناس کو خوش کرویتے ہیں لیکن  
عالی ظرف اور متین اشخاص سخت  
حقارت سے دیکھتے ہیں اور ہنستے ہیں  
اس کی ضرورت نہیں کہ فضول عو  
سے اپنی قابلیت منوای جاوے۔

گزٹ گزٹ مورخہ ۸ اپریل ۱۹۰۲ء  
(اس کا کو بھی پڑھ کر ناظرین حیرت  
صاحب کے دعویٰ کی لغویت سمجھ گئے  
ہوں گے کس قدر تعجب کی بات ہو کہ مرزا  
صاحب کے انعامی اشتہار پر حیرت صاحب کے  
ہم فطرت اشخاص ہنستے ہیں اور اُسے  
حقارت سے دیکھتے ہیں لیکن اہل تحریک  
کو پورے تین مہینہ بھی گزرے نہیں  
پائے کہ مرزا صاحب کو حیرت صاحب  
انعامی جلیغ دیدیا اور انکے عالی ظرفوں  
نے انکی اس حرکت کو حقارت سے بھی نہ دیکھا سب سے زیادہ تعجب کی یہ بات

ہو کہ میان حیرت کی دوسری تحریراتین بھی انعامی دعاوی کا یہ ملتا ہو کیا ایسی حالت  
میں حیرت کا اس بارے میں نکتہ چینی کرنا انصافی اور کم ظرفی نہیں ہو اور ان کا وہ  
دعویٰ جس پر یں بحث کر رہا ہوں یہ وہ نہیں ہے۔

عس جتنی وجہاں یا الہا آپ پڑنا ہوئی  
آپ کی کمزوری دماغ یا کورویہم کی مناسبت  
سے آپ یہاں کہاں تک خیالی  
دیون اور الہاموں کی دلدل میں  
پھنسے رہو گے

گزٹ موضع ۲۳ جون ۱۹۰۴ء  
(حیرت صاحب کی عجیب منطق  
ہو کہ سارے الہامات کو کمزوری دماغ  
اور وعدہ کی خرابی کا باعث سمجھنا نا  
انصافی بھی ہو اور سارے الہامات کا  
باعث یہی ہیں)

مسیہ کہنا سخت نا انصافی ہو گی کہ جتنے  
الہام مرزا صاحب کو ہوئے وہ یا تو  
دماغ کی کمزوری اور وعدہ کی خرابی سے  
ہوئے یا انہوں نے زبردستی جید عربی  
یا فارسی یا اردو کے جملہ کلمات انہیں الہام  
قرار دے لیا اور جب انہیں کوئی ضرورت  
ہوئی فوراً بذریعہ شہادت کسی نہ کسی الہام  
کو مشتہر کر دیا ایسا کہ مرزا صاحب  
کے ساتھ سخت سوے ادبی اور  
نا انصافی ہو

کرزن گزٹ موضع ۲۳ اپریل ۱۹۰۴ء

ہندوستان جرنل

اور طاعون و قحط

میں تو نے تو یہ دعویٰ کیا تھا کہ دنیا میں  
میں تلو کر لیا تھا نہیں بلکہ صلح کے ساتھ  
بھیجا گیا ہوں اور جہاد کو برا سمجھتا ہوں  
اور میرے معزز اور غافل دوست سچ

بتا کہ اس سے زیادہ ظالمانہ جہاں بھی کسی نے کیا ہو فولا کی تلوار سے نہ سہی تو اپنی قول کے موافق طاعون کی تلوار سے آپ تک کر ڈر رہا بندگان خدا کا قتل کر چکا ہو مگر کچھ بھی بس نہیں۔

خدا سے ڈرو اور ایسی الٹی سیدھی باتیں نہ بناؤ جن سے تم ہی ملزم بنائے جاؤ۔ خداوند تعالیٰ کے کارخانے میں کسی کو دخل نہیں اسکی نگاہ میں سب بندے برابر ہیں وہ ایک شخص کے لئے دوسرے کو قتل نہیں کرتا جو تو ان میں روزِ نازل سے اُس نے مقرر کر دیئے ہیں بدلنے والے نہیں ہیں قرآن مجید میں اس نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں کیا کل ممالک میں وہاں کی آپ ہو کے موافق مختلف امر ایضاً پیدا ہوتے ہیں وہ کہہ ہی ہو کی خبری یا پانی کی غلاظت ما اور بے اعتدالیوں کی وجہ سے تھکے ہوئے

چونکہ بد اعمالی کا اثر موروثی طور پر ہندو مسلمانوں کے خون میں ولایت ہوا تھا وہ برابر اپنی زندگی کے اُسی تاریک حصہ کو طے کرتے رہے اور آخر خدا کا عذاب طاعون کی صورت میں اُن پر نازل ہوا اور اُن کی جانوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ طاعون کو اس لئے عذاب خدا کہا جاتا ہے کہ لاکھوں جانوں کے برباد ہونے پر بھی بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حاذق اطباء نے اس کی ماہیت کو پہچانا اور اب تک بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد بھی یہ ثابت نہیں ہو کہ طاعون کیا چیز ہو قاعدہ ہر جب تشخیص مرض ہی ہو تو ہر کا علاج کیونکر ہو سکتا تو ہم اگر اپنے گریباختین منہ ڈالیں تو یقین معلوم ہو کہ ہماری بد اعمالی سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہو اور ہر طریقہ اس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ ہم اس سرے سے اُس سرے تک باطل مشائے

رہتے ہیں اور جن جن ممالک میں کل  
 باتوں کا انتظام ہو چکا ہو وہاں عالمگیر  
 ویلین سالہا سال نہیں آتیں مثلاً  
 انگلستان اور فرانس میں جب ہر ملک  
 نہایت ہی غلیظ اور ناپاک تھے صد ہا  
 قسم کی وباؤں کا دورا ہوا کرتا تھا مگر  
 جب سے حفظان صحت کے قوانین  
 جاری ہوئے ہیں وباؤں کا نام و  
 نشان مٹ گیا ہو اگر اردن اور یروشلم  
 کے مزارعین کے لئے بیماریوں کا طہر  
 ہو ا کرتا تو عادت اللہ کے مطابق سب سے  
 پہلے فرانس میں بیماری آتی جو تمام بدو  
 اور بد اعمالوں کا مرکز ہو اور سب سے  
 زیادہ یہ کہ وہاں خدا کی ذات پر یقین کرنا  
 جہالت اور وحشت سمجھا گیا ہو مرے کو  
 مارے شاندار۔ مرزا غلام احمد صاحب  
 قادیانی کا بھی پس مگر چلا تو غریب و ستائید  
 پر جو بالکل بے کسٹ اور بے پس ہیں۔  
 انہوں نے اپنے جلا و معبود سے کہہ کے

جائیں سیاہی حسد اور دشمنی۔ بدکاری  
 بے ایمانی و ایمان فروشی دین کے لباس  
 میں دینا طیلی پتھون کے مال پر نگاہ  
 دوسرے کی بہو پٹی پر خلافت فطرت  
 انسانی نظر بدوالتا شراب خواری و خا  
 بازی۔ بددیانتی جب یہ زبون ترین  
 افعال ہمارے روز مرہ ہو جائیں پھر کونکر  
 زیادہ میں چین سے بیٹھنے دے گا۔ اگر  
 اس وقت ایک مجموعی نظر سے کل مندرستان  
 کو دیکھا جائے تو پیرحم سے پیرحم دین  
 بھی لرزہ پیدا ہو جائے لاکھوں جانوں کا  
 صفایا ہو چکا ہے لاکھوں نیم مردہ لخت  
 میں ہیں ہزاروں گھر بے چراغ ٹپے  
 صد ہا کون ایسے برباد ہوئے ہیں  
 جن میں کوئی چراغ جلاسنے والا بھی  
 نہیں ہے خداوند تعالیٰ نے جب  
 طاعون کو ہماری بد اعمالی کی کافی سزا  
 کے لئے مناسب نہیں پایا تو اس  
 کی امداد کے لئے خط بھی بھیج دیا تاکہ

انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

کرزن گزٹ مونسہ ۵ جون ۱۹۰۷ء

جانوں کا وہ صفایا کرے اور مال پر

قحط جھاڑ دے پھر اس پر بھی اگر

باز نہ آئیں تو پھر اور سماوی آفتوں کا

بھی ہمیں انتظار کرنا چاہیے یہ ایک غیبی تنبیہ ہو چو کہ کئی سال سے دی جا رہی ہو اور  
آسمانی لاٹھی ہے جس میں آواز تو نہیں ہو کیلین ہمیں ہلاک کر کے ڈالتی ہو جا رہی  
و عائن بالکل بنا وئی ہیں دعا مانگتے ہیں لیکن غلوں کا ان میں نام ہی نہیں  
ہوتا مگر محض ہوجہ ماننے کے لیے یہ جو رائے دی جاتی ہے کہ کسی مخصوص دن  
میں گل ہندو مسلمان ملکہ دعا کرین ایک مہل راے اور بے معنی قیاس ہے  
پہلے ہم اپنے کو اس قابل تو بتائیں کہ رب الافواج کی عالی بارگاہ میں حاضر ہو سکیں  
اور جب یہ بات نہیں ہو اور ہم صاحب جبروت کے حضور میں پیش ہونے کے  
قابل نہیں ہیں تو ایسی دعا مانگنا گویا خالق حقیقی کے ساتھ ایک مضحکہ ہوگا اور اس  
مضحکہ سے بلا عالمی کی کتاب میں ایک جدید باب کا اضافہ ہو جائیگا۔

ہم اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی جو بھی ہم میں نہیں  
ہو ایک مسلمان ایک مسلمان کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو اپنے بہائی  
کے برباد ہونے سے خوش اور ترقی کرنے سے ریخیدہ ہندوؤں میں اگرچہ  
اتنی نا اہل تھی نہیں ہو لیکن پھر بھی تفریق کا اثر بین طور پر ان میں پایا جاتا ہے  
لکھ ہندو ترقی کر جائیں اور ان کی حالت کیسی ہی سرسبز ہو جائے ہیں سب  
ایک ہی قبیلے کے چٹے بٹے۔ ہم صرف مسلمانوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا  
وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور آیا وہ اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں اور کیا انہیں



یقین ہو کہ جو وعدے خداوند تعالیٰ نے اُس میں کیے ہیں برحق ہیں غالباً ہر مسلمان اس کا بشت میں جواب دے گا مگر یہ جواب ہرگز شافی نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا نے تعالیٰ تو یہ فرمانا ہی ہم دعا کرو میں قبول کروں گا، اور ہماری تمام عمر ناکین گزرتے گزرتے گزر جاتی ہے مگر ایک عابھی قبول نہیں ہوتی۔ خدا کا قول غلط نہیں ہو سکتا تو پھر لازم آیا کہ ضرور ہماری دعا میں کچھ کسر باقی رہتی ہو جس سے اُسے درجہ اجابت نصیب نہیں ہوتا جب ہماری کوتاہی ایسی عیاں ہو اور پھر ہم اس کے دفعیہ کی تدبیر نہ کریں ہم سے زیادہ ڈھیسٹ مجرم دنیا میں نہیں ہو سکتا یا درگاہ ایک ہندوستان کیا اگر نام دنیا کے باشندے مل کے دعا کریں پھر بھی ایک تنکے کو جنبش نہیں دے سکتے مگر ایک نفس واحد کی جو خلوص سے ہو عالم پر اثر ڈال سکتی ہو۔ ہم نماز پڑھتے ہیں تو خدا پر الٹا احسان کرنے ہیں اور اس قدر مغرور ہو جاتے ہیں گویا ہم نے جنت کو خرید لیا بجائے اس کے کہ پانچ وقت خدا کے آگے جھکنے سے انکساری اطاعت آجائے۔ الٹا نخوت اور سرکشی میں پھنس جاتے ہیں اور خدا کی دوسری مخلوق کو اپنے سے بدتر سمجھتے لگتے ہیں۔  
وائے بر باد بر حماقت ما۔

یوں بلائیں ہم پر اس وقت نازل ہو رہی ہیں یہ ہمارے اعمال کی سزا ہو اور بقضائے قانون قدرت ہمیں ایسی ہی سزا ملنی چاہیے اب بھی وقت ہو کہ اپنے خود غرضات خیالات کو ترک کروں اور سچی عقیدہ مند کی کے ساتھ اپنے حقیقی خالق کے حضور میں نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ دعا کریں یقیناً ہماری دعا قبول ہوگی اور خدا اس آفت کو ہمارے سروں پر سے مٹال دے گا کیسی دوا اور کس کا علاج

کہیں عذاب الہی کا کوئی علاج کر سکتا ہو، متغفر اللہ لاجل لا قوتہ یہ ساری  
 دنیوی نمایاں بین جن کی رسائی ذوالجلال رب ہمک نہیں ہو سکتی۔  
 باز آواز ہر چہ ہستی باز آ : اگر کا فرو گہر و بہت پرستی باز آ  
 این در گہ مادر گہ نو میدہنی نیست : صد یار اگر تو بہ شکستی باز آ  
 کر زن گزٹ مورخہ یکم مئی ۱۹۰۰ء

(اب اگر حیرت صاحب کیلئے دعویٰ کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ہم کوئی دعویٰ ایسا نہ  
 کریں گے جو دلیل کا محتاج ہو درست ہو تو ان کا وہ بیان درست ہونا چاہئے جو نمبر  
 کے داہنے کاظم میں لکھا گیا ہو لیکن صرف ۴ برس پہلے کی انہی کی ایک تحریر جو  
 بابتیں کاظم پر ترجیح ہو اسکی تردید کرتی ہو بات دراصل یہ کہ میان حیرت کونہ دعویٰ  
 اور دلیل کا فرق معلوم ہو اور نہ وہ قرآن کے مقلد ہیں جو اپنے منکروں کو فرماتا ہو  
 "اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو"، اور خود بھی جا بجا دعویٰ کیساتھ دلیل پیش  
 کرتا ہو بلکہ ان کی عادت یہ ہو کہ جو انگریزی کتاب ان کے سامنے آئی اور اس میں  
 نئی بات دیکھی جہت اس کی تقلید شروع کر دی خواہ اسکو سمجھ بھی نہ سکتے ہوں  
 ایک انگریزی کتاب جو میں نے بھی پڑھی ہو کسی انگریز کی لکھی ہوئی ہو جس میں  
 اس نے یہی بحث کی ہو کہ وہ دعویٰ ہی باطل ہو جو دلیل کا محتاج ہو اسی کی تقلید  
 سے معلوم ہوتا ہو حیرت صاحب کے منہ سے ایسی باتیں نکلتی ہیں جسکو وہ  
 سمجھ بھی نہیں سکتے بہر حال یہ مذکورہ بالا نمبر ۴ حیرت صاحب کے لیے ایک  
 نشان ہو جو حضرت اقدس کے ان الہامات میں سے جنکو میان حیرت دماغی خرابی

کے یا عث بیان کر چکے ہیں اس السام کی تصدیق کرتا ہو جو متعدد دکتب میں ملتون سے شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہر رانی مہین میں ارادہ انگ یعنی میں اسے ذیل کروں گا جو تیری ذلت کے در پیر ہو۔

یہ خدا کا فعل ہو کہ چونکہ چینی میان حیرت نے مامور من اللہ کے مقابلہ میں کی تھی چار سال پہلے انہیں ہاتون سے جسے وہ نگہ چینی کی گئی تھی ایسا مضمون لکھوا گیا جس سے حیرت صاحب کی گندم نائی جو فروشی ظاہر ہو اور اس پر لوگ انہیں نصیب کریں من حیرت صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا تمہاری یہ رکابی مذہبی تمہاری ذلت کا باعث نہیں ہے جو مامور من اللہ کے مقابلہ کی وجہ سے تم کو نصیب ہوئی ہو اگر نہیں ہے تو یہ تمہاری فطرت کا قصور ہے کیونکہ ذلت کا محسوس کرنا اور اس سے متاثر ہونا مختلف طبائع پر موقوف ہو ایک وہ شخص ہوتا ہو کہ ذلیل ترین حالت بھی اس کے لئے معمولی بات ہوتی ہو مثلاً ایسے شخص دکھائی دیتی ہیں جو جیل خانوں میں جانا اور رہنا محض معمولی بات سمجھتے اور ذرا بھی اسکی پرواہ نہیں کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ذرا سی چشم نائی یا الفاظی توہین سے خود کشی کر لیتے ہیں اور گوارا نہیں کرتے کہ جب عوام میں ان کی توہین ہوئی تو وہ دنیا کو پھر منہ دکھائیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حیرت صاحب اس سے کس قدر متاثر ہوتے ہیں

یہ چند نظریں تیسرے حصہ کے ایک مفصل مضمون سے اخذ کر کے لکھے ہیں ان سے حیرت صاحب کے دوسرے دعوے کی یہودگی معلوم ہو سکتی ہو اور نیز اس بات کے اندازہ کرنے کا بھی موقع مل سکتا ہو کہ جب ان کی ابتلائی اور

متو حیرت

تہیدی تحریر کی یہ حالت ہو تو اصل چیلنج کی کیا حقیقت ہوگی بہر حال اب  
 میں اُن وجوہات پر بحث کرنی چاہتا ہوں کہ اوّل حضرت اقدس اور پھر صدی  
 جماعت کے نہایت اہل جلیل القدر اصحاب نے انکو کیوں منہ نہ لگایا ضمناً حیرت  
 صاحب کی بعض منشیانہ چالوں کا بھی ذکر کروں گا کہ خبری دنیا میں مدت  
 دراز کی مشق کے بعد کیسے کیسے چالیں چل کر وہ عوام الناس کو دھوکہ دیتے  
 اور تاواقفون کے آگے فتح مندی کے شادیاں بجا کر اُجھل کو دہاتے ہیں۔  
 حیرت صاحب نے چیلنج تو بیشک مرزا صاحب کو دیا لیکن سوال تو یہ ہے کہ آیا اس  
 سے پہلے اُن کے کتب کو بھی پڑھ لیا تھا یا نہیں اگر کتب کو نہیں پڑھا تو ایسے  
 شخص کے موہہ لگنے سے غرض ہی کیا ہو کیونکہ مختلف مختلف پہلوؤں پر  
 جس جس قدر اعتراضات پیدا ہوتے گئے اُسی قدر جوابات تصانیف کے  
 ذریعہ ہمارے مشن کی طرف سے دئے جاتے رہے ہیں مگر انہوں نے ان کتب  
 کو دیکھا ہوتا تو جن اعتراضات کے جوابات دیئے جا چکے تھے وہ انکو منہ سے  
 نہ نکالتے یا ایسے اعتراضات کرتے وقت ہماری سابقہ تحریرات کو ضرور  
 مد نظر رکھتے۔ اس رسالہ کے تیسرے حصّے میں یہ بات اچھی طرح سے ثابت  
 کر دوں گا کہ انہوں نے ہمارے کتب کو نہیں پڑھا ہو یہ عجیب بات ہو اور حیرت  
 صاحب ہی کا حصّہ ہو کہ بغیر کتب کے دیکھتے دیکھتے چیلنجوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہو  
 اگر میری ساری طور پر یہی کتب کو پڑھا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت اقدس  
 ضمیمہ بنام اہم کے صفحہ ۳ پر مناظرہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہو اور  
 اُسی موقع پر اس کی وجوہات بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اگر یہ موقع انہوں نے پڑھا

ہوتا تو جیل سنج دیتے وقت اس کا ضرور لحاظ رکھتے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تصانیف کی کثرت کی وجہ سے ہر ایک کے دیکھنے کا موقع نہ مل سکا ہو۔ لیکن عجیب بات تو یہ ہو کہ میرا ایک مضمون کا تب کی غلطی سے عبدالغنی کے بجائے عبدالغنی دہلوی کے نام سے جواب ایک مخالف کے مضمون کے ۸ جنوری ۱۹۰۳ء کے کرزن گزٹ میں چھپا تھا۔ حضرت صاحب کو یاد ہو گا کہ اس مضمون میں چند غلطیاں رہ گئی تھیں حضرت اقدس کے کتب کے حوالے جو میں نے دیئے تھے وہ رہ گئے تھے اور میں نے تصحیح کی درخواست کی تھی اس درخواست کو یہ جواب یکرمال دیا تھا کہ خواہ کسی نام سے شائع ہو تمہارا اس میں برج نہیں۔ اور جو غلطیاں رہ گئی ہیں ان سے اصل مطلب چنداں خطا نہیں ہوا ہے اس لئے تصحیح کی ضرورت نہیں ہو۔ اس قدر حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ حیرت صاحب کو اس مضمون کا ضرور خیال تھا کیونکہ اس پر بحث ہو چکی تھی اور چیلنج دینے میں نہ ہونے اس کو عیداً نظر انداز کر دیا۔

ہمارے اس مضمون میں جو کرزن گزٹ میں چھپا تھا تین امور پر بحث کی گئی تھی دو کو مضمون روان سے کچھ تعلق نہیں ہو لیکن تیسری بحث ایک شخص کے خاص سوال کے جواب میں کی گئی تھی۔ سوال مختصر یہ تھا کہ مرزا صاحب کو لاہو یا امرتسر میں ایک فقہ ہند کے مولوی کو دعوت دیکر اپنے دعویٰ کا فیصلہ کر کے معاملہ کیس کو زنا چاہیے؟ اس کے جواب میں میں نے رسالہ انجام اہم سے کسی قدر مضمون نقل کیا تھا اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب اس وقت تک اپنے دعوے کے متعلق متعدد مباحثہ کر چکے ہیں اور ان کا سلسلہ اس جماعت



کے مختلف علماء کی طرف سے بھی جاری رہا ہوتا تھا۔ تصانیف کے وسیع اور مسلسل سلسلہ نے ان مباحثوں کی تکمیل کر دی ہو اس لیے اب بار بار ایسے مباحثوں میں شامل ہونا نہایت اہم کاموں میں رخنہ انداز ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس قسم کے مباحثوں سے اب مرزا صاحب نے کنارہ کر لیا ہو چنانچہ آپ کے کتاب کی عبارت یہ ہو۔

یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہونگی ہیں۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئی ہیں طرف ثانی نے بھی ہر ایک تلبیس و تزویر سے کام لیا ہو۔ پاک کتابوں کی نیک رد و چون پر بڑے اثر پڑے ہیں اور ہزار ہا (اب ہزار ہا نہیں بلکہ لاکھوں) سچے لوگ اس جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور تقریریں اور تحریریں مباحثوں کے نتیجہ اچھی طرح سے کھل گئے ہیں اب پھر اسی بحث کو چھیڑنا یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت ہو۔ کتاب میں موجود ہیں اب اس کے بعد جو طے شدہ بحثوں کی تاحق درخواست کریں گے میں سمجھوں گا کہ اس کو حق کی طلب نہیں بلکہ سچائی کو ٹالنا چاہتا ہو یہ ہو مرزا صاحب کی اصلی عبارت اس سے صاف طور پر ظاہر ہو کہ آئندہ کی واسطے مرزا صاحب نے ان طے شدہ بحثوں میں پڑنے سے انکار کر دیا ہے البتہ اب یہ ایک اور طرز تصفیہ ہو جس کا ایک نمونہ آپ کے اخبار موزنہ یکم دسمبر ۱۹۰۲ء میں ایک علمی اعجاز کی سرخی کے ساتھ چھپ چکا ہو اس سے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب نے اب طریق فیصلہ کو تبدیل کر لیا ہو اور یہ ہو بھی بہت مناسب کیونکہ جب مرزا صاحب کی یہ دعوی ہو کہ کوئی مولوی عربی کی فصاحت و بلاغت میں

ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ سخت ذلیل ہوگا اور اسی غرض کے پورا کرنے کے واسطے بطور تجدیدی چند رسائل مولویوں کے طبع آزمائی کیوں واسطے عربی میں شائع بھی کئی گئے ہیں جس کے جواب میں بجا سے اس کے کہ فصیح و بلیغ عربی میں اس کا جواب لکھا جاتا گا لیان دی گئی ہیں مجھے امید ہو کہ اڈیٹر صاحب اس بات سے اتفاق کریں گے کہ یہ طریق فیصلہ عمدہ ہو اور اس طرح کوئی حامی آدمی مقابلہ نہیں کر سکتا ہو بلکہ وہ بھی مقابلہ کی جرات کر سکے گا جو علوم عربی سے بے نصیب ہوگا یہ تھا وہ مضمون جو میں نے کرن گزٹ میں چھپوایا تھا جسکا جی چاہے اصل مضمون کو پڑھ لے۔

اگر غور سے دیکھا جاوے اور آج کل کے مباحثات پر عمیق نظر کی جاوے تو عموماً طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آج کل وہ احقاق حق کی غرض سے نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے قمار بازی اور پیو انون کے دنگل کی شکل اختیار کی ہے جس میں ہر طرح کا دواؤ مکرو فریب اور حیلہ استعمال کیا جاتا ہے اور فرق مخالف کو صرف شکست یافتہ قرار دینے جلنے کی کوشش کی جاتی ہو جب میان حیرت کے چیلنج کو مد نظر رکھ کر ہم یہ بھی تسلیم کریں کہ ان کی حضرت اقدس کی تصانیف کثیر القعد ہونے کی وجہ سے دیکھنے کا موقع نہ ملا لیکن اس مضمون کی بابت جس کو وہ دوسرے پہلے کرن گزٹ میں شائع کر چکے ہیں یہ کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ سب کو بھی بھول گئے پس اب کون انکار کر سکتا ہو کہ ینیشیانہ چال بازی نہیں ہو کہ اگر مرزا صاحب کی طرف سے مستعدی ظاہر ہو تو انکی سابقہ تحریرات کی بے چینی منظر وں سے کنارہ کرنے کا اظہار کیا گیا ہے مطعون کیا جلدے

اور اگر جواب دیا جاوے یا مناظرہ کرنے سے انکار کیا جاوے تو بغلیں بجا کر اچھل کود کی جاوے کہ ہم ایسے اور ویسے ہیں کہ ہمارے مقابلین مرزا صاحب بھی آپ کے غرض اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ صرف اس وجہ سے کہ مرزا صاحب نے متعدد مناظرہ کرنے کے بعد اپنے دعاوی کے متعلق جو کچھ کسر باقی رہ گئی تھی تصانیف کے سلسلہ سے اسکی تکمیل کر دی ہو اب خواہ حیرت صاحب ہوں یا اُنکے کوئی اور ہم مشرب مناظرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوکتا ہیں موجودین جنہیں تمام اعتراضات کے جوابات دیئے جا چکے ہیں ہر ایک شخص پڑھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہو بشرطیکہ حق کا طالب ہو۔

اب دوسری بات یہ ہو کہ میان حیرت کی طرف احمدی جماعت کے بڑے بڑے علماء مثل حاجی حافظ حکیم نور الدین صاحب مولوی محمد احسن صاحب مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ وغیرہ نے کیوں توجہ نہیں کی اسکی بہت وجوہات ہیں منجملہ ان کے چند یہ ہیں۔

اول یہ کہ حضرت اقدس کے مقابل ۱۹۱۰ء میں وہ مسیحیت کے مدعی ہو چکے ہیں لیکن اسکے بعد ۱۴ برس تک کچھ کبھی اس بات کو زبان پر نہیں لائے اور نہ یہ ظاہر کیا کہ آیا وہ خود اس عہد سے متغی ہو گئے ہیں یا معطل کر دیئے گئے ہیں اس سے حیرت صاحب کا چہچہورا بن ثابت ہوتا ہو۔

دوم حیرت صاحب خود اپنے ہی قول کے موافق مجد بھی ہیں اور نہیں بھی ہیں اور اپنی اس دعویٰ کے متعلق وہ دیوانہ بکار خود ہوشیار کی طرح احمدی جماعت پر بہتان بھی باندھ چکے ہیں جسکی بابت حصہ اول میں تفصیل سے بحث کر چکا ہوں

حیرت صاحب کی اس عادت کی وجہ سے صلاحیت کی ان سے امید نہیں ہو  
سوم ان کی اخلاقی کمزوری سے سب واقف ہیں کہ بغیر گانی کے وہ بات ہی  
کر ہی نہیں جانتے۔

چہارم حیرت صاحب کی قابلیت خود ان کے بیان کے موافق معمر ہے جسکا  
ذکر اوپر ہو چکا ہو اور حصہ اول میں تفصیلی بحث کی جا چکی ہو۔  
پنجم ان کی قابلیت جو انکی تصانیف سے ظاہر ہوتی ہے جس پر مختصر بحث اس حصہ  
میں آگے کی گئی ہو سب پر روشن ہے اس لیے حیرت صاحب سے بغرض مناظرہ  
مقابل ہونا تصحیح اوقات سمجھ کر کسی بزرگ نے انکی طرف توجہ نہ کی۔

اب تیسری بات یہ ہو کہ یہ نیازمند حیرت صاحب کی خدمت گذاری کے لیے کیوں مستعد  
اور کمر بستہ ہوا ہو اسکی وجہ حصہ اول میں تفصیل سے ظاہر کر چکا ہوں اس کے علاوہ ایک  
یہ بات بھی ہو کہ میرے اس سلسلے کے ذریعہ سے حیرت صاحب پر نیز ان لوگوں پر  
جو انکو خدا جانے کیا سمجھتے ہیں ہماری مشن کی طرف سے محبت پوری ہو جاوے اور  
یہ معلوم ہو جاوے کہ ہماری مشن پر حملہ کرنے والوں کے قول و فعل کا عملی نمونہ کیسا ناپاک  
اور گندہ ہوتا ہو قبل اس کے کہ میں حیرت صاحب کی ان چالبازیوں پر جو انہوں نے  
چیلنج کے متعلق کی ہیں یاد دوسرے امور پر بحث کروں صفائی بیان کیواسطے کل  
مضامین ترتیب وار لکھ دیتا ہوں تاہر ایک شخص کو کل حالات کا حقہ معلوم ہو جاوے  
کہ جس معاملہ میں میان حیرت نے اس قدر شوغل مچایا ہے اسکی اصل حقیقت اور بنیاد  
کیا ہے اور واصل حیرت صاحب کے چیلنج کو منظور کیا گیا ہو یا خود حیرت ہی کے  
اغلاط اور چالبازیوں کو افشا کرنے کی غرض سے انکو نیچا لیج دیا گیا ہے اس تمام

معاملہ کی ابتدا کرزن گزٹ موزہ ۸ جنوری ۱۹۰۵ء سے ہوئی ہے جہاں میان حیرت نے اخبار الحکم موزہ ۱۴ و ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء کے ایک مضمون کی کسی قدر عبارت نقل کر کے اسپر لغوا دیہودہ نکتہ چینی کی تھی۔ اس حکم کی وہ عبارت مفصلہ ذیل ہے جو مین کرزن گزٹ سے ہی نقل کرتا ہوں۔

بعض لوگ اپنی غلط فہمی اور شرارت سے اس سلسلہ کو بدنام کرنے کے لیے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں مین نے بار بار اس اعتراض کا جواب دیا کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر واقع ہوا ہوا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار عرب پر جو عذاب آیا تھا وہ تلوار کا عذاب تھا۔

حالانکہ وہ اُن کے لیے مخصوص تھا لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ میں سے بعض شہید نہیں ہو گئے؟ اسی طرح پر یہ سچ ہے کہ اس سلسلہ میں سے بھی لوگ طاعون سے شہید ہوئے ہیں مگر یہ بھی تو دیکھو کہ طاعون کے ذریعہ سے ہمارا نقصان ہوا ہے یا دوسروں کا۔ ہماری جماعت کی تو ترقی ہوئی گئی ہے۔ اور ہو رہی ہے اور میں پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ نافع الناس ہیں اور ایمان۔ صدق و وفا میں کامل ہیں وہ یقیناً بچائے جائیں گے۔ پس تم اپنے اندر یہ تو بیان پیدا کرو۔

کرزن گزٹ موزہ ۸ جنوری ۱۹۰۵ء

میں نے صرف اس قدر عبارت نقل کی ہے جو مضمون روان سے تعلق ہے الحکم کے اسی مضمون پر حیرت صاحب نے ایسی نکتہ چینی ۸ جنوری ۱۹۰۵ء کے کرزن گزٹ میں کی تھی جسکی زد انکی ترجمہ و تفسیر القرقان کے مضامین پر پڑتی تھی اس لیے میں نے اُن کی اس نکتہ چینی کو نقل کر کے اسپر لغوا دیہودہ موزہ ۸ جنوری



وہ پانچ سہ پہر تفصیل سے بحث کی اور یہ ثابت کر دیا کہ میان حیرت کے  
نکتہ چینی ایسی یہود و اولیاء ہو کہ خود انہی کے ترجمہ و تفسیر کی ہی اس سے  
تردید ہو جاتی ہو۔ البتہ کہ وہ مضمون جس میں میں نے حیرت صاحب کی نکتہ چینی کو  
نقل کر کے بحث کی ہو مفصلہ ذیل ہو۔

”جواب کرزن گزٹ مورخہ جنوری ۱۹۰۵ء

اس نے پچہ میں حیرت صاحب نے طاعون کے متعلق بحث کی ہے چونکہ اس سے پہلے بھی  
وہ طاعون کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا لہذا کل چکے میں اسلئے سابقہ نکتہ چینیوں کا  
رسالہ کے دوسرے حصے میں جس جگہ میں نے جواب دیا ہو اسی جگہ اس پر چکا بھی  
مفصل جواب دیا ہو اور اب اس جگہ مجھ کو تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے صرف  
وہ خاص باتوں پر میں توجہ کرنی چاہتا ہوں جن پر حیرت صاحب نے بھی خاص طور  
پر زور دیا ہو۔ . . . . دوسری بات جس پر حیرت صاحب نے

بہت زور دیا ہو وہ ان کی مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے جو انہوں نے  
کرزن گزٹ مورخہ جنوری ۱۹۰۵ء پر لکھی ہو ”اب دوسری بات جو مرزا صاحب  
نے لکھی ہے، یہ ہو کہ آنحضرت کے وقت میں کفار پر تلوار کی صوت میں عذاب  
نازل ہوا تھا محض غلط ہو اور ذات اقدس اطہری کو معاذ اللہ بدنام کرنا ہو مرزا غلام احمد  
کا کہول کے سنو کہ ہمارے فخر دو جہان رحمت بنکے دنیا میں آئے تھے اور کل  
آسمانی عذابوں کا آپ کے روز پیدائش تک خاتمہ ہو چکا تھا کل انہی پر آپ کو اس  
لئے شرف بخشا گیا کہ بقیہ دیگر انبیاء کے آپ عالم کی رحمت بنا کے بھیجے گئے  
تھے۔ تم چھوٹے ہو آپ کے وقت میں کہی تلوار کا یا نیزہ کا کوئی عذاب نہیں

اترا تم ایسی تیرہ بازی کا مزا چکا کہ لوگ جو تم فردو جہان کی شان اقدس اطہر میں  
شب روز کرتے رہتے ہو۔ ہائین بے ادب خاموش۔ اس نکتے سے تمہارا یہ  
مطلب معلوم ہوتا ہو کہ کفار مکہ و مدینہ کو ان کے کفر کی سزا تلوار سے دیکھنی تم جوٹے  
تمہاری ہفتاد و پست چھوٹی۔ لا حول و لا قوۃ ہم تم سے دریافت کرتے ہیں کہ جب انکے  
فتح ہوا ہو اور حضور انور شہر میں داخل ہوئے ہیں تو کس کفر کو انکے کفر کی سزا تلوار  
سے دیکھنی تھی اور کہاں کہاں اس کے علاوہ مسلمانوں نے کفار کو تلوار سے سزا  
دی، ما البدروغرضہ، فروری ۱۹۰۵ء

ہمارے مذکورہ بالا مضمون کا تتمہ ۵ پانچ سہ ماہی کے البدرین چھپا تھا جو حسب ذیل ہے

اپنے کے دریافت کر چکی وجہ سے ہم بھی آپ کو بتا دیتے ہیں کہ تفسیر حیرتی کے مصنف  
بصفحہ ۵۸ سورہ انعام بارہ رکوع ۳۱ لکھا ہو، و باوجود ان کی کپا دینے والی  
خبروں کے پھر بھی جو کافر بیان نہ لائے انہوں نے فتح مکہ میں قہر الہی کو دیکھ لیا  
کہ کیسا انہیں نازل ہوا سوانا بالغ بچوں یا عورتوں کے کوئی نہ بچا خانہ کعبہ میں بھی  
تو پناہ نہ ملی، حیرت صاحب ایسی باتیں کر کے اپنی ہی تحریری شہادت سے گویا  
ابا ربے میں اقبالی ڈگری دیتے ہیں کہ تفسیر حیرتی کے مفسر حیرت صاحب نہیں  
بلکہ ضرور کوئی کرایہ کا آدمی ہو اور بچا ر حیرت کو کچھ خبر نہیں کہ تفسیر میں کیا کیا لکھا  
گیا ہے خصوصاً جب کہ ستیر محمدیہ کے صفحات ۳۷۸ اور ۳۷۹ اور مقدمہ تفسیر  
حیرتی کے صفحہ ۳۹ کے مضامین کو تفسیر حیرتی کے مضمون سے ملکر لایا جاتا ہو تو اس  
خیال کے اور بھی تقویت ہو جاتی ہو اس لیے کہ انہیں تفسیر حیرتی کے مضمون مذکورہ بالا

اب اُس کے جواب میں حیرت صا۔ اس ترجمہ کو جسے اپنی طرف منسوب کرتے ہو کھو کر  
 سامنے رکھ لو اور جو حوالہ جات میں دیا ہوں ان کو یکے بعد دیگرے دیکھتے جاؤ۔ صرف  
 ترجمہ کا حوالہ دینے سے تاویلوں کی بہت کچھ گنجائش باقی رہ جاتی اُس لئے میں نے  
 حاشیہ کے حوالے دیئے ہیں اور حاشیہ قرآن کی بابت ایک یہ بیان ہو "ترجمہ کیساتھ  
 علمی حاشیہ پر کلام پاک کی تفسیر لکھی گئی ہو اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے  
 کہ احادیث صحیحہ سے تفسیر کیا وے اللہ تعالیٰ نے شیعین کا منہ کیا اور ایسی تفسیر بخیریت  
 لطیف بامانی وہ آج تک اسلامی دنیا میں نہیں لکھی گئی تفسیر بالیہ ریش کے متعلق چنان  
 تک ہو سکا کوئی پہلو نہیں چھوڑا ہے، محض آپ کے اس دعوے کی توجہ مفصل ذیل  
 حواجیات حاشیہ قرآن سے دئے جاتے ہیں جو انکی نکتہ چینی کی تردید کرتے ہیں۔

(۱) پارہ ۴ سورہ آل عمران صفحہ ۳۷۔ چونکہ احمد کی لڑائی میں مسلمانوں کا بہت  
 نقصان ہوا تھا۔ ستر آدمی شہید بھی ہوئے تھے۔ اسلئے حق جل شانہ انکی تسکین  
 کی غرض سے ارشاد فرماتا ہو۔ کہ تم سو پہلے اور امتیں بھی گزر چکی ہیں یعنی انبیاء علیہ  
 السلام کے متبعین کو اسی قسم کی مصیبت پہلے بھی آچکی میں مگر آخر نتیجہ یہی ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) کے برخلاف خیالات ظاہر کر کے لکھا ہو کہ سوائے چار آدمیوں کے  
 قتل کے سب محفوظ رہے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہو کہ تقدیر تفسیر و تفسیر کے مضامین کا  
 اختلاف اس بات کی قطعی شہادت ہو کہ دونوں کا مصنف ایک ہی شخص ہرگز نہیں ہو سکتا  
 ہو۔ گو ہم اپنی ذاتی واقفیت سے ایسی باتوں کی اصل حقیقت کا افشا کرنا پسند نہیں کرتے  
 ہیں لیکن حیرت صاحب کی نکتہ چینی ان خود ان کی پردہ دوری کرتے ہیں۔

کہ مکروں کو شکست ہوئی۔ اور مومنوں کو فتح پھر فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! کچھ اس نقصان کا خیال نہ کرو اگر تم ایمان پر قائم رہو گے۔ تو تم تمہیں کو غالب کھیں گے اور پھر وہ کافر بھی تو پیکر صحیح و سالم نہیں گئے۔ ان کا بھی تو نقصان ہوا وہ بھی تو لمبے گئے اب فرماتا ہے کہ کبھی کبھی کفار کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا دینے میں ہماری چند مصالح میں (۱) پکے اور سچے مسلمانوں کا امتیاز ہو جاوے (۲) بعض مسلمانوں کو شہادت کا رتبہ ملجاوے (۳) اللہ مسلمانوں کو صاف کر دے۔ یعنی اگر ان کا گناہ ہو گئے ہوں تو ان کو معاف فرماؤ (۴) انبیاء کے دشمنوں کو مٹا دے۔ اس لئے کہ خدا دوستوں کا جس جگہ خون گرا ایک عجب رنگ ہوا وہاں آدھی کیا زمین تک برباد کر دی جاتی ہے۔ دیکھو بنی اسرائیل کو انبیاء علیہ السلام کے قتل کرینا کیا نتیجہ ملا۔ آنحضرت علیہ السلام کی شہادت نے کفار مکہ پر کیسا غضب ڈھایا۔

نوٹ۔ حیرت صاحب نے اس جگہ عذاب کی جگہ غضب کا اقرار کیا ہے۔ (۲) پارہ ۱۰۔ سورہ انفال صفحہ ۲۰۔ کذاب آل فرعون۔ کفار بدر کی شکست اور ان کے عذاب دینیوی اور اخروی کے بیان فرمانے کے بعد حق جل شانہ نے فرعون کی قوم کا ذکر اسلئے فرمایا۔ کہ ہماری یہ عادت ہمیشہ سے ہے جس قوم کے پاس ہم نے نبی بھیجا اور انہوں نے اس نبی کی پیروی سے انحراف کیا۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ انہیں ہم نے ایسے ہی عذابوں میں مبتلا کیا۔

(۳)۔ پارہ ۱۲ سورہ ہود صفحہ ۲۳ ولئن اخترنا کافر جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے اور آپ انہیں عذاب الہی سے ڈراتے تو وہ نہایت بیباکی کر کہہ دیتے تھے وہ عذاب کیوں نہیں آتا۔ اسے کون چیز مانع ہے ان کے جواب میں حق سبحانہ فرماتا ہے۔ جس دن عذاب آجاوے گا پھر یہ اس سے بچ نہ سکیں گے اور ان کے مسخرے پن کی سزا ان کو بجا نیکی۔ جس عذاب کے آئینہ اس آیت میں ذکر ہے۔ بعض نے دینوی عذاب یعنی مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کا قتل ہو جانا جس کا طہو بوبہ احسن بدرین ہوا (۴۴) صفحہ ۲۵۶ آیت فاستقمم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو انتقامت کا حکم فرمایا۔ انبیاء سابقین کا ذکر کر کے حکم نہایت حکمت کے ساتھ دیا کہ دیکھو نتیجہ ان لوگوں نے انتقامت کیا یا وہی تم کو بھی ملے گا۔ اور اللہ کفار پر عذاب الہی نازل ہوا یعنی مسلمانوں کے ہاتھ سے جہنم کو پہنچ گئے اور کچھ جلا وطن کر دیئے گئے (۵۱) پارہ ۱۴ سورہ نحل ۲۹۵ صفحہ الذین لتوفهم صرح اگلے کافر سرکشی اور نافرمانی کی بدولت مبتلائے عذاب ہو دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب ہوا اسی طرح تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ مگر وہ کہتے تھے لا ضرر انہیں بھی وہی روز بد دیکھنا پڑا۔ (۶) پارہ ۳ سورہ طہ صفحہ ۳۵ آیت افلم یحکم ام اس آیت کے متعلقہ ماثبہ کے علاوہ ترجمہ میں جو اپنی طرف سے خط وحدانی میں لفظ عذاب لکھا ہوا وہ قابل غور ہو تم نے حیرت بہ ترجمہ کیا ہو رد اور اگر تمہارے پروردگار سے وعدہ نہ ہو چکا ہو تا اور عذاب کا ایک وقت معین نہ ہوتا تو بیشک (ان لوگوں پر ایسی وقت عذاب لازم آتا) (۷) پارہ ۲۳ والصفحت صفحہ ۲۹۶ وان کا جواب نے نبی کو سکین دی اور کفار ناہنجار کو تہدید فرمائی کہ یہ کافر اپنے نبی کی مخالفت کر کے کچھ بھی نہیں کر سکے۔ ہمارا وعدہ ازل میں سابق ہو چکا ہے کہ کفار کے جنگ میں



ہمارے نبی ہی کو غلبہ ہو گیا۔ اور یہ کافر عذاب کی جلد سی کیوں کرتے ہیں جب عذاب ان پر اترے گا۔ تو پھر ان کے لئے خیریت نہ ہوگی (۸) پارہ ۲۴ الزمر صفحہ ۷۰۔ قل یقوم یہ ایک نہایت خوفناک تنبیہ اور آئندہ آئینہ الوی مصیبت کی تہدید ہے کہ اگر کافر و تمہارا جو جی چاہے کیے جاؤ اور غفر یہ تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ عذاب جاو دانی کس بج نازل ہوتا ہے یعنی بہت جلد تم پر عذاب الہی نازل ہوگا مگر وہ بد بخت اس پر بھی نہ چوٹے اور یقیناً وعید آئی وہ قبر الہی میں آگئے۔ دنیا ہی میں جو ان کی ذلت اور رسوائی ہوئی وہ کیا کم ہو اور آخرت کا عذاب مزید برآں۔

(۹) پارہ ۲۴ سورہ الزمر صفحہ ۵۸۲۔ آیت الناکر کم سیہ منہم الجمع سے دنیوی عذاب کی طرف اشارہ کیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے کم کو شکست ہوگی تمہاری جابجا جا لگی چنانچہ یہ پیشین گوئی بحمد اسد حسن وجوہ ظاہر ہوئی اور خشک بدرین باوجود اپنی کثرت و قوت چند ضعیف و ناتوان مسلمانوں کے مقابلہ سے پسپا ہوئے بڑے بڑے سرداران کے مارے گئے خوب قتل و غارت ہو گئے کیا ان پیشگوئیوں کا صادق ہونا معجزہ نہیں۔

خوف ط۔ بس جی بس معلوم شد حال شما بافتدگی۔ یہ شکر کرو کہ مسلمان کے گھر سید ہو گئے۔ ورنہ ان پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کرنے میں ابوجہل کے بھی کان کترتے۔ اور چونکہ قبول خود عالی و داعی تمام جہان کی تمہارے ہی دماغ میں سما کر ختم ہو گئی ہو مگر سے اٹارنا کر ایسی ایسی کہتے۔ کہ کسی عیسائی یا آریہ کے یاب کو بھی نہ سوجھتی۔ تمہاری اس طبیعت کا نمونہ ہم نے ۳۴ نومبر ۱۹۳۷ء کے پرچہ سے دیکھ لیا ہو جہاں حضرت اقدس کی پیشگوئیوں پر تم نے نکتہ چینی کی ہیں اس لئے اس بارے میں پوری

بحث پڑھتے کیواسطے ہمارے رسالہ کے حصہ دوم کا تھوڑے عرصہ انتظار کرو۔  
 (۱۰) پارہ ۲ سورہ عنکبوت صفحہ ۲۲ آیت ویستجعلنک بالاعذاب منجد  
 ان یہودہ گویوں کے مشرکین اسلام کی ایک یہ یہودہ گوئی بھی تھی کہ وہ بطور تحقیر  
 یا بطور مضحکہ یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت آپ عذاب عذاب کا بڑا سبق پڑھتے ہیں  
 ذرا دکھا بھی تو دیکھئے کہ عذاب کیونکر نازل ہوتا ہو۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ جو  
 قوانین قدرت مقرر ہو چکے ہیں وہ اپنے مقرر شدہ وقت پر واقع ہوں گے۔ ذرا  
 پھر سے کہہ دیجئے تو دیکھو۔ عذاب آئیگا اور دفعۃً آئیگا گھبرائے کیون ہو اگر نسبت  
 و نابود نہ ہو جاوے تو ہمارا ذمہ چنانچہ کلام الہی کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور تمام عرب  
 کی سرزمین سے اُن کا بیج مارا گیا

اب میان حیرت سے قبل اسکے کہ یمن مزید ریما کس کروں ہمارے اس مضمون کے  
 وہ الفاظ دوبارہ لکھتا ہوں جن کے ذریعہ سے تم نے حضرت اقدس کو کرین گزٹ  
 مورخہ جنوری سنہ ۱۳۱۰ پر گالیان دی ہیں اور وہ مفصل ذیل ہیں مرزا صاحب اس  
 ہنریان یا رباک چکے ہیں۔ مگر حال میں انہوں نے سیالکوٹ میں پھر وہی ہنریان  
 بکھا ہے۔ ان الفاظ سے تمام مسلمانوں ہی کی سخت اور درشت الفاظ میں تو ہیں  
 نہیں کی گئی ہو بلکہ خود وہاں حضور و مرد و عالم کی بھی بے ادبی کی گئی ہو جس کے  
 پڑھنے سے ایک مسلمان کا دل پڑھ پارہ ہو جائیگا اور وہ آٹھ آٹھ اسور ویکار لکھیں  
 زندہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مسلمان ہو کے اُمت مرحومہ اور نبی معصوم کی  
 خدمت میں ایسی بے ادبی کرتے ہیں اور پھر نجات کے امیدوار رہتے ہیں ان اہلیات

اور خرافات باتوں کی بعد مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی جان پر وہ ظلم اگچل کے  
 توڑا کہ جسکی کوئی انتہا نہیں ایسے شخص کی نہ تو قبول ہو سکتی اور نہ ایسا شخص نجات  
 پاسکتا ہو فیضیاب ہم صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مسلمان اور سلام اور  
 حضور انور کے صریح اور مختصر شہینوں میں ہیں اور ان کا دشمن ہونا ایسا بدیہی ہو جس کوئی  
 ایکا نہیں کر سکتا اس شخص کی دشمنی کا ثبوت یہ ہو آپ بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ اپنی  
 غلط فہمی اور شرارت سے اس سلسلہ کو بدنام کر نیلے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس  
 سلسلہ میں سے بعض آدمی طاعون سے ہلاک ہو تے ہیں میں نے بار بار اس اعتراض کا  
 جواب دیا کہ یہ سلسلہ نہ ملج نبوت واقع ہوا ہو آنحضرتہ صلم کے نامہ میں کفار پر جو عذاب  
 آیا تھا وہ تم لو ار کا عذاب تھا حالانکہ وہ ان کے لیے مخصوص تھا لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہو  
 کہ صحابہ میں سے بعض شہید نہیں ہو گئے اسی طرح یہ بھی کہ اس سلسلہ میں سے بعض لوگ  
 طاعون سے شہید ہوئے ہیں مگر یہ بھی تو دیکھو کہ طاعون کے ذریعہ سے ہمارا  
 نقصان ہوا ہی یاد و سرون کا بدتر مورخہ پارچ ۱۹۰۵ء

میرے مذکورہ بالا مضمون میں جو میں نے البدر سے نقل کیا سو ناظرین حیرت  
 صاحب کی نکتہ چینی اور انکی زبان درازی کو بھی مشاہدہ کر چکے ہیں اور جو کچھ اس کا  
 میں نے جواب دیا تھا وہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ اس جواب کے بعد ہی مضمون کی بابت  
 یعنی کفار عرب پر عذاب نازل ہونے کے متعلق میں نے ۳۱ پارچ ۱۹۰۵ء  
 البدر میں بیان حیرت صاحب کو چیلنج دیا تھا جو مفصل ذیل ہے۔

بیان حیرت کے عذاب والے مضمون مطبوعہ کرزن گزٹ مورخہ جنوری ۱۹۰۵ء  
 کی بابت جو کہ البدر کے گذشتہ نمبروں میں لکھا جا چکا ہو اس تحریر کے بعد جب

اس مضمون پر میں نے فرید توجہ کی نو خود حیرت صفا اور دو سر علماء کی تحریرات سے  
کوڑیوں نظائر عجولہ میں اور اب میں اس بات کے واسطے تیار ہوں کہ ان نظائر کو کسی  
عام مجلس میں اس اہتمام کیساتھ بیان کروں کہ جو کچھ میں پیش کروں وہ یا تو خاص میں  
حیرت کے مضامین سے یا صرف ان علماء کی تحریرات سے اخذ کیا گیا ہو جن کی مدح و ثنا  
میان حیرت بہت زور شور سے خاص الفاظ میں کر چکے ہوں اگرچہ مجھے امید ہے کہ اس قسم  
کے نظائر سو سے بہت زیادہ میں پیش کر سکوں گا لیکن ان میں پچاس نظائر خصوصیت  
کیساتھ ایسے صفا اور صریح ہوں گے کہ ان پر خواہ کتنی ہی دوجہ کیا جائے علم طور پر ان کی  
بابت قطعاً یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہمارے مدعا کو صفائی سے ثابت کرتے ہیں اب چونکہ میں  
حیرت نے اس عذاب والے مضمون کے متعلق نہایت جرأت اور شوخی سے کفار عرب  
کیساتھ ہمدردی کر کے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ مرزا صاحب چونکہ کفار عرب پر دینوی عذاب  
نازل ہونیکے قابل ہیں اس لیے وہ لغو ذباہت مسلمانوں اسلام اور حضور انور صلعم کے صریح  
اور مختصر دشمن ہیں نیز اس قسم کا خیال میان حیرت کے نزدیک رسول صلعم کیساتھ تبراہ  
بازی کرنا ہے و غیرہ وغیرہ۔

اس لیے اب میان حیرت کو میں نہایت زور کے ساتھ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ پنجاب کے  
دارالخلافہ لاہور میں ایک عام جلسہ میں اس مضمون پر ہم سے گفتگو کر لیں۔ اس جلسہ میں  
فریقین کی رضامندی سے دس آدمی بطور ثالث مقرر کر لیے جائیں گے اور میں تمام  
نظائر اس اہتمام سے پیش کروں گا کہ وہ یا تو حیرت صاحب کی شائع کردہ تحریرات ہوں گی  
یا قرآن شریف کے ان ترجموں سے لیے گئے ہوں گے جن کی بابت میان حیرت لکھ چکے  
ہیں کہ ان میں محض سی غلطی کا بھی احتمال کرنا محال عقل ہو یا ایسے علماء کی تحریرات پیش

کروں گا کہ جن کے علم و فضل کی آوازیں میان حیرت کی تحریر کے موافق ہند کی چار دیواری سے نکل کر مسلمانوں کے ممالک مصر و شام میں پہنچی تھیں اور جس سلسلہ پر مکہ مدینہ کے علما میں جھگڑا ہوتا تھا۔ اُس کے فیصلہ کی واسطے وہ ثالث بالآخر بنکر فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگر پچاس نظیرین پیش کر کے اپنے مدعا کو ثابت نہ کر سکوں گا۔ اور ثالث کی اکثریت رائے سے میان حیرت کو دگری بلجائیگی تو اُن کے حریہ و غیظہ کے عیوض اسی مجلس میں ایک روپیہ اُن کی نذر کئے جاویں گے۔ لیکن بحالت دیگر ہم صرف ایسی تحریریں میں حیرت صاحب کے ہی پیٹنٹ الفاظ لکھے جاویں گے جو انہوں نے مرزا صاحب کے لئے استعمال کئے ہیں حیرت صاحب کو دستخط کر کے تسلیم کر لینا پڑے گا۔ کہ اپنی رکابی نہ ہی اور جو فردوسی گندم نمائی کی وجہ سے میں خود ان تمام فقرات و الفاظ کا مصدق ہوں جن کو اپنے لئے واپس لیتا ہوں۔ اس صاف اور سیدھے طریق فیصلہ سے اگر میان حیرت نے روگردانی کی تو وہ اپنے فعل سے یہ بات ثابت کر دیں گے کہ بخل و عناد سے ان کا دل سیلا ہو گیا ہو۔ اور اُن کی تمام قسیرہ بازیاں اُن کے منہ پر پڑتی ہیں جو انکی روسیاهی کا باعث ہیں۔ البدل موزعہ ۳۱ پارچ ۹۰۵ء

جو مضامین البدل اور کرزن گزٹ کے مینے اور نقل کئے ہیں اُنکو کجائی طور پر پڑھ کر ہر ایک شخص اصل حقیقت کو سمجھ سکتا ہو کہ آیا حیرت صاحب نے چلیج مرزا صاحب کے منظوم و بیانکی ایمانداروں کی جانچ پر تال کرنے کے لئے اور انکی تصانیف کے رطب و یابس کے ذخیرہ کی قلعی کہو لئے کیا واسطے مرزا صاحب کے کسی مرید نے میان حیرت کو چلیج دیا ہے میان حیرت کی تمام تحریرات کا خاتمہ اس جالبازی پر ہوا ہے جو کرزن گزٹ موزعہ ۳۲ پارچ میں انہوں نے کی جو جس کے الفاظ یہ ہیں۔



خدا کا شکر ہے کہ مرزا صاحب نے ایک راز مدت کے بعد ہم سے لاہور میں مناظرہ کرنا قبول کر لیا ہوا ہوں نے اپنے اخبار البدر میں ۱۱ مارچ ۱۹۰۵ء میں لکھ دیا کہ کہیں لاہور میں مناظرہ کر نیکیے لیے راضی ہوں۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔ اب میان حیرت کو بین نہایت زور کے ساتھ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ پنجاب کے دار الخلافہ لاہور میں ایک عام جلسہ میں اس مضمون پر ہم سے گفتگو کر لیں۔ اس جلسہ میں طرفین کی رضامندی سے دس آدمی بطور ثالث مقرر کر لیے جاویں گے۔ اور میں تمام نظائر اس الزام سے پیش کروں گا۔ کہ وہ یا تو حیرت صاحب کی شائع کردہ تحریرات ہوں گی یا قرآن شریف کے اُن ترجموں سے لیے گئے ہوں گے جن کی بابت میان حیرت لکھ چکے ہیں کہ انہیں خفیف سی غلطی کا بھی احتمال کرنا محال عقل ہو یا ایسے علماء کی تحریرات پیش کروں گا کہ جن کے علم فضل کی آوازیں میان حیرت کی تحریر کے موافق ہند کی چار دیواری سے نکلمر مسلمانوں کے ممالک مصر و شام میں پہنچی تھیں اور جس مسئلہ پر مکہ و مدینہ کے علماء میں جھگڑا ہوتا تھا۔ اس کے فیصلہ کی واسطے وہ ثالث بالآخر نیک فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس نظیر میں پیش کر کے اپنے مدعا کو ثابت نہ کروں گا۔ اور ثالث کی کثرت رائے سے میان حیرت کو ڈگری مل جاوے گی۔ تو اُن کے حربہ وغیرہ کے عوض اسی مجلس میں ایک سو روپے اُن کی نذر کئے جاویں گے لیکن بحالت دیگر ہم صرف ایسی تحریر پر جس میں حیرت صاحب کی ہی سیٹھ الفاظ لکھے جاویں گے جو انہوں نے مرزا صاحب کے لیے استعمال کیے ہیں حیرت صاحب کو دستخط کر کے تسلیم کرنا پڑے گا اپنی رکابی مذہبی اور جو فروش گندم نمائی کی وجہ سے میں خود ان تمام فقرات و الفاظ کا مصداق ہوں جن کو اپنے لیے واپس لیتا ہوں اس صاف اور

سید نے طریق فیصلہ سے اگر میان حیرت نے روگردانی کی تو وہ اپنے فضل سے یہ بات ثابت کر دیں گے کہ کل غناؤں سے ان کا دل سیاہ ہو گیا ہو۔ اور ان کی تمام سببوں پر ان کے موہ پر پڑنے میں جو ان کی رو سیاری کا باعث بنے، فقط بین نے تو مزرا صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ لاہور میں تشریف لا کے سارے معاملات کا فیصلہ کر لیجئے کیونکہ تحریر سے کبھی کسی معاملہ کا فیصلہ نہیں ہوتا ہاں زبان گفتگو سے بہت جلد فیصلہ ہو جاتا مگر ہر اب بین مزرا صاحب سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۱ ماہ حال کے بعد میں یہ مضمون آپ کے تحریر فرمایا یا آپ کے کسی مرید نے کیونکہ مضمون کے تحریر میں کسی کا کام نہیں ہو۔

کرین گزٹ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء یہ تھا میرا پہلا پہلو اور حیرت صاحب کا جواب اس تحریر میں سب سے پہلی بات حیرت صاحب کی شکر گذارچی جس پر میں صکرتا ہوں کہ اس موقع پر شکر یہ ادا کرنا ان کا حق تھا اس لئے کہ ان کے بھاگوں جیسے نکالوٹا، ہر مزرا صاحب نے نہیں تو ان کے کسی ادنیٰ غماؤں میں نے انکو نجات دلائی تو کیا لیکن اس شکر گذاری پر مجھے ایک عجیب قصہ یاد آیا جو حیرت صاحب کی اس حالت کا پورا پورا نقشہ کھینچتا ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ کسی شخص نے اپنے دوستوں میں اگر شیخیاں ماری شروع کیں کہ آج بادشاہ نے مجھ سے گفتگو کی ہے جب اس سے اس واقعہ کی کیفیت دریافت کی گئی کہ کس طرح سے اور کیا گفتگو کی ہے تو جواب نے بادشاہ کی سواری چلی جاتی تھی میں اس کے آگے جا رہا تھا بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھ کو کہا کہ رستہ سے علیحدہ ہو کر چل سو بادشاہ کے ملازم کا ایسا کہنا دراصل بادشاہ ہی کا گفتگو کرنا ہوا کیونکہ سواری بھی ساتھ ساتھ تھی۔ میان حیرت کی منطق بھی اسی سادہ لوح شخص کے

پہلو پہ پہلو ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مضمون کی ابتدائی سطروں میں لکھا ہے کہ  
 "ذات کے بعد مرزا صاحب نے ہم سے لاہور میں مناظرہ کیا قبول کیا سو، حالانکہ ہمارے  
 اس مضمون میں جس کی عبارت حیرت صاحب نے کٹ کر موقع نقل کی ہو اور جس ذریعہ سے  
 وہ ہونہوئی کی غرض سے انہوں نے یہ ظاہر کیا ہو کہ گویا حضرت اقدس نے چیلنج منظور  
 کر لیا ہے جا ہی الفاظ مرزا صاحب حضرت جی، حضرت اقدس وغیرہ اس طرح سے  
 استعمال کئے گئے تھے جو صاف طور پر ظاہر کرتے تھے کہ وہ مضمون حضرت اقدس  
 کے کسی خادوم کا ہو لیکن حیرتی منطق جس پر مذکورہ بالا قصہ صادق آتا ہو یہ بات تسلیم  
 نہیں کر سکتے اس لئے کہ اول تو مضمون مرزا صاحب کے متعلق تھا دوم قادیان کے  
 اخبار میں شائع ہوا تھا۔ آفرین ہو بیان حیرت صاحب کے اس منطق پر اب کون اس بات  
 سے انکار کر سکتا ہو کہ میان حیرت کا یہ بیان کہ "مرزا صاحب نے مناظرہ قبول کیا،" خطرناک  
 جھوٹ ہے اور پھر اسی مضمون میں حیرت زدہ ہو کر اور مرزا صاحب مخاطب کر کے  
 یہ بات دریافت کرنا کہ "والہمد والہ المضمون آپ کا ہے یا آپ کے کسی سرمد کا، ایسی جا ہی  
 اور فریب ہی جو عملاً و اراداً ناظرین کو رزن گرت کو دھوکہ دینے اور پچھو حصہ تک پہنچنے  
 سامنے اچھل کود کرنے کی غرض سے شروع ہوا ہو حیرت صاحب کی اس جاہل بازی پر ہم غصہ کیا  
 نے بھی آنکھوں سے ملامت کی ہو اسکا صرف اہل حدیث کے مضمون کی نقل حاشیہ پر مدینہ ناظرین  
 کرتا ہوں جس کے ڈیڑھ سولوی غافل ثنا اللہ صاحب ہیں جو ہماری جماعت کے سخت

حاشیہ چنانچہ آپ نے کرزن گرت کے کئی ایک پرچوں میں لکھ دیا ہے کہ مرزا صاحب  
 قادیانی نے لاہور میں آن کر تیسے مباحثہ کرنا منظور کر لیا ہو پس ہم تیار ہیں مرزا صاحب

مخالف ہیں اخبارین بھی ہماری مشن کے متعلق ہمیشہ نظر عنایت کرتے رہتے ہیں اور چند رسائل بھی مخلصت میں شائع کر چکے ہیں تاہم انہوں نے بطور ثالث حیرت صاحب کی جان باری کو ناظر کیا۔ اس سے ہر ایک شخص اندازہ کر سکتا ہو کہ جس نے مرقبین کی تحریرات دیکھی ہوں گی وہ فوراً حیرت صاحب کی چال کو سمجھ لینگا۔ ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ حیرت صاحب البدر کے تمام پرچہ سلسلہ وار دیکھتے رہے ہیں اس لئے یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ جس کسی نے حیرت صاحب کو چیلنج دیا تھا وہ شخص ان کے علم میں تھا اور یہ بات مفصل ذیل بیانات سے ظاہر و ثابت ہو۔ حیرت صاحب کی تردید میں میری مضامین کا سلسلہ حیرت کی حیرانی کی سرخی سے البدر مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۷ء سے شروع ہوا وہی پہلے ہی مضمون کے عنوان پر ”امر منشی عبدالعزیز دہلوی“ لکھ دیا گیا تھا تاکہ آئندہ بار بار ہر ایک ہفتہ کے مضمون کے بعد نام نہ لکھنا پڑے۔ مضمون کے شروع میں نام کا لکھا جانا اور پھر ایک ہی سرخی سے ہر ہفتہ کے اخبار میں مضمون کا شائع ہونا اول تو یہی کافی تھا لیکن اس کے علاوہ مضمون کے ابتدا میں مختصر سی تہید لکھ دی گئی تھی جس کو پڑھ کر ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہو کہ مذکورہ بالا سرخی کیساتھ جو مضمون کا سلسلہ جاری ہو گا۔ وہ تمام سی شخص کی تحریر ہو گی جس کا نام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) تاریخ مقرر کریں یہ کریں وہ کریں چنانچہ حل ہی میں ۱۵ اپریل کے کریڈن گزٹ ہیں لکھتے ہیں کہ محمد افضل اویٹر البدر قادیان نے یہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے مناظرہ کی دعوت دی تھی، حالانکہ انصاف یہ ہے کہ افضل مذکور نے جو دعوت مباحثہ دی تھی وہ اپنی طرف سے دی تھی وہ خود مباحثہ کو تیار تھا نہ کہ مرزا قادیانی جیسا کہ مرزا حیرت صاحب کا بیان ہو۔ تعجب ہے کہ مرزا حیرت

ابتدائی مضمون کے شروع میں لکھ دیا گیا ہے۔ میں اس ابتدائی مضمون کی تمہیدی عبارت ذیل میں نقل کر دیتا ہوں جس کا ناظرین میرے بیان کی صداقت معلوم کر سکتے ہیں۔

## حیرت کی حیرانی

مرسلہ منشی عبدالعزیز دہلوی

مذکورہ عنوان نام سے ایک سالہ لکھا گیا جو جس کے دو حصہ لکھ کر ختم کر دیئے ہیں۔  
حصہ اول ۳۸ جزو کے قریب پانی نویس لکھ چکا ہے اور چھپنا بھی شروع ہو گیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) ۳۸ پارچ کے پرچے میں خود لکھتے ہیں کہ وہ اب میں مرزا صاحب (قاویائی) سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ۳۸ کے البد میں یہ مضمون آپ نے تحریر فرمایا ہے یا آپ کے کسی مرید نے کیونکہ مضمون کے اخیر میں کسی کا نام نہیں ہے یہ عبارت مرزا صاحب دہلوی کی زبان کی وجہ سے حیرانی میں ڈالتی ہے ایک تو یہ کہ آپ خود ہی اس امر میں متامل ہیں کہ یہ دعوت مباحثہ کس کی جانب سے ہو پھر اس عدم یقین ہونے پر بھی آپ کس ترقین سے ۸ اپریل کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ ”مرزا غلام احمد کی طرف سے مناظرہ کے متعلق ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا حالانکہ مرزا صاحب نے اپنا اخبار البد میں تو بہت دہم و تمام چائی تھی مگر جب ہم تیار ہو گئے تو مرزا غلام احمد صاحب کو سانسپ سو گھ گیا۔“  
دوسرے حیرانی یہ ہے کہ مرزا حیرت جیسا کہ نہ مشق اوٹیر اتنی غلطی کرے کہ یہ بھی سمجھ



ضروری یا پاریج کے آخر تک حصہ شایع ہو جاوے گا اس کے شایع ہوتے ہی دوسرا  
 حصہ بھی کاپی نویس کو لکھنے کی واسطے دیا جاوے گا۔ پہلے حصہ میں حضرت اقدس سے  
 بیعت کریشی مختصر کیفیت۔ رسالہ کے لکھنے کا سبب۔ حضرت اقدس کی ۹۱  
 میں ہائیڈرکٹ اور سی۔ حیرت صاحب کا مسیح موعود۔ اور بعد محمد و غیرہ ہونے کی دعاوی  
 ان کے لائل اور پھر خود بخود ان دعاوی سے انکار اور احمدی جماعت پر بہتان۔ نیز  
 اس نامہ کے متعلق حضرت اقدس پر حیرت صاحب کے اعتراضات کے جواب دئے  
 گئے ہیں دوسرے حصہ میں ۱۹۰۴ء میں جو نکتہ چینیان حضرت اقدس پر کی ہیں۔  
 ان کے متعلق بحث کی ہو یہ رسائل عنقریب ہی شایع ہوں گے۔ اس لئے ۱۹۰۴ء  
 کے خاتمہ تک جو مضامین حیرت صاحب شایع کر چکے ہیں۔ ان پر البدر کے فریہ دوبارہ  
 بحث کرنی ضروری نہیں معلوم ہوتی ہے۔ پس ۱۹۰۵ء میں جو نکتہ چینیان حیرت  
 صاحب کریں گے ان کی بابت میرا ارادہ ہو کہ تیسرے حصہ میں انکا جواب دوں  
 اس حصہ کے شایع ہونے میں عرصہ لگے گا ویکم یہ بھی خیال ہو کہ حیرت صاحب کی تازہ  
 بتانہ نکتہ چینوں کا جواب تازہ بتانہ ان کو ہو چکا ہے۔ اس لئے اب البدر کا سلسلہ  
 مضامین حیرت صاحب کی ان نکتہ چینوں کے جواب شروع کیا جاتا ہے جو ۱۹۰۵ء  
 کے شروع سے انہوں نے شایع کی ہو میرا ارادہ ہو کہ اب سلسلہ اربعہ جواب دوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ کہ جس مضمون کے اول خرکشی نام نہیں ہوتا وہ یقیناً ڈاکٹر  
 ہی کا ہوتا ہو یا ڈاکٹر کا سمجھا جاتا ہو پھر آپ کو کیوں تردید پیدا ہو کہ مضمون دعوت مندرجہ البدر  
 جس پر آپ خود ہی مانے کہ کسی کام نہیں۔ کسکا ہو مرزا قادیانی کا یا ڈاکٹر البدر کا البدر پر موعود

اور خاص خاص باتوں پر توجہ کیا وے کیونکہ اخبار کے مختصر کالموں میں فقرہ فقرہ وار  
سطر سطر کا جواب دے جانے کی گنجائش نہیں ہو سکتی ہر اس طرح سے جو کچھ گئی بھائی  
وہ بعدہ رسالہ کے ذریعہ پوری کر دی جاوے گی البتہ موضوعہ ضروری ہے ۱۹۵۵ء

الہدراور کرزن گزٹ کی اس قدر طویل عبارتیں میں نے صرف اس غرض سے نقل کی ہیں  
کہ ایک شخص چیلنج کے متعلق مسائل اٹھائے قطعاً جاکے حیرت منی کی نشانیہ پالاکو دیکھو جو یہاں البتہ

یہ میرے مضمون کی ابتدا تھی جس کے شروع میں میرا نام بھی موجود تھا اور اسی  
سرخی سے برابر سلسلہ وار مضامین لکھے گئے تھے سرسری نظر سے بھی جو شخص  
ان مضامین کو پڑھ لے گا وہ حیرت صاحب کی مذکورہ بالا دہوکہ دہی کو سمجھ لے گا کہ حضرت  
قدس کی بابت چیلنج کے منظور کرتے کا بیان کیسا شرمناک جھوٹ ہے حیرت

حیرت صاحب کے ایسے ہو کر دینے والی تحریرات پر اور فسوس ہوئی منشیانہ چالبازوں  
مشاہیرین سے ہر ایک کو چیلنج دینے کی حالت میں میان حیرت ہمیشہ اسی قسم کے  
منشیانہ پالاکو اور دہوکہ دہیوں سے کام لیتے رہے ہیں جنکو محقق اور مصراطی  
طرح سے سمجھتے اور جانتے ہیں۔ صرف ان ہولے ہولے لوگوں کے گاہی ہیوا سطح

جو حیرتی ہنگامہ بندوں کو سمجھ نہیں سکتے ہیں یہ مختصر بحث کرتی تھی تاکہ وہ ایسے  
جو فروشن گندم خاؤں سے بچتے رہیں اور دہوکہ نہ کھا دیں۔ بھر حال چونکہ حیرت  
صاحب کے مناظرہ کے واسطے استعدادی طاہر کر کے بلکھ دیا ہو کہ دو مرزا صاحب  
ہوں یا ان کے کوئی مریض میں مناظرہ کیا واسطے تیار ہوں، اس لیے اب لکھو چاہیے کہ

اول ہمارے ان رسائل کے جواب لکھ کر صاحب مریض آئیں تاکہ اس طرح سے وہ انعام  
حاصل کریں اس کے ساتھ ہی اگر لکھو مناظرہ کا بھی شوق ابھی باقی ہے تو جو جن رس میں

میں نے انکے چیلنج دیا تھا یا جو نکتہ چینی انہوں نے اب تک کی میں ان مضامین میں  
مناظرہ کر کے بھی اپنی دل کی نکال لیں۔ میان حیرت کی یہ درخواست کہ حضرت اقدس  
خود مناظرہ میں شامل ہوں یا کوئی تحریر انکو دیں یہ بالکل فضول اور غیر ضروری ہے  
اسلئے کہ حیرت صاحب جو کہ چیلنج میں ہم اس کے بخوبی واقف ہیں اور جو کچھ انکے پاس تھا اس تمام  
لغویات کا حسن و قبح نکتہ چینیوں کے ذریعہ سے ظاہر بھی کر چکے ہیں۔ طائفین کی تمام  
تحریریں اب پبلک میں شائع ہو چکی ہیں جس سگریز ممکن نہیں ہو۔ بہت کچھ ایک  
طرفہ تحریرات سے پہلے کو دمچانی تھی کہ مرزا صاحب کے مرید مقابلہ میں نہیں آتے ہیں  
انکو انپ سونگ گیا ہوا اب صاف طور پر ثابت ہو جاوے گا کہ سانپ کس کو سونگ  
کیا ہو اور کون تاب مٹا بلکہ نہیں کھتا ہو۔

## شق دوم

### حیرت صاحب کی کتب پر سرسری نظر

اس رسالہ کی ابتداء میں میں نے میان حیرت کے چیلنج کے دو شقوق کا ذکر کیا تھا جن کی  
یافتہ اس سالہ میں بحث کی گئی ہے پہلی شق ختم ہو چکی ہو اب میں دوسری شق کی طرف  
متوجہ ہوتا ہوں جس کے دو حصے ہیں اول یہ کہ میان حیرت نے اپنا ایک خاص مضمون پیش  
کر کے لکھا ہے کہ ”ہم تمہارے مقابلہ میں اپنی مقدمہ تفسیر الفرقان پیش کرتے ہیں اور دعویٰ  
کرتے ہیں کہ اگر اس کے کل مضامین میں سے ایک کی مثل بھی لکھ دے تو یا نجس و بدیہ انعام  
دیتے ہیں مگر آج چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔ یہ ہماری وہ کتاب ہے جس کی تصنیف  
پر ہمیں بہت بڑا ناز ہے اور جسکی نسبت ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مع اپنے

کل مریدوں کے بھی گزروں گائیں تو ایسی چند سطر میں نہیں لکھ سکتے ہیں آپ کو ابھی تک  
 نہ دعویٰ میں تمیز نہ دلیل میں نہ تمہید اور واقعات میں آپ کی کل کتابیں دراصل  
 تمہیدی نہیں ہیں عبارت کی بے ربطی الفاظ کی سختی اور مضامین کے بے جوڑ ہونا آپ کی  
 دیہاتی حالت کا نقشہ کھینچتا ہے، گزرن گزٹ مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۵ء  
 حیرت صاحب کی لن ترانیوں میں سے جو ان تحریر کی باکی ہیں، حصہ یہ چھ اوپر لکھا گیا  
 دوسرے حصہ حیرت صاحب نے اپنی اہل تصانیف کو پیش کر کے ان الفاظ میں شیخیان  
 ماری ہیں "دہم مرزا صاحب سے بیس حصہ یا دہ شہرت رکھتے ہیں انکی تصانیف کی  
 تعداد سے زیادہ ہماری تصانیف کی تعداد ہو سکتی ہے کسی بات میں ہٹے نہیں  
 ہیں..... الخ گزرن گزٹ مورخہ جولائی ۱۹۰۵ء

نے اپنی خاموشی سے مہرزدی ہو زیادہ کشادگی سے بحث کرنا مہفت مین وقت ضائع کرنا ہو۔

حیرت صاحب کے اس مضمون ”وحشی نبوت“ کی بابت ہمارے اعتراضات یا سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) آپ نے مضمون ختم کرنے کے بعد ۱۹۰۷ء کے اخبار مین لکھا ہے کہ ”وہم نے تفسیر الفرقان کے پہلے مضمون نقل کیا ہو اگرچہ وہ مقدس کے متعلق ایک بڑا حصہ ترک کر دیا ہو تو بھی کچھ نہ کچھ معجزہ اور نبوت کے اس سلسلہ وار مضمون سے ضرور واقفیت ہو گئی ہوگی“۔ سپریمہ اسوال یہ تھا کہ کتاب مین یہ تھا کہ مضمون ۵۹ صفحوں پر ہو جس مین سے صرف ۱۲ صفحہ نقل کئے ہیں اور ۴۷ صفحوں کو فضول سمجھ کر خود ترک کر دیا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان ابتدائی ۱۲ صفحوں مین سوائے فلاسفوں کے مدہرانہ خیالات کی نقل کو اور کچھ بھی نہیں ہو کسی حدیث کا لکھنا تو درکنار لفظ حدیث تک بھی مضمون مین استعمال نہیں ہوا ہو۔ قرآن شریف کی کسی آیت سے استدلال کرنا تو درکنار قرآن فقہ کا نام بھی صرف ایک جگہ نہایت ہونڈے اور کچھ مفصلہ ذیل الفاظ مین لیا ہو۔

”و قرآن مجید نے اگرچہ معجزہ نبوت الہام اور وحی کو صاف طور پر بیان کیا ہو لیکن سوائے الفاظ کے ظاہری مطالب کے اور کیا خاک سمجھ مین آتا ہو۔“ ایسی بیانات سمجھ مین نہیں آتی کہ معجزہ اور نبوت کے مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے بجائے صرف مدہرانہ خیالات کو نقل کر دینا کافی سمجھ لیا ہو اور یہی خیالات حیرت صاحب کے دقائق و معارف مین تو ایسے لغو اور یہودہ خیالات پر تفصیلی بحث کرنا الضیع اوقات ہے

(۲) آپ نے حضرت اقدس پر نکتہ چینی کر کے لکھا ہو کہ تمہاری کل تحریرات تمہاری تہمد



ہیں لیکن معلوم ہوتا ہو کہ تم یہ سمجھ بھی نہیں سکتے ہو کہ تہید کب کو کہتے ہیں اس کی کچھ تم نے جس شدت سے جس صفحہ تک اپنا چیلنج والا مضمون کتاب سے اخبار نعتیہ نقل کیا ہو اس موقع سے اٹھارہ صفحہ کے بعد کتاب میں لکھتے ہو کہ ”یہ اس اہم اور عظیم مسئلہ نبوت و معجزہ کی تہید ہو جس نے اب تک انسان کی ہر نگاہ کتاب کے ۹۵ صفحات میں سے ۳۴ خود تمہارے بیان کے موافق تہید ہوئی اس حساب سے جسے نصف تہید ہی مضمون بطور پیش کیا ہو جس میں سوائے چند فضیلات کی نقل کے اور کچھ بھی نہیں ہو جس سے تمہاری وحشت زدہ حالت کا اندازہ ہوتا ہو کہ سوائے لاف و گزاف اور لڑائیوں کے تمہارے ہلکے اور کچھ بھی نہیں ہو۔“

(۳) اخبار کے مضمون کا جبکہ اصل مضمون کتاب سے ظاہر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ قریب ۸۰ کے اغلاط ہیں یعنی کتابی مضمون میں اصلاح کر کے اخباری مضمون میں تسنیع کچھ کا کچھ لکھا یا ہو اکثر جگہ تذکیہ و تائید اور وحدت و جمع کا بھی فرق کر دیا ہو مثلاً ایک گسٹ کے اخبار میں غور کو نوٹ لکھا ہو لیکن کتاب کے صفحہ ۴۷ پر جہاں سے یہ مضمون نقل کیا ہو اس کو منکر لکھا ہو اسی طرح سے وحدت و جمع کا بھی بہت فرق کیا گیا ہو مثلاً ان مقامات کی بجائیں عقائد اور ان حرکات کی بجائیں حرکات وغیرہ لکھا ہو۔ اور بہت سے فقرے بے معنی ہیں مثلاً کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہو ”ہمیشہ سے ہی ہوتا چلا آتا ہو اور ہمیشہ تک یہی ہوتا چلا آئے گا“ حالانکہ ہوتا چلا آئے گا نہ ہوتا

چلتا ہے تھا۔ ان مذکورہ بالا ۸۰ اغلاط میں ہم نے وہ غلطیاں شامل نہیں کی ہیں جنہیں کتاب کی غلطی کا احتمال ہو سکتا تھا اور جو قریب ۲۵ کے ہیں مثلاً اشکوں کے بجائے اشکوں کے

جون جون کی بجائے جو جو۔ اختیار کے بجائے ختمیاد۔ خدائے قادر مطلق کے بجائے  
خدائے قادر مطلق پھلانگ کے بجائے پھلانگ حکیم کے بجائے حلیم وغیرہ وغیرہ  
صرف ایسے اعلاطیا اصلاحوں کو کہنے شمار کیا ہو چنانچہ کتاب کی غلطی کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا  
۱۔ اس لئے ایک ہی مضمون کو دو جگہ نقل کرنے کی حالت میں ایک جگہ کی اردو دوسری  
جگہ کی ترمیم کرنی ہوگی اس کے کہ کسی قسم کی بحث کی جاوے اس مضمون کو صحیح طور  
پر تیسری دفعہ نقل کرنا چاہیے تاکہ مضمون کے اردو اور ہر ایک پہلو پر قطعی بحث کی  
جاسکے۔

(۴) تھے حضرت اقدس کی بابت لکھا کہ دہتہاری عبارت کی بے ربطی اور مضامین  
کتابے جوڑنا دہتہاری دہتہائی حالت کا نقش کھینچنا ہو لیکن اس مضمون کے نقل کرنے  
میں عجیبہ میم و نسخ اور حذف زیادت سے کام لیا ہو جس نے ۲۳ جولائی کے اخبار میں کتاب کے  
صفحہ ۲۱۲ سے مضمون شروع کیا ہو لیکن تھوڑا سا نقل کرنے کے بعد دہتہاری پھلانگ کر  
جھٹ صفحہ ۲۱۴ پر جایا ہو چنے اور پھر چند سطریں لکھ کر یکدم بھیجے گئے اور صفحہ ۲۱۴ پر آگے  
یکم است کے اخبار میں کتاب کے ۲۱۶ صفحہ سے مضمون شروع کیا لیکن کسی قدر  
لکھنے کے بعد یہ صفحہ بھیجے جانے اور ۲۱۲ صفحہ کی کسی قدر عبارت نقل کر دی اس  
صفحہ کی تھوڑی سی عبارت نقل کر کے جھٹ ۲۱۹ صفحہ پر جا کوڑے اور ہر ایک موقع پر عبارت  
کو مسلسل کرنے کی غرض سے حذف و زیادت سے کام لیا۔ لہذا اپنی عبارت کے باربط  
اور پوردار ہوتے کا دعویٰ تو بہت کچھ ہو لیکن جو مضمون چینج کے طور پر پیش کیا ہو اس کی  
خود اپنی ہی باتوں کی سی مٹی پلید کی جو جس ایک مضمون خواہ کتاب والہ یا اخبار والے  
ضرور بے ربط اور بے جوڑ ثابت ہوتا ہو جب تک تیسرا مضمون پھر نہ لکھو سطح سے

تہا رہے مضمون کے بے جوڑ و بے نکاحی یا نہ ہونے کی بابت قطعی رائے قائم کی جاسکتی ہو یہ جو حیرت صاحب کے پیش کردہ مضمون کی انصافیت ناگفتہ بہ حالت۔

جبکہ پیش کردہ مضمون کی یہ حالت ہو کہ نہ اس میں قرآنِ مجید و حدیث کے بحث کی گئی ہو بلکہ نہ یہ خیالات کو جمع کر دیا ہو اور نہ اس کی اردو درست ہو اور جو بالکل بے جوڑ اور بے نکاح ہو تو جب تک حیرت صاحب کو سہ بارہ دلی اطمینان کے ساتھ نہ لکھیں کہ کتب میں بل ہو کہ اس کے ہر ایک پہلو پر بحث کی جائے اس لیے حیرت صاحب اور انکی اس مضمون کی حیرت زدہ حالت کو اسی طرح سے چھو کر اس نے دوسری شق کے دوسرے پہلو پر یعنی حیرت صاحب کی کتب کے مضامین پر کسی قدر کشادگی سے غور کر کے دکھانا ہوں کہ ان میں کس قدر رطبت یا بس کا ذخیرہ بھرا ہوا ہو۔ جو حیرت صاحب اپنے ان کتب کی فہرست پیش نہیں کی ہو چیرہ اوکڑے اور اتارتے ہیں لیکن میں نہایت کشادہ پیشانی و فراخ دلی سے ان کے کثیر التعداد و صنفہ ناولوں مثل الف لیلا دینازاد و پیریا بالغ و غیرہ باغض بے معنی اور بے سوانح عمریوں کو۔ نظر انداز کر کے صرف مقدمہ ترجمہ و تفسیر حیرتی اور سقیر محمدیہ و سیرۃ الرسول جو اصل انکی لن ٹرانزیشن اور خود پستی کا باعث ہیں انہیں کے مضامین پر بحث کروں گا۔ اصل بحث شروعی کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہر ایک کتاب کی بابت کسی قدر تہیدی حالات لکھ دی جاویں جن سے معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک کا علم علیہ علیہ میان حیرت کے نزدیک کیا پایہ ہو۔

(۱) سیرۃ محمدیہ۔ اس کتاب کے صفحات ۱۲۰۱۱ پر جولن ٹرانزیشن کی ہیں ان کو قلم انداز کر کے ایک ٹیڑھی بات پر تبصرہ کرتا ہوں جو یہ ہے کہ اسکے ٹائٹل یعنی سرورق پر

میان حیرت سے لکھا ہو۔ ذلک الکتاب لا یریب فیہ لیکن ذلک الکتاب کی بابت تفسیر حیرتی صفحہ پر لکھا ہو۔ ذلک سے کلام عرب میں اس سے جزو کسب طیف اشارہ کرتے ہیں جو دور ہوتی گاؤں اس کے مقابلہ میں ہذا ہے جو نزدیک کی چیز پر نہ لاجا نا ہو۔ الکتاب میں الف لام عہد کے لیے یعنی اس سے وہ کتاب مراد ہے جس کی خبر کتابت سابقہ میں نہ ہو گی اور اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جس کتاب میں ذلک الکتاب کا مفہوم خود حیرتی تفسیر کے موافق ایسی کتاب ہے جس کی خبر کتابت سابقہ میں دی گئی ہو تو سیرۃ فخریہ کا پایہ یہ کس طرح سے ہو گیا کہ وہ بھی ذلک الکتاب بن گئے۔ خیر خواہ کچھ بھی ہو بہر حال حیرت زدہ منطق کے موافق انکی یہ کتاب آسمانی کتب ہم ملے ہو۔

(۲) سیرۃ الرسول۔ اس کتاب کی خوب بینی بابت حیرت صاحب کے دعاوی اس رسالہ کے حصہ اول صفحہ ۶۰ پر میں لکھ چکا ہوں سوائے ہوتا ہو کہ اس میں اور یہ حققت میں فرق کیا ہو چکا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمریان ہیں خود حیرت صاحب

حاشیہ میں حیرت تمہاری اس ایمان داری پر سخت افسوس ہو تمہنے ہماری جماعت اور حضرت اقدس کو صرف اس لیے مغالطات گالیاں دی ہیں کہ احمدی جماعت ام المؤمنین کا لفظ حضرت اقدس کی بیوی صاحبہ کی واسطے استعمال کرتی ہو۔ تم ایمان داری سے سوچو اور اگر تمہارے حواس درست ہیں اور عقل و انصاف سے کچھ بھی حکم و حصہ ملا ہو تو غور کرو کہ جب سیرۃ محمد جیسے کتاب کی بابت جس کے کسی قدر مضامین کی حقیقت کے چلنے کے ظاہر کر دی جائے گا اور جس کی خبر سابقہ کتب میں سے نکال کر تم نے اب پیش نہیں کی ہو تو ذلک الکتاب کہینا تمہاری مسلمات میں سے ہو تو احمدی جماعت کو ام المؤمنین کیوں سے گالیاں دینا تمہاری

کے بیان کے موافق دونوں میں صرف تین باتوں کا فرق جب کہ سیرۃ الرسول حصہ اول صفحہ ۵ اور حصہ دوم صفحہ ۵۷ پر ظاہر کیا ہوا ہے اور وہ یہ ہوا کہ سیرۃ محمد بن الفاطمی شوکت سے کام لیا ہو لیکن سیرۃ الرسول کی واردات میں کئی عیبوں سے پاک ہے نہ عین صفت موصوف کو زیادہ صرف کیا ہو نہ یہود و منافقوں اور استعارات کو۔ دوم سابق الذکر کا طرز استدلال قیاسی طرز کا ہے جو قسم نہیں ہوتا صرف علما اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن سیرۃ الرسول کا طرز استدلال جدید طرز کا ہے جو سیرۃ محمد بن میں ہزار بار واقعات نظر انداز ہو گئے ہیں لیکن سیرۃ الرسول ایک کامل سوانح عمری ہے جو میں چھوٹی یا بڑی کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی کہ کسی شخص کو اور نئی سوانح عمری لکھنے کی ضرورت باقی رہے۔

حیرت صاحب کے ان بیانات سے یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ دونوں کتب میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں ہوئی ہو بلکہ ایک دوسری کی تکمیل کرنے والی ہو۔  
(۳) ترجمہ تفسیر حیرت کی ۲۰ کی بابت حیرت صاحب گزٹ موضع ۲۳ ستمبر ۱۳۰۵ء پر لکھتے ہیں کہ ”سلفظ پرپوری غم کی ہو تمام سیرۃ تفسیر سے مدد لی ہو کسی لفظ کا تفسیری یا نحوئی مفہوم نہیں چھوڑا ہو جو تفسیر حیرت پر چڑھائی گئی ہو وہ جیسے

حاشیہ چوبیس کی نظیر غاظرین حواصل صفحات ۶۱ و ۶۲ میں زید کے عالم و فاضل اور نینچا ل ہوئی بابت بخوبی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

حاشیہ پندرہ اس معوی کی پہلو کی ترجمہ کے پڑھنے والے ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اسکی بسم اللہ ہی غلط ہے چنانچہ تقریباً تمام جگہ ترجمہ کیا گیا ہو



مختصر ہو ویسی ہی جامع ہی الحمد للہ مگر قرآن شریف کی تمام تفسیریں صرف صحیح احادیث سے مدد لی ہو، مگر زن اگرٹ موضوعہ ۱۵ ستمبر ۱۳۳۵ء پر لکھا ہو وہ ایسی تفسیر بالحدیث آج تک اسلامی دنیا میں نہیں لکھی گئی جہاں تک ہو سکا ہو تفسیر بالحدیث کے متعلق کوئی پہلو نہیں چھوڑا ہو۔

مفت مدظلہ تفسیر اس کتاب کے اشتہار کا سلسلہ ابتداء ۹۹ء سے جاری

ہوا تھا سب سے پہلا اشتہار اخبار چودہویں صدی موضوعہ ۲۳ جنوری ۱۳۳۵ء میں شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ ”تفسیر کا بہت بڑا حصہ تیار کر چکا ہوں۔“

پھر اگرٹ موضوعہ یکم ۱۳۳۵ء پر تحریر فرمایا ہو۔ ”مجھے مقدمہ تفسیر شروع کیا ہو

اور علیحدہ ہیں کہ تمام پیچیدہ مسائل اور اسلام کے اہم معاملات اس مقدمہ میں

ختم کر دیں تاکہ تفسیر میں سوائے مختصر باتوں کے طویل بحث نہ کرنی پڑے مقدمہ تفسیر

لبنانی مطالب کے فضل کھولنے کی کوشش ہوگی جو تیس سو سو برس ابھی تک کسی زبان

میں نہیں لکھی گئی تھیں اپنے خالق باخلاق سما کی طرف سے ہدایت ہوئی کہ اس

بات کا اعلان کر دیں کہ ہماری تفسیر عام مذاق کو پورا کرے گی، غرض مفت مدظلہ تفسیر

اور تفسیر منیرہ کے اشتہار بازی کا سلسلہ ابتداء ۹۹ء سے شروع ہو کر سلسلہ

داران کے شائع ہونے تک جاری رہا ان اشتہارات کو غور سے پڑھنے سے پوری

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۹-۲۰ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ

اس ترجمہ سے قرآن شریف مردوں کے لیے مخصوص کر کے بچاری عورتوں کو اس

محروم کر دیا ہو سمجھ میں نہیں آتا ہو کہ ایسے ترجمہ کی بابت یہ دعویٰ کس طرح سے کر لیا گیا ہو

ڈاڑھی میں تنکا والی مثل حیرت صاحب کے بالکل صادق آتی ہو اس لئے کہ گزشتہ سورۃ  
 ۱۹۰۱ء صفحہ ۷۷ کا مہر (اور اس کے علاوہ اور کئی مقامات پر بھی)  
 وہ لکھتے ہیں، ”مقدمہ تفسیر کا گیارہواں اور بارہواں رسالہ سلسلہ وار وقت معینہ  
 پر شائع ہو جاوینگے اس کے بعد قرآن مجید کی تفسیر مع ترجمہ (جو میری ہی کیا ہوا ہے)  
 شائع ہوگی۔ بات یہ کہ اعلیٰ اور حقیقی واقعات جو کسی شخص کے ذہن میں ہوتے ہیں  
 وہ رنگا رنگ بغیر نہیں رہ سکتے خیال کیا جا سکتا ہو کہ جس حالت میں اشتہارات  
 کا سلسلہ عرصہ راز سے جاری تھا تو وہ افروزی ۱۹۰۱ء کے اخبار میں مضمون  
 لکھتے لکھتے خط وحدانی والی عبارت کے لکھنے ضرورت ہی کیا تھی خواہ ہم اپنے  
 اس اصول کی وجہ سے کثافتی واقفیت کی بن پر اس سال میں کچھ نہ لکھیں گے  
 ایسی باتوں کے لکھنے سے پرہیز بھی کریں لیکن حیرت صاحب کی اس قسم کی ضروری  
 حالت اپنی مختلف دیگر تحریری شہادتوں کے ساتھ خود بیان کا اقرار کرتی ہے  
 کہ یہ کام یعنی تفسیر اور ترجمہ کسی گراہ کے آدمی کا ہو بھر حال ان کتب کے متعلق بہت قدر  
 تہید بیانات لکھنے کے بعد اب ان کے بعض مضامین کا یا اہم دو کاموں کے  
 درجہ قیاد کرتا ہوں۔ میں اپنی طرف سے جو یارک کروں گا اس کو خط وحدانی میں  
 لکھوں گا تاکہ حیرتی مضامین سے وہ کلمہ رہے۔

(تفسیر حاشیہ صفحہ ۵۰) کہ ”ہر لفظ پر پوری غور کی ہے  
 اور کسی لفظ کا تفسیری یا لغوی مفہوم نہیں چھوڑا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ  
 غیر ایمانی بالکل جانی نہیں ہے جو ایسی باتیں منہ سے نکلتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
کے بہتان کی بابت تفسیر حیرتی کے  
بیانات

تفسیر حیرتی پارہ ۱۸ سورہ نور صفحہ ۸۵  
ان الذین جاورہا وہاں سے اس بہتان کا قصہ  
شروع ہوتا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
عنہا پر لوگوں نے لگایا تھا یہ اٹھارہ آیتیں  
باجل امت حضرت صدیقہ کے حق میں  
نازل ہوئی ہیں اس سے انکی بڑی فضیلت  
اور بڑی منقبت نکلتی ہے اس پر اگر اور کیا  
ہو گا انکی پاک قرآن مجید میں منکوری و محضیت  
منکم یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت نے  
یہ تہمت لگائی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ  
عنہا کہتی ہیں کہ وہ لوگ یہ تھے عبد اللہ بن  
ابی منافق حسان بن ثابت زید بن فاعمہ  
مسطح حیمہ بن جحش ایں واقعہ کی تفصیل  
حضرت عائشہ صدیقہ سے اس طرح مروی  
ہو کہ میں ایک غزوہ میں بعد پردے کا حکم  
نازل ہو جانے کے آنحضرت صلعم کے ہمارے

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
کے بہتان کی بابت مقدمہ تفسیر حیرتی  
کے بیانات

مقدمہ تفسیر حیرت صفحہ ۲۹۷۔

وہ رواتین کہ خود رسول کریم کے رانہ میں  
آپ پر تہمت لگائی گئی اور آپ کا ناقہ قافلہ  
سے بہ شک کے ذرا پیچھے گیا تھا اور پھر آپ  
کی تطہیر کی نسبت وحی نازل ہوئی ایک  
عجیب کے معنی قیاس ہے جسے بلاوجہ بات  
سینوں کے معتبر کتابوں نے بھی تسلیم  
کر لیا ہے نہ آپ بھی قافلہ کے پیچھے رہ گئیں نہ  
آپ پر رسول کریم کے سامنے کوئی تہمت لگائی  
گئی نہ آپ کی تطہیر کی نسبت کوئی وحی  
نازل ہوئی یہ ساری باتیں بعد از ان تراشی  
گئی ہیں اول انہیں فی الحقیقت صداقت ہے  
کوئی ابھی تعلق نہیں ہو رہا ان رواتوں پر  
جب بالتفصیل بحث کریں گے اور انہیں  
نفس صداقت کی خاک پر رکھ کے پھر بین  
کے تو معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت سے ان کو

تھی جب آپ کو اس سے فراغت ملی اور  
آپ لوٹے اور مدینہ کے قریب آگئے اور اس  
شب ہی سے آپ کو کچ کا حکم دیا تو  
میں قضا سے حاضری کے لیے جنگل گئی وہاں  
سے آپس آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا بار  
میرے کلمے میں نہیں ہو میں اس کے ٹھونڈ  
کو پھر واپس گئی اس اثناء میں لوگوں نے  
میرا ہودہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ لیا اور  
یہ سمجھے کہ میں اس میں موجود ہوں چونکہ  
کھانا اس زمانہ میں کم میسر ہوتا تھا اسلئے  
میں بہت ہلکی ہوتی تھی میں نے  
وہاں اپنا بار پڑایا اور لوٹ کر آئی تو کوچ  
ہو چکا تھا میں یہ سمجھ کر جب آنحضرت  
مجھے وہاں نہ پا لیں گے تو یہاں دھونڈ  
وائینگے وہیں بیٹھ گئی اور منہ کے غلبہ میں  
سو گئی صفوان شکر کے پیچھے چھوڑ دیا  
کیا تمنا وہ صبح ہوتے میری جگہ پر پہنچی  
اور اس نے مجھے پہچان لیا کیونکہ حکم پر وہ  
کے مارل ہونے سے پہلے اسنے مجھے

کچھ بھی تعلق نہیں ہوا ورنہ ساری شرمناک  
بابتیں صرف اس مخالف فریق کے معاملہ  
خیالات کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں میں خلیفہ  
ثالث کے وقت سے پیدا ہو گیا تھا اور اسی  
نے مصنوعی روایات کی ہر قدر شہرت دی  
کہ وہ درجہ و تراتر تک پہنچ گئیں اور عام طور  
پر سب کو اس کا یقین ہونے لگا۔ اس کے  
بعد حیرت صاحب نے اس بات پر بحث کی ہے  
کہ بہت سی روایات اس زمانہ میں وضع کی  
گئی تھیں اور اپنی طرف سے انکی پرکھتے  
کیوں سب ایک معیار قائم کر کے لکھا ہو  
مقدمہ تفسیر حیرت صفحہ ۴۹۹-۵۰۰  
ہم سب سے پہلے بی بی عائشہ کے  
شرمناک واقعہ کو اپنے اصول متعارفہ  
سے جانچ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ  
یکہاں تک صحیح ہو زیادہ غور کرنے کے  
بعد معلوم ہوا کہ کوئی ہمدرد شہادت  
اس واقعہ کی نہیں ہے کہ آپ کا روانہ  
پیچھے رہ گئی تھیں اور اس وجہ سے آپ

دیکھا تھا پس اس نے ان اللہ وانا الیرجعون  
پڑھنا شروع کیا اور اس طریقہ سے مجھے  
جگایا میں نے اٹھتے ہی اپنا منہ چھپایا  
اللہ کی قسم نہ اس نے مجھ سے کوئی بات کہی نہ  
میں نے اس سے کوئی بات سوچا ان اللہ  
کے سنی پس منڈا پنا اونٹ بٹھایا او  
مجھے لپیٹ کر لیا اور خود کسی نیل پکر کر چلا پھر  
کیونکہ ہم شکرین پہنچ گئے پس بعض  
لوگوں نے مجھے صفوں کیساتھ متہم کیا  
آنحضرت صلعم کو بھی ہنگامی پیدا ہو گئی  
اور آپ کا التفات میرے طرف سے بالکل  
جاتا ہا میری آنکھوں میں ہر وقت آنسو پری  
رہتے تھے بخارِ شرت مجھے آنے لگا  
تھا آپ نے میرے والد ماجد حضرت ابو بکر  
صدیق کے گھر میں بھیجا تھا حضرت صدیق  
بھی فرماتے تھے کہ اگر رسول صلعم تجھ سے  
نافوش ہی رہے تو میں تجھے اپنے گھر سے  
نکال دوں گا کیونکہ میں ایسے شخص کو اپنے  
گھر میں نہیں رکھنا چاہتا جس سے حضرت

پر کچھ شبہ ہوا تھا اور اگر فرض کریں کہ اس  
واقعہ کی کوئی سبب شہادت ہو بھی تو وہ  
اس وقت قلمبند نہیں ہونی تھی بلکہ عیسوی  
صدی پھر کے آغاز میں یہ واقعہ تحریر میں  
آیا۔ اور جب وقت یہ واقعہ لکھا گیا وہ زمانہ  
اماموں کی سلطنت کا تھا جو معتزلی  
تھا اور اسے اس جیسے واقعہ کے لکھے  
جانے کی زیادہ پروا نہیں تھی ....

.....  
منجد اور واقعات کے جن میں قطعی فرق لگتا  
ہوئی حضرت صدیق نے بی بی عائشہ کا واقعہ  
بے عقل یا ذہین نہیں کرتے کہ جو الزام آپ پر لگایا  
جاتا ہو وہ ہی اور آپ کی نبوت اور پیغمبر الٰہی  
کی حالت پر شبہاں ہو جب نظر غور سے دیکھا  
جاتا ہو تو یہ الزام اگرچہ ظاہر طور پر حضرت  
بی بی عائشہ پر لگایا جاتا ہو مگر اصلی ملزم  
(معاذ اللہ) آنحضرت صلعم ہی تھے یہ ہیں  
کیونکہ حضرت صدیق نے کوئی جرم نہیں کیا  
تھا کوئی نافرمانی نہیں کی بلکہ اتفاق سے



نانحوشس ہوں غرض کہ مہینہ بھر تک یہ  
حال ہا اورین جان بلب ہو گئی پس اللہ  
پاک بخیر سی برات میں یہاں تین نازل  
فرمائیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے مسبر پر  
چڑھ کر سب کو یہ آیتیں سنائیں اور حسان  
اور منہ اور سطح کو قذف کی سزا دی یہاں  
اپنی کو یہ سزا نہیں دی گئی کیونکہ وہ منافق تھا  
اس کی تالیف قلوب منظور تھی اور یہ بھی  
منظور تھا کہ آخرت میں وہ ایسا کفر پائے  
..... ولولہ لا ذمیر معتموہ

بہتان لگانے والوں پر عتاب فرما کر اب  
عام مسلمانوں پر چڑھوں نے اس بہتان  
کو سنکر سکوت کر لیا تھا اپنا غصہ ظاہر  
فرماتا ہوا کہ تم نے جب عائشہ صدیقہ کی تہمت  
سنی تو فوراً سُننے ہی کہہ کیوں نہ دیا کہ یہ  
صریح افتراء ہے آپ اللہ تمہیں نصیحت کرتا  
ہو کہ ایسا کہہ ہی نہ کرنا اگر فسوس شیعی اصحاب  
جو حضرت صدیقہ پر سب و شتم کرتے  
ہیں انکی عقل کہاں ہے کہ کیوں نہیں فرما دیتے

اُن کا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا صرف اونٹ  
کے پیچھے رہ جانے سے کسی کو کیا حق تھا  
جو آپ کی طرف بدگمانی کرتا اور خیال میں بھی  
کوئی بُرائی نہ پیدا کرتا جبکہ کسی نے کوئی شک  
نہیں کیا تھی کسی نے کوئی عینی شہادت  
نہیں دی تھی پھر کیوں اور کس وجہ سے ایسا  
ہوا کہ محمد بنی صلعم جیسا جلیل القدر نبی  
شکر کرنے لگے اور شہد بھی ایسا کہ دنوں بات  
نہ کرتے اور سخت مشرور رہے کہ یہی اپنے  
صحابہ سے مشورہ کرنے کہ کیا کروں کہیں  
بی بی عائشہ سے یہ کہے کہ تم تو بہ کر دو۔  
پس معلوم ہو گیا کہ یہ ساری باتیں بخیر ہی  
ہوئی ہیں اور انہیں حقیقت سے کچھ بھی  
تعلق نہیں ہو۔

(اس کے بعد ان روایت کے بعد سر پا  
ہونے کی بابت طویل طویل بحث کر کے  
آخری نتیجہ مفصل ذیل نکالا ہے)  
مقدمہ تفسیر حیرت صفحہ ۵۰۳۔  
ہمارا فرض یہ کہ اس دیرینہ غلط فہمی کو

کے الفاظ و اس کے اطراف جو انبیا پر غور کرے جس کھنچ جائے کہ عائشہ صدیقہ کی عند اللہ کیسی قدر و منزلت ہو اور جو لوگ انہیں اب بھی دنیا کی تہمت لگاتے ہیں تو اتنا جاہل و ابل حق کا نہیں

مٹائیں جو اسلام کے دونوں فریق میں ہر گز ہی ہوا و فریقین اسے صحیح سمجھتے ہیں یہ محض غلط ہو کہ حضور انور کی ازواج پاک میں کچھ شش تھی۔۔۔۔۔۔ یہ محض غلط ہو کہ حضرت بی بی عائشہ پر لازم لگا ہو اور آپ کی نسبت شبہ ہوا ہو۔

ہم نے مزید یہ کہ اس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حیرت صدیقی کی دونوں تحریرات میں جن کے مطالبہ یا کل صاف ہیں ایک طرف تو تفسیر کا بیان جس میں صحیح احادیث سے مدد لی گئی ہو اور حضرت عائشہ کے متعلق جو حالات بیان ہو ہیں یا جماع امت میں لیکن مقدمہ تفسیر کے صحت کے نزدیک صحیح احادیث اور اجماع امت تو درکنار یہ تمام باتیں بے قیاس ہیں آپ کی تطہیر کی بابت بھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور کوئی ہمعصر شہادت اس واقعہ کی نہیں ہو وغیرہ وغیرہ۔ پہلا ان پر لازم معارف متضاد مضامین کے مقابلہ میں کہ وہ یہ وہم کر سکتا ہو کہ بیان حیرت کثرت نصایف کے لحاظ سے کسی سے بیٹے ہیں البتہ یہ تعجب کی بات ضرور ہو کہ ایک طرف مقدمہ تفسیر اور دوسری طرف تفسیر کی عبارت پیش کی گئی ہو اگر اور مختلف کتب کے مضامین میں اختلاف ہو تو تفسیر اس قدر خیال کرنے کی بات نہ بھی ہوتی لیکن مقدمہ تفسیر اور تفسیر جو دراصل ایک ہی ہیں انہیں کے مضامین کی یہ حالت۔ ہر ایک شخص کو کم از کم یہ یقین اور تسلیم کرنے کے لئے مجبور کر دی گئی کہ دونوں تحریرات کا لکھنے والا ہرگز ہرگز ایک شخص نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی فخریہ روایات کی بابت تفسیر حیرتی کے بیانات تفسیر حیرتی پارہ ۸ سورہ نور صفحہ ۳۸۷۔

روایت یہ کہ حضرت عائشہ ان چند باتوں پر فخر کیا کرتی تھیں جو آنحضرت صلعم کی کسی بی بی کو حاصل تھیں (۱) حضرت جبریل نے انکی تصویر ایک حیر کے ٹکڑے پر دکھائی اور کہا تھا یہ انکی بی بی ہیں (۲) آنحضرت صلعم نے ان کے سوا کسی کو اسی سے نکاح نہیں فرمایا (۳) آنحضرت صلعم نے انہیں کی گود میں سر رکھا اور انہیں کی باری کے منقبات پائی (۴) انہی کے بچے ہیں حضرت مدفون ہوئے (۵) آنحضرت صلعم ان کے ہمراہ بیٹے ہوئے تھے کہ وحی نازل ہوئی تھی (۶) انکی پاکی آسمان سے نازل ہوئی (۷) صدیق اور خلیفہ رسول اللہ کی بیٹی تھیں (۸) اللہ نے ان کو طیبہ کہا۔  
واقعی ان باتوں پر ان کا فخر بجا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی فخریہ روایات کی بابت مقدمہ تفسیر حیرتی کے بیانات مقدمہ تفسیر صفحہ ۲۷۸ و ۲۷۹۔  
اس نکاح کی بابت اگر عیسائیوں کا کوئی اعتراض ہو تو وہ صرف یہ کہ عمر می سن نکاح ہوا یا ان روایتوں کو نقل کرتے ہیں جو بی بی عائشہ کی نسبت مشہور ہیں کہ انہوں نے اپنی زبان سے اپنے تعلقات و حیدت کا اظہار کیا اور اس محبت کو بتایا جو حضرت انور آپ کے تھے چنانچہ ہم ان روایتوں کا خلاصہ کر دیتے ہیں جو حضرت بی بی عائشہ کے ساتھ نسبت دی جاتی ہیں اور انہیں کو انکات اہل بتایا جاتا ہو وہ روایتیں یہ ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس جگہ حیرت صاحب دس نمبر جن میں حضرت عائشہ کے فخریہ جملے لکھے ہیں جن میں دو سر کاظمین تفسیر سے نقل کر چکا ہوں مقدمہ والی تحریک میں تفسیر سے صرف یہ خلاصہ ہو کہ مقدمہ میں تفسیر کے نمبر کے بجائے لکھا ہو دو امیران باپ مہاجر

ا کس قدر تعجب کی بات ہو کہ تفسیر جو صرف صحیح احادیث کی امداد سے لکھی گئی ہو اس کے موافق تو بی بی عائشہ کا فخر کرنا مفسر تفسیر حیرتی کے نزدیک بجا تھا لیکن مقدمہ تفسیر کے بیان کے موافق نہ یہ روایتیں ہی معتبر ہیں اور زمان کے بیان کرنا لیسری قابل اعتبار ہیں۔

کیا اب بھی کوئی یہ وہم کر سکتا ہو کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کی تحریر کا نتیجہ ہیں اگر بغرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ دونوں ایک ہی شخص کے خیالات ہیں تو دوسری شکل پیش آتی ہو کہ دونوں تحریرات میں سے معتبر کو نسی سمجھی جاوے کہ تفسیر پر رحم کر کے مقدمہ کی تردید کی جاتی ہو تو یہ وقت پیش آتی ہو کہ اس کے زریعہ سے مخالفین کے اعتراضات کے جواب کے لئے عین جنگی زور سے برباد پڑتی ہو لیکن ہماری رائیں یہی پہلو بیاؤ اچھا ہو کہ تو تکہ ہمارے قریبی دوست کے مفید مطلب اس طرح سے انکو یہ موقع ملے گا کہ

تھے الاس کے علاوہ مقدمہ تفسیر میں بیانیات زیادہ لکھی ہیں درمیں اور بیغیر خدا و دونوں ایک تن میں نہایا کرتے تھے اور کسی بی بی کیساتھ ایسا نہ نہیں ہو کہ شہب کو بیغیر خدا نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے لیٹی رہتی تھی نیز میرا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا و دواع نو برس کی عمر میں ہوئی اور میرا مہر پانچ سو درہم کا بندھا تھا، اس کے بعد بیان حیرت لکھتے ہیں)

اب ہم ان روایتوں کی قحطرت پر ایک نظر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں صداقت کا مادہ کتنا ہو جانتا کہ غور کیا جاتا ہو ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی اس کی خاص وجہ یہ کہ جب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے کہ دوسری ازواج آپ کے مقابلہ میں رسول خدا کی محبت کا اظہار کیا تھا۔ سہ گز یہ بات سمجھیں نہیں آتی کہ بلا وجہ حضرت عائشہ نے ان راز دارانہ تعلقات کے بیان کرنے میں جو زوحیت سے متعلق

مقدمہ کی طرز تحریر کو بدل کر ان اعتراضات کا  
جواب کسی مادرِ سلک پر دنیا شروع کر دیں  
گے اور اس طرح سے مفت میں تصانیف کی  
تعداد میں ایک تمبر کی اور زیادتی ہو جاوے گی  
اور کچھ کثرت تصانیف کی بابت مزید فخر کرتے  
کا انکو موقع مل سیکے گا۔

تختہ انبی در دوسری فرمائی ہو کسی حدیث  
کسی تیار کج کسی ضعیف سی ضعیف روایت  
سے یہ ثبات نہیں ہو تاکہ حضور انور کے  
وصال کے بعد خلفاء راشدین میں سے ایک  
خليفة نے کبھی اہل اہل السنین کی تکبر اور  
عزت کرتے اور ان کے حقوق بحال رکھنے میں  
کچھ بھی کمی کی ہو یا ان میں کچھ امتیاز قائم کیا

ہو۔۔۔۔۔۔ یہ بات ہرگز نہ تھی نہ اسکا خفیف سا اشارہ بھی کسی ضعیف سی ضعیف  
روایت میں پایا جاتا ہو۔۔۔۔۔۔ جبکہ بات تھی اور سوانہ قائم تھی پھر سمجھیں انہیں  
آتا کہ کیونکر کسی بی بی نے حضور انور کے ساتھ اپنی خصوصیت کا جو کہ قابلہ میں اور کوئی نہ تھی  
نہ تھا بلا وجہ اظہار کیا یہ ایک گہرا راز ہو جو زیادہ قوم کا محتاج ہو اور یہ ایک بہت بڑی بات ہے  
جس کے زریعہ سے مذکورہ روایتوں کی صداقت اور غیر صداقت معلوم ہو جاتی ہو۔  
(اُس کے بعد حیرت صاحب نے حضرت عائشہ کے تمام فخریہ جملوں پر تفصیل سے یکے بعد دیگر  
بحث کر کے آخری نتیجہ یہ نکالا ہو۔)

مقدمہ تفسیر صفحہ ۴۹۶۔ یہ ساری باتیں جو بیان ہوئی ہیں ان میں سے بہت  
سی معتبر کتابوں میں نہیں ہیں جن مسلمان مورخوں نے ان روایات کو نقل کیا ہے وہ  
مسلمانوں میں قابل اعتبار نہیں ہیں۔

قصہ صحابہ نبیل

قصہ صحابہ نبیل

شوق



تفسیر الفرقان حیرتی صفحہ ۶۵۸  
 صحابی میل کا مختصر قصہ یہ ہو گا کہ برہمین کا  
 بادشاہ و قیصر ہم کعبہ عظمیٰ یا اس کے  
 آگے کی اور ارادہ کی خبر سن کر حضرت عبدالطلب  
 آنحضرت علیہ السلام کے جدا مجاہد اس کے  
 پاس لشکر لے گئے اور اُسے بہر چند  
 منع کیا مگر سننے نہ مانا بالآخر ایک فوج کی  
 فوج پرندوں کی نمودار ہوئی ہر ایک کے  
 پاس تین تین کنکر سیاہ رنگ کے تھے  
 ایک ایک برہمین اور ایک چونچہ میں و  
 کنکر ان پرندوں نے ان تمام آدمیوں پر  
 گرا دیے سب کے بدن میں کھلی پیدا ہو گئی اور  
 جہاں کھلا باجا نا تھا وہیں کا گوشت گر پڑتا  
 تھا سب مر گئے اور ایسے لوٹھڑے  
 کے لوٹھڑے وہاں جمع ہو گئے کہ جیسے  
 جانوروں کی لید ان پرندوں کی صورت  
 سعید بن جبیر کا قول ہو گا اس واقعہ سے پہلے  
 کبھی نہ دیکھے گئے اور نہ کبھی اس واقع  
 کے بعد نظر آئی۔

نصیر محمد بنیہ صفحہ ۱۳۴  
 ایک ایک نوجو جیشیوں نے قدم اٹھائے آسمان  
 پر ابا بیلین نمودار ہوئیں اور انہوں نے  
 چھوٹی چھوٹی کنکریاں پسکتی شروع کیں  
 جو کنکری گرتی تھی جیشیوں کی زرہ بکتر تین  
 گھنٹی تھی تھی یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر  
 بھاگے لے بن برف و باد اور اولوں کا  
 مینہ برسنا شروع ہوا بعد ہا جیشی مارے  
 گئے اور ان کی لاشیں پانی سمندر کی طرف  
 بہا کر لے گیا تاکہ قدس زمین ان کی ناپاک  
 لاشوں سے پاک ہو جاوے .....  
 گورنر جیش کا فوج کے ساتھیوں تباہ ہو جانا  
 ایک معجزہ ظاہر ہوا ایسا مینہ بھی بھی  
 سکین نہ برسا تھا کہ جو اس سختی اور تشدد  
 سے شکر کو ہلاک کر دے اور پھر اپنی اپنی  
 جان بچا کر بھاگنا پڑے۔

بظاہر عقل اس بات کی شہادت نہیں  
 دیتی کہ ابا بیلوں کی کنکریوں سے صحاب  
 فیل ہلاک ہوں اور وہ کنکری ایسی پر زور

اصحابِ نبیل کی بابت دونوں کالموں کو  
پڑھ کر خیال کیا جاسکتا ہے کہ بہر حال تفسیر  
ہالایان جو میان حیرت کے عوی کے  
مواقع صرف صحیح لحاظ رکھ کر کی امداد سے لکھا  
گیا ہوگا درست اور قابل تسلیم ہو لیکن  
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بابیلون کی کنکریوں  
سے صحابِ نبیل کی ہلاکت پر حیرت حنا  
کی عقل کس طرح سے شہادت دے سکے  
گی بڑی مشکل پیش ہو کہ تفسیر میں اولونکا  
مینہ بھی نہیں برسیا گیا ہے جو یہ تاویل کی  
جاسکے کہ بابیلون نے نہیں بلکہ اولون نے  
یہ شکست دی تھی۔

کیا ان تحریرات کو پڑھ کر کوئی شخص یہ شہاد  
دے سکتا ہے کہ تفسیر اور سیرتہ محمدیہ کا  
مصنف ایک ہی شخص ہے اور اگر وہ اصل  
ایک ہی شخص ہے تو وہ سلیم العقل بھی ہی

ہو کہ خود قولادی پر گئے اور گھوڑے کے  
پیٹ میں نکل جاوے اسکا مختصر قصہ  
قرآن شریف کی ایک چھوٹی سی آیت  
میں آیا ہے مگر اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ  
جس وقت حبش کی فوج کعبہ پر چڑھی تو اتفاق  
سے بابیلین آسمان پر اڑ رہے تھے ایک  
اسی حالت میں ابراہیم اور ایلے پرنے شروع  
ہوئے ایلے سے بڑے بڑے اور سخت  
تھے کہ انہوں نے ہاتھیوں کو پریشان کر دیا  
اور سواروں کو گھوڑے اور ہاتھیوں پر سے  
گرا دیا انہوں نے ان کو پریشانی میں مبتلا کر دیا  
وہاں یہ بات مشہور ہوئی کہ بابیلون نے  
شکر حبش کو شکست دی اس قسم کے  
صدیہ واقع عالم میں ہوتے ہیں مجھ کیا ہوتی  
ہو سبب کیا قرار دیا جاتا ہو مثلاً ایک  
شخص ایک کہنہ مکان کی چھت کے نیچے  
گھڑا ہوا ہے اور ایک ایک کسی شخص نے اسکو

آواز دیکر باہر بلا لیا چون ہی وہ چھت کے نیچے سے باہر نکلا چھت و ٹھہر سے اڑ پڑی تو  
اس آفت سے بچنے والا شخص بے فحاشیا کہ اٹھ گیا کہ بھی اس وقت تو تینے بچا لیا اور نہیں

محض ناممکن تھا اگر تم نہ بلا تے تو میری جان بچتی۔ تم ہی میرے لئے رحمت کا فرشتہ ہو۔  
حالانکہ بلائیوالا شخص اس کی جان بچا تو الائنہیں ہو کچے کا سبب اور تھا لیکن چونکہ ایک دفعہ  
وہ بلائے والے شخص کی تھی اس لئے اس کو نجات دہندہ مانا گیا۔

## طوفان نوح علیہ السلام

(۴)

پارہ ۱۲ سورہ ہود و تفسیر حیرتی صفحہ ۲۴  
جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار  
ہونے لگے تو تمام وحوش بطور درندے  
اور چرندے اُن کے پاس جمع کر لئے گئے  
اور انہوں نے ہر ایک نوح کا ایکسا ایک ٹرا  
کشتی میں رکھ لیا اور وہ پانی میں تیری۔  
بعضوں نے لکھا ہوا کہ چونکہ حضرت نوح  
علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے  
صرف چھ مرد اور عورت تھے بعض نے

لکھا ہوا ۸۰ آدمی تھے ۴۴ مرد اور ۳۶ عورتیں  
و اس علم مفسرین نے اس میں بھی اختلاف  
کیا ہوا کہ طوفان تمام عالم میں آیا تھا یا صرف  
اُس مقام میں جہاں حضرت نوح علیہ السلام

## طوفان نوح علیہ السلام

(۴)

سیرت محمدیہ صفحات ۸۰ الباقیت ۲۰۶  
(حیرت صاحب نے یہ مضمون ۲۶ صفحہ میں  
لکھا ہوا اس طویل کہانی کو کل نقل کرنا  
ضروری معلوم نہیں ہوتا ہوا بطور لب لباب  
فہرست مضامین لکھ دینے کے بعد میں  
وہ بحث ہو بہو نقل کروں گا جو میان حیرت  
نے قرآن شریف کے متعلق کی ہو۔ اس  
مضمون کو صفحہ ۸۰ اپر ان الفاظ سے شروع  
کیا ہو۔)

وہ طوفان نوح جس کو یہ بھی تسلیم کرتے  
ہیں کہ وہ تمام نیار کیا حالانکہ ہمارے کلام پاک  
میں اس کا کہیں پتہ نہیں چونکہ یہ لحاظ اور  
قابل تحقیق مسئلہ ہے اس لئے اس کو میں شرح

بیان کرتا ہوں۔ اگر طوفان کو عام بلحاظ کیا	رہتے تھے کہ تفسیر میں اس طرف میں کہ
تو بحث یہ ہوگی کہ آیا ان کے خدا کا گناہ کیا	تمام عالم میں آیا تھا اور قرآن مجید کے اشارے
تھا یا حیوان بھی پھر کون طوفان کا ان پر	سے بھی یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے تمام
غضب نازل ہوا کیونکہ حیوانات کسی گناہ	حانوزوں میں سے ایک ایک جوڑے
کے مجرم نہ تھے پھر وہ کیوں اس غضب	کا کشتی میں سوار کرنا کسی کی طرف اشارہ
میں شامل ہوئے یا	کر رہا ہے کیونکہ اگر طوفان عام ہوتا تو جانوروں
مذکورہ بالا تمہید کے بعد جس سے مضمون	کیا ضرورت تھی دوسرے مقامات میں ق
شرح کیا گیا وہ فہرست مضامین مفصل	جانور موجود تھے۔
ذیل ہی	پارہ ۲۷ سورہ قمر تفسیر حیرت صفحہ ۵۸۰
(۱) طوفان نوح کے عام ہونے کی بابت	اس طوفان قیامت نشان میں آسمان
یہودیوں اور عیسائیوں کے خیالات	سے بھی پانی کے پشے بہاؤ کے اور زمین
اور انہی حیرت صاحب کی حکمت چینیہ	سے بھی پانی کے دریا جاری کر دیئے تمام
صفحہ ۱۸۰ بغایت ۱۸۳	دنیا پانی لبریز ہو گئی صرف کشتی پر جو لوگ
(۲) تواریت سے طوفان کے پانی کے	سوار تھے وہی بچ گئے۔
جڑ پتے اور کھٹے کا حساب اور اس حیرت	پارہ ۲۹ سورہ نوح تفسیر حیرت صفحہ ۶۲۲
صاحب کی حکمت چینیہ صفحات ۱۸۳	اس سر زمین میں ہر وقت صرف حضرت نوح
بغایت ۱۸۷	کی قوم تھی اس لئے طوفان میں صرف
(۳) طوفان کے عام ہونے کی وجوہات تواریت	کر دی گئی صرف وہی لوگ جو حضرت نوح
کی مختلف تفاسیر کے ذریعہ سے اور انہی	علائے اسلام کے ہم کشتی میں سوار تھے

بچ گئے اور اب سب لوگ انہیں کی نسل  
کے ہیں اسی سبک نوح علیہ السلام کو  
اوم ثانی کہتے ہیں۔

(اس مضمون نمبر ۶ کو پڑھ کر ناظرین  
سخت متعجب ہوں گے کہ حیرت حسب  
ہا عقیدہ بحیثیت مفسر قرآن ہونے کے  
نہایت زور شور کیا تھی یہ کہ قرآن مجید  
سے طوفان کا عام ہونا ثابت ہو تمام  
دنیا پانی سے لبریز کر دی گئی تھی صرف  
کشتی والے لوگ بچے اور اب سب  
انہی کی نسل سے ہیں اسی وجہ نوح  
علیہ السلام اوم ثانی ہونے لیکر بحیثیت  
مصنف سیرۃ محمدیہ یہ عقیدہ ہو کہ کلام  
پاک میں عام ہونے کی بابت کہیں پتہ  
نہیں ہو بلکہ جن علما کا ایسا خیال ہو انہوں  
نے علما و پیروں کی پیروی کر کے ایسا عقیدہ  
ظاہر کیا ہو۔

اب یہ بات غور طلب ہے کہ اصل حالت میں  
سیرۃ محمدیہ میں نہ صرف طوفان کے

حیرت صاحب کی نکتہ چینان صفحات  
۸۶ بغایت ۱۶۹۔

(اس نمبر کے مضمون کو حیرت حسب

لے ان الفاظ سے شروع کیا ہو،

”تمام علما و پیرو اس بات کے قائل ہیں  
کہ طوفان تمام روئے زمین پر تھا اور طوفان  
یہ ہوا ہے کہ مسیحی اور علماء اسلام نے  
بھی الہی کی پیروی کی ہے اور سوائے خدا  
محقق نفوس کے سب اُتبات کے قائل  
ہوئے ہیں کہ طوفان عام تھا اور تمام  
دنیا کو اس نے غرق کر دیا تھا“

(۴) طوفان عام ماننے والوں پر علم حاصل ہو  
کے لاجواب اعتراضات صفحہ ۱۶۹۔

بغایت ۱۶۳۔

(۵) کتاب اقدس میں خاص طوفان  
کا بیان ہو نہ عام کا نہ عام طوفان پر  
مذہبی اور علمی اعتراضات کی بوجھ سے صفحہ  
۱۶۳ بغایت ۱۶۶۔

(مذکورہ بالا مضامین کے بعد حیرت حسب



نے طوفان کی بابت قرآن مجید سے بحث  
کی ہے جس میں مجسمہ سب کا نفل کر دیتا ہوں  
طوفان کے خاص ہونے کا

### قرآن مجید سے ثبوت

قرآن مجید جو ہر قسم کی تخریف اور غلطی سے  
پاک ہوا جس کے کل مضامین قانون قدرت  
سے مطابقت کھاتے ہیں طوفان خاص کی  
بابت علانیہ شہادت دیتا ہے جس کا درج  
کرنا مناسب ہے تاکہ مدت کی عظیم الشان غلط  
فہمی مٹے جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ بات  
ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید ایک آیت سے  
بہی تو طوفان عام ہونے کا اشارہ نہیں دیتا یا جا  
تا ہے کسی کسی آیت میں تمام دنیا میں طوفان  
کا اندازہ دیا ہے اور نہ تمام دنیا کے لوگوں کا  
ذوق کر دیا جاتا اس میں بیان ہوا ہے بلکہ قرآن مجید  
میں طانیہ خاص طوفان کا ذکر ہوا صرف  
نوح کی قوم کا ڈوبا یا مبرا ہی ہمارے ہاں  
کے عالموں نے صرف علمایہ ہود کی پیروی

خاص نے کی بابت زور دیا گیا تھا بلکہ عام  
ماننے والوں پر ہوا ان صراحتات کر کے  
ان صراحتات کو لا جواب بیان کیا تھا۔  
لیکن مفرد تفسیر میں اس کا اشارہ کیا گیا ہے نہیں کیا  
گیا حالانکہ مقدمہ صلیحہ اسی غرض سے لکھا گیا  
تھا کہ تفسیر کے متعلق جو مسائل یا قصے تفصیلی  
بحث چاہتے ہیں ان پر بحث کی گئی ہے بحث  
کی جاوے۔ تو کیا یہ سوئی سے سوئی بات  
بھی کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا ہے کہ اگر تفسیر  
کسی شخص نے لکھی ہے جس نے سیرۃ محمدیہ  
و مقدمہ اور سابقہ ہی یہ پختی تسلیم کیا جاوے کہ وہ  
شخص مجنون اور حیرت زدہ نہیں ہے۔ بلکہ  
ذہن جوان ہونے کی وجہ سے جو اس اور مجنون طوفان  
بھی نہیں ہے تو کیا تفسیر کے متعارف مقامات  
پر طوفان کو عام تسلیم کرتے ہوئے وہ اپنی  
ان پر زور اور تفصیلی مضامین کا خیال کرتا  
جو سیرۃ محمدیہ کے ذریعہ شائع کئے جا چکے  
تھے ورنہ میں نہ صرف طوفان کا خاص  
تسلیم کرتا تھا بلکہ عام طوفان ملتے و ملتے کو

تک کہ چند بیان کرنے میں اپنی تمام طاقت کو صرف کر کے ایٹری ہوئی کا نور لگایا تھا ہماری رائے میں اور ہر ایک سلیم عقل منصف کے نزدیک ان صحیح اوصاف و صفات کے مقابلہ میں ایک جبریمی یا سی پیش نہیں کی جاسکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو سکتا ہو کہ یہ تمام تضادیں ایک ہی شخص کی ہیں نہ ضرور مقدمہ تفسیر میں اسکا تذکرہ کر کے ان تمام تکہ چندوں کا جواب دیا جاتا جو سترہ محمدیہ میں کی گئی تھیں۔

بعض محال حیرت منکلی خاطر اگر تہ سلیم بھی کہیں کہ ان تینوں کتب کا مصنف ایک ہی شخص ہو تو ثانی میں غور طلب ہیں اول یہ کہ میان حیرت نے متعدد جگہ حضرت اقدس کی شان میں ایک خاص طرز کی زبان و رازی کی ہو چنانچہ ۵ جنوری ۱۹۰۵ء کے گزرن گزشتہ میں لکھا ہو درمزا صاحب کو صنعت دماغ کا عارضہ ہے اور اسی وجہ سے آج کل

کر کے اور جو طوفان کی کہانی ان کے بیان چلی آتی تھی اسکو صحیح سمجھ کر بالفاظ سیات کے تہ ذرا مجید میں جو حقیقت بیان ہوئی اسکو وہ اس کے برخلاف ہو طوفان کا عام ہونا تسلیم کیا ہو چنانچہ اس مطلب کو ہم قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں اب ہمارے یقین ہے کہ بیشک ان صاحب اس بات کو قبول فرمائیں گے کہ حال کی ترقی یافتہ علم کی تحقیقات سے بہت پیشتر نے الہامی زبان نے پرانی وجہوں کی مراد کو چاہے کتنا۔

اقدس میں صاف طور سے نہ پایا جاوے بخوبی سادیا تھا کہ نوح کا طوفان خاص نہ عام قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا (سورہ مومنون آیت ۲۳) ہم نے نوح کو بھیجا اسکی قوم کی طرف نوح نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سواے خدا کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب ہی اسی قوم کے لئے آیا تھا جس کے لئے حضرت نوح بھیجے



انہی کل تقریرون اور تقریرون میں متعقبات  
کارنگہ پایا جاتا ہوا اور کھتے وقت بانقریر  
وقت یہ نہیں سوچتے کہ میں کیا کہہ چکا ہوں  
اور اب کیا کہہ پاؤں اور میری تحریر و تقریر  
کا مطالعہ کیجئے والا کیا نکال سکتا ہو مرزا  
صاحب کی سرسنگی نہ صرف دماغ اور دل کے  
پریشانی کا حال اس سے معلوم ہو جاتا ہو  
دوسرے کے یہاں حضرت کی نصیحت کا دروازہ  
کھلا ہوا ہو مگر وہ الفاظ جو بطور نصیحت دوسرے کے  
آگے دوہراتے ہیں ان پر خود عمل نہیں کرتے  
اس کے بعد طولانی تحریر لکھ کر حضرت قدس  
کو بیراہہ سالی کی وجہ سے معاذ اللہ بخون  
و مجبوظ الحواس بیان کیا ہو۔

میان حیرت کے مذکور بالا بیانات پر  
اس سالہ کے چوتھے حصہ میں جس جگہ میں  
تفصیل سے بحث کی ہو وہاں یہ ثابت  
کر کے دکھا دیا ہے کہ اپنی اس  
طرز سے اپنے تئیں انہوں نے مفصلہ  
ذیل آیات کا مصداق۔۔۔

آگے تھے اور پھر خدا نے تعالیٰ نے سوہ انبیاء  
۱۷۷ میں فرمایا، ہم نے مدد کی نوح کی قوم  
پر جنہوں نے چٹلایا ہماری نشانیاں کو و بیشک  
وہ قوم تھی اُمّی و بویا ہم نے ان سب کو ہٹا دیا  
اس سے صاف پایا جاتا ہو کہ وہی قوم  
ڈوبی گئی جنہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا  
تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے سوہ ہود و کیت، ۱۷۸  
سوہ مومنون آیت ۳۳ فرمایا ہے کہ، تو مت  
کہ مجھ سے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ایمانی  
کی کیونکہ وہ ڈوبنے والے ہیں پس اس آیت  
سے بھی صرف ان ہی لوگوں کا ذکر بنا معلوم  
ہوتا ہے جنہوں نے حضرت نوح کی ہدایت  
کو نہیں مانا اور پھر خدا نے سوہ نوح آیت ۱  
میں فرمایا، ہم نے بھیجا نوح کو کسی قوم کی طرف  
کہ ٹھرا انہی قوم کو پہلے اس سے کہ آوے ان پر  
غضب دکھ دیتا، اور جب کہ حضرت  
نوح کی نصیحت انہوں نے نہ مانی  
تو حضرت نے دعا مانگی کہ  
کہ ان پر طوفان کا

ثابت کیا ہے۔

اولم تفکر و اما با جہنم من میں پارہ

۹ سورہ اعراف رکوع ۳۱ صفحہ ۱۹۰

ترجمہ حیرتی کیا ان لوگوں نے اتنا

بھی غور نہیں کیا کہ انکی بنشیں دینے

محمد صلم کو کچھ بھی جنون نہیں۔

تفسیر حیرتی "و کافر نہایت ہی بے

ادبی سے اللہ پاک کے برگزیدہ اور پاک

رسول محمد صلم کو مجنون کہتے تھے گوانکی

دلائل بات کا یقین رکھتے تھے کہ مجنون کی بات

ایسی نہیں ہوتی مگر محض عناد اور تعصب سے

دیکھتے تھے جو کچھ کہتے تھے،۔۔۔ نیز یہ ثابت

کر دیا ہو کہ وہ آیت من کان بربد کے مصداق

ہیں جو سوہ ہونے میں ہو اور جس کی تفسیر حیرتی

صفحہ ۲۴۲ پر یہ لکھی ہو اور کافر حضرت صلم

کی مخالفت محض نبوی طبع کے سبب سے

اور صرف حسد اور خبیث نفس کے

نفاذ سے کرتے تھے، لیکن اس وقت

میں حیرت صاحب سے صرف یہ دریافت

عذاب آوے اس سے بھی اسبق معلوم

ہوتا ہو کہ صرف قوم نوح پر عذاب آیا تھا

نہ تمام دنیا پر۔

خوشخص کہ قرآن مجید سے طوفان کا تمام

دنیا میں آنا بیان کرتے ہیں، صرف دو

ایتوں پر استدلال کرتے ہیں اول وہ

آیت ہو کہ جب حضرت نوح نے خدائے

تعالیٰ سے دعا کی (سورہ نوح آیت ۲۶)

کہ، اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر فساد

کا ایک گھر بھی برباد ہوا، حالانکہ اس

آیت سے کسی طرح طوفان کا عام ہونا

ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس آیت میں

جو اوصاف کا لفظ ہو اس پر بھی الف لام ہے

اور کافرون کا جو لفظ ہو اس پر بھی الف

لام ہو پس اس سے صاف ثابت ہو

کہ زمین کو وہی زمین مراد ہے جہاں نوح

کی قوم رہتی تھی اور کافرون سے وہی مراد

ہیں جنہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا۔

چنانچہ اس امر کی تائید ان تمام آیتوں سے

کرتا ہوں کہ جو ان ہونے کی وجہ اپنی بات  
مجبوظ الحواس ہونے کا قرار تو غالباً ٹکڑو  
لیکن ان مضامین کی بنیاد پر ہم سے ہی فیصلہ  
چاہتے ہیں کہ کن کن الفاظ کو اپنے واسطے  
قبول کرنے کے لئے تیار ہو سیکر قدی  
دوست تمہیں جا بجا حضرت اقدس کو  
کم ظرف لکھا ہو نہ ہم کو ایسے لیل لفظ سے  
پکارنا یا مخاطب کرنا نہیں چاہئے بلکہ  
باوجود تمہاری ایسی حالت کے تم کو عالی  
ہی لکھ دیتے ہیں لیکن تم خود خیال کر کے  
سوچو اور سمجھو کہ ناظرین تمہاری ایسی لیل  
اور ناپاک الفاظ کو بے موقع اور بے محل ٹھکر  
اور پھر تمہاری تحریرات کی ناگفتہ بہ حالت  
کو مشاہدہ کر کے کیا نالی ظرف جیسے مغز  
لفظ کو تمہارے نام کیساتھ شامل رکھنا  
گوارا کریں گے۔ تم سوچو اور غور کرو کہ مذکورہ  
بالافہات کو جسے حضرت اقدس کا  
نعوذ باللہ مجنون وغیرہ ہونا تمہیں ظاہر  
کیا تاہم ان کو غور سے پڑھو پھر اپنے تمام مضامین کو سامنے رکھ کر کسی تنہائی کی قوت غور

پائی جاتی ہو جو اُپر مذکور ہو ہیں دوسری وہ ہے  
چنانچہ خدا نے سوہ صافات آیت ۷ میں  
فرمایا وادور کیا ہم نے نوح ہی کی ذریت  
کو بچی ہوئی، میں نہیں سمجھتا کہ اس آیت سے  
کس شرح تمام دنیا میں طوفان ایسا کھینچا  
کیا جاتا ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب فقہ  
اس سے قدر بہتر جن لوگوں پر طوفان آیا  
تھا ان میں سے بجز نوح کی ذریت کے  
اور کوئی نہیں بچا پھر اس سے تمام دنیا  
پر طوفان کا آنا کیونکر ثابت ہو سکتا  
ہے واقعی ہمارے ہاں کے علمائے  
صرف یہودیوں کی پیروی کر کے طوفان  
کا عام ہونا قرآن مجید سے نکالنا چاہا  
تھا ورنہ ہمارے قرآن مجید سے  
طوفان کا عام ہونا نہیں پایا جاتا۔  
حاشیہ سیرۃ محمدیہ صفحہ ۹۷ الفات  
صفحہ ۱۹۹۔



وقت ہر کہہ کر کیا حضرت ہدس کا الہام ”ای مہدین من ارادہا تھک“  
 یا نہیں اور جس قسم کی اور جس طرز و انداز کی نکتہ چینی متنے اُن پر کی وہ تمہارے منہ پر  
 الٹ کر پڑی یا نہیں اور اس طرح سے تمہاری ذلت نے اس الہام کی صداقت پر  
 مہر کر دی یا نہیں۔

پہلی بات جو غور طلب تھی وہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اب دوسری بات جو سہرہ محمدیہ اور  
 تفسیر کا صنف ایک ہی شخص کو ماننے کی حالت غور طلب ہو وہ یہ ہے کہ حیرت صاحب نے  
 بقول خود یہودی پیروی کر کے تفسیر کے رعبہ سے طوفان عام تسلیم کر لیا اس حالت میں  
 تفسیر پر علمی عقلی مذہبی اور علم حیا لوجی وغیرہ کی وہ تمام لاجواب (بقول حیرت) اعتراضات  
 جنکو یہ محمدیہ میں تمام و کمال لکھا ہوا تھا اول تو یہ فرض تھا کہ انکا جواب اگر تفسیر  
 میں نہیں تو مقدمہ میں ضرور دیا جاتا لیکن جس حالت میں ایسا نہیں کیا گیا ہے تو اب حیرت  
 صاحب کا یہ فرض ہے کہ ایک مفصل رسالہ کے ذریعہ سے اپنی تمام تحریرات کو مد نظر رکھ کر  
 اس بیان کو سو کرین اور ہمارے شکور ہوں کہ یہ نکتہ چینی کر کے نہ صرف رسالہ کے شایع  
 ہونے پر مالی نفع پہنچانے کی صوت نکال دی ہے بلکہ یہ موقع پیدا کر دیا ہے کہ حیرت تصانیف  
 کی تعداد بن زیادتی ہوا اور مامورین اللہ کے صفت ابلہ میں کثرت تصانیف کی بابت فخر کر کے  
 یہ کہنے کا لکھو موقع ملے کہ ”ہم مزار صاحب سے کسی بات میں میٹے نہیں ہیں ہماری  
 تصانیف کی تعداد اُن سے بہت زیادہ ہے۔“

اور یہ کہنے کے بعد پھر وہ اپنی خوبوں کے خیال میں محو ہو کر احمدی جماعت کو مخاطب  
 کر کے نہایت فخر سے کہیں۔  
 گرز بیند بروز شہر چشم چشمہ افتاب را چو گناہ

## مختلف جنگوں خصوصاً بدر میں ملائکہ کا نزول

پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۴ تہ ترجمہ حیرتی  
صفحہ ۷۱۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُؤْمِنُ الْإِسْلَامَ كَمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ... مَسْئُومِينَ  
ترجمہ حیرتی (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہتے ہو کہ جو مسلمان ہو وہ مسؤوم ہے کہ  
تھی تم جب تم مسلمانوں سے کہتے ہو کہ تمہارے  
اور مسلمانوں کو کیا تم کو (یہ) کافی نہیں کہ تمہارا  
پروردگار تین ہزار فرشتے (آسمان سے) اتارے  
کے تمہاری مدد پہنچائے (نہیں) مگر کافی  
ہی ہاں اگر اپنے نبی کے ساتھ (آئی) میں  
ثابت قدم رہو اور اسکی مخالفت سے بچو اور کفار  
اپنے اسی جوش میں تم پر چڑھیں تو تمہارا پروردگار  
ابھی پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان کر وہ  
دیکھو تو یہ سوا ہوں گے تمہاری مدد پہنچا دینگا  
تفسیر حیرتی اب واقعہ بدر کا حال بیان  
فرمایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ تم سوقت بہت  
تھوڑے اور حقیر تھے مگر حق جل شانہ نے تم کو  
فتح علیت فرمائی جنگ بدر میں مسلمانوں کو

## مختلف جنگوں خصوصاً بدر میں ملائکہ کا نزول

وہ دقیق مسئلہ صرف جنگ حدیبیہ میں فرشتوں کا  
نازل ہونا اور شکیں عرب کے خلاف مسلمانوں  
کی مدد کرنا ہو جو آیتین میں نے نقل کیں ان سے  
یہ نہیں پایا جاتا کہ فرشتوں نے جنگ کی  
ہوا اور تلوار ہاتھ میں پکڑ کر مشرکین عرب کو قتل  
کیا ہو جب آیتوں کی فطرت پر غور کی جاتی ہے  
تو اس سے صاف کھلتا ہے کہ صرف یہ قلیل التعداد  
مسلمانوں کے کٹل بڑھانے کے لیے کہا گیا  
تھا مثلاً اسکو معافی سے خدا نے فرما دیا  
”وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا يَحْيَىٰ  
تاکہ شرہ حال کرو تم ان فرشتوں کی مدد سے  
اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ شرہ دینے اور  
اور دل بڑھانے کے لیے یہ بشارت دی گئی تھی  
پھر دوسری وجہ یہ کہ تین ہزار سپاہی لیکر  
ابو عبیدہ حملہ آور تھا اس لیے فرشتوں کی  
تعداد بھی بڑا تر دینے کے لیے تین ہزار بیان  
کی گئی۔ ان باتوں سے صاف پایا جاتا ہے

یہ خبر ملی کہ کافروں کی مدد میں کرز بن جابر  
اور شکر بنیجہ والہ ہویہ سنکر مسلمان سخت  
پریشان ہوئے اسوقت آنحضرت علیہ السلام  
نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم کون پریشان  
ہوئے ہو کیا تمہیں یہ بات کافی نہیں کہ خدا  
میں ہزار فرشتے پہنچ کر تمہاری مدد فرمائے  
آنحضرت علیہ السلام کے اسی قول کو حق جل شمس  
تقل فرما کر ارشاد فرمایا ہوا اگر آپ ان لوگوں کی  
مدد کو اور شکر آگیا تو ہم بھی تمہاری مدد کو  
پانچ ہزار فرشتے بھیجیں گے۔ مگر پھر شکین  
کی مدد میں اور آدمی آئے اور نہ انکے پاک  
نے باپ بچہ از فرشتے پیچھے ہیں ہزار فرشتے  
البتہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی مدد کے  
لئے آئے تھے کئی صحابہ کو آنحضرت صلعم  
نے فرشتوں کی شکل بھی دکھادی تھی  
اور یہ تو اکثر مسلمانوں نے دیکھا کہ قبل اس  
کہ مقابل کے کافر چمکدیا جاوے وہ جھپٹتا  
تھا ایک شخص کے بدن پر کوڑے کا نشان  
بھی دیکھا گیا۔

کہ اطمینان اور بہت دینے کے لئے یہ بیان  
ہوا تھا۔ کیونکہ اگر حقیقت فرشتے نازل  
ہوتے تو یہ بھی قرآن میں ضرور مذکور ہوتا  
کہ فلان فرشتہ نے فلان مشرک کو قتل  
کر ڈالا حالانکہ جتنے مشرک مارے گئے  
ان کے قتل کرنیوالے اسوقت معلوم تھے  
ان تمام باتوں کو دیکھ کر صاف کھلتا ہوا کہ  
فرشتوں کی بشارت صرف ہمت اور  
جنگ پر ایلادہ کرنے اور قدم جمائے رکھنے  
کے لئے بیان ہوئی ہو۔

تمام مسلمانوں کا قریب قریب یہی اعتقاد  
خلاف قرآن مجید ہوا کہ فرشتوں نے اگر  
جنگ کی اور تلواروں سے شکین پر  
فتح محال کی انہیں یقین ہوا کہ فرشتوں  
ہی کا ترپ جنگ کرنے کے لئے اترتا تھا۔  
اور مسلمانوں کا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر کوئی  
اس سے انکار کرے کہ فرشتے تلوار میں سوت  
سوت کر شکین عرب پر نپل ڈرے تو وہ  
منکر خدا و رسول ہو۔ ان کی اس سخت

پانچ سوہ انفال کو عہدِ تاریخ حیرتی صفحہ ۱۹  
 اوست تغینون ربکم ..... عزیر حکیم  
 ترجمہ حیرتی جب تم اپنے پروردگار  
 سے فریاد کر رہے تھے اور اُس نے تمہیں  
 جواب دیا کہ بیشک میں لگتا ہوں کہ فرشتوں  
 سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں اور  
 اس (مدد) کو اللہ نے صرف تمہاری  
 غوثی کے لیے کیا تاکہ تمہارے دل  
 اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو اللہ  
 ہی کی طرف سے (ہوتی) ہو بے شک  
 اللہ غالب اور حکمت والا ہے  
 تفسیر حیرتی یہ واقعہ خاص جنگِ بدر  
 کا ہے جب آنحضرت صلعم مقامِ بدر  
 میں پہنچے تو کافروں نے پہلے سے  
 جاگ رہی تھیں پر قبضہ کر لیا تھا کافروں کے  
 پاس سالانہ جنگ بھی خوب تھا آدمی  
 بہت تھے اور ایک ہزار لکھ کے خونخوار  
 کافر تھے مسلمان ٹھہرنا ۳۰ تھے  
 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اور شہید رائے سے خوف معلوم ہوتا  
 ہو حالانکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھ کر کیا آیتوں  
 کی سننا کو سوجھا جو کچھ دل میں آیا لکھ مارا  
 اس بات کا خیال کرنا کہ سب ہی مسلمانوں  
 کا یہ مذہب ہے کہ فرشتے نازل ہوئے اور  
 انہوں نے مسلمانوں کے پہلو پہلو ہو کر  
 جنگ کی محض بے سرو پا بہت سے  
 مسلمان ایسے ہو گئے ہیں کہ جنہوں نے  
 قرآن شریف کی آیتوں پر غور کیا ہو اور  
 ان کے مطالب کی تہ تک پہنچے ہیں  
 امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں  
 لکھا ہے کہ ابوبکر صم اس سے سخت  
 منکر ہوا انہوں نے اپنے انکار کی چٹار  
 دیلیں بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ ایک فرشتہ بھی تمام دنیا کے  
 غارت کر نیو کافی تھا پھر فرشتوں کی فوج  
 بھیجنے سے کیا فائدہ تھا۔ ایک فرشتہ  
 آقا فائزین تمام دنیا کو اپنی قوت سے  
 تباہ و برباد کر سکتا تھا اور ان تین ہزار

منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کو دیکھ کر  
جناب الہی میں دعا کرنے لگے اور نہایت  
درد و غم سے یہ التجا کی کہ میرے نیاز تو اپنے  
پسے و عہ کو پورا کر اور مسلمانوں کو فتح دے  
..... چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ  
آیت نازل ہوئی کہ ہم نے تمہاری فرمایا پس لی  
اور ہم ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد  
کریں گے۔ یالغ من الملائکہ۔ صیحیح حدیث  
سے بطریق متعدد ثابت ہے کہ حق تعالیٰ  
نے اس جنگ میں مسلمانوں کی مدد  
کے لئے فرشتے بھیجے جس کا اس  
آیت کریمہ میں عہ فرمایا ہے اکثر مسلمانوں  
نے فرشتوں کو دیکھا بھی۔

مخالفوں کے مقابلہ میں تین ہزار اور پانچ  
ہزار فرشتوں کے نازل ہونے کی کون  
ضرورت تھی۔

دوسرے یہ کہ جو کفار لڑے تھے ان کو سب  
لوگ جانتے تھے اور جو صحابی ان کے مقابل  
ہوئے انہیں بھی لوگ جانتے تھے۔ پھر  
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فرشتوں نے کفار  
کو مارا تھا۔

تیسرے یہ کہ اگر فرشتے لڑے تھے تو وہ  
لوگوں کو دکھائی دیتے تھے یا نہیں اور اگر  
دکھائی دیتے تھے تو آدمیوں کی صورت میں  
دکھائی دیتے تھے یا اور کسی صورت میں  
اگر آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے  
تھے تو وہ آنحضرت کے لشکر میں ضرور

شمیرک ہوتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین ہزار یا پانچ ہزار ہو گیا ہوگا  
مالا مالہ ان لشکر کسی نے بیان نہیں کیا اور قرآن شریف کے خلاف ہو کہ چونکہ دشمنوں کی کچھ  
میں تھوڑا لشکر دکھائی دیتا تھا۔ اور اگر وہ فرشتے ملا وہ انسانی صورت کے کسی اور صورت میں  
دکھائی دیتے ہیں تو وہ دشمنوں پر اور ایک آفت خیز و شست بہا ہوتی اور یہ ایسی ہوتی کہ  
کہ وہ لوگ دم بھگتے لڑنا بھڑکیا اور ہند اور اور حواثین لشکرین کا حضرت امیر حمزہ کے



ناک کان کاٹ کر گئے کاریور بنا چہ معنی دار و ساور گروہ لگوں کی نظروں سے غائب ہو کر جنگ کرتے اور قتل کرتے تھے و ضرور مسلمانوں کو کفار عرب کی آپ سے آپ گردنیں اڑتی دکھائی دیتیں اور یہ واقعہ عظیم معجزات میں سے ہوتا اور اس کی اتنی دہوم تھی کہ ہزاروں حدیثین اسی بیان میں بھری دکھائی دیتیں حالانکہ ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس کا بیان نہیں آتا چوتھے یہ کہ جو فشتے آئے تھے ان کے اجسام کثیف تھے یا لطیف اگر کثیف تھے تو ان کو سب لوگ دیکھتے حالانکہ ان کو کسی نے نہیں دیکھا اور اگر ان کے اجسام ہوا کی طرح لطیف تھے تو وہ گھونپہ سوار ہو کر سرگزنہ آسکتے تھے۔

حضرت امام محمد بن حنفیہ نے ان مشہورین میں سے کسی کا جواب نہیں دیا اور نہ مسلم جواب ممکن تھا نہ ہی ان معمولی ملائوں کی طرح یہ لکھ سکتا کہ ایسے شے کرنا اس شخص کو لائق ہیں کہ جو قرآن و نبوت کا منکر ہو۔

اگر جو شخص قرآن و نبوت کو ماننا ہوا ہے ایسے شبہ کرنے لائق نہیں ہیں ابوبکر رحمہ کو لائق تھا کہ ان باتوں کا انکار کرے یا جو اس کے کہ نص قرآن سے ان کا ہونا یا یا جانا ہوا اور ایسی حدیث میں ہیں جو تواتر کے قریب ہیں ان کا بیان ہے۔ اگر امام صاحب کے اس قول پر ایک سری نظر ڈالی جائے تو یہ کھلے گا کہ امام صاحب نے ذرا بھی غور نہیں کیا اور بچپن کی سنی سنائی باتوں نے انہیں ابوبکر رحمہ کے قول پر مصداق نہ جانے نہ کرنے دیا اگر وہ ذرا بھی خیال کرتے تو ہرگز انہیں اس بات کے کہنے کا موقع نہ ملتا کہ اس امر پر ایمان نہ لانا کہ فرشتوں نے جنگ اند میں مسلمانوں کی مدد نہیں کی نبوت و قرآن سے انکار کرنا ہو۔ یہ ایک ایسا رکیک اور ہلکا مذہب ہے کہ جو ہرگز قابل اعتماد نہیں ہو سکتا میں حیران ہوں کہ کیا فرشتوں کا ایسے موقع پر نازل ہونا نبوت کا پورا پورا ثبوت ہو۔ یہ بھی عجیب بات کہی تمام نبوت کا دار و مدار ہی اس پر ہو گیا۔

دوسری بات امام صاحب نے بالکل ہی خلاف کہی کہ ایسی حدیثوں میں جو تواتر کے قریب ہیں ان کا بیان ہو۔ یہ قیہنی غلط اور محض خیالی بات ہو کیونکہ تواتر کرنا کسی صحیح اور قوی حدیث بھی یہ نہیں پایا جاتا کہ فرشتوں کے تہ کے جنگ کی اور تلواروں یا تیروں سے لڑے تمام ضعیف اور موضوع حدیثیں ہیں کہ جن میں ایسی باتیں مذکور ہوئی ہیں علماء محقق نے کبھی ایسی حدیثوں پر اعتبار نہیں کیا نہ اصول حدیث سے ان کی تقویت ہوتی ہے پہلی بات بھی امام صاحب کی صحیح نہیں ہو قرآن میں کہاں مذکور ہے کہ فرشتے سپاہیوں کی صورت میں آئے اور انہوں نے کسی صورت میں حاضر و غائب جنگ کی وہ صرف ایک بشارت تھی مسلمانوں کے دل قائم رکھنے اور جنگ میں ثابت قدم رہنے کی تاکہ کم تعدادی سے ان کے دل نہ شکستہ ہو جائیں اور خوف و ہراس ان پر نہ چھا جائے جیسا کہ بعد میں ملے اس جنگ سورہ انفال میں مندرج ہے۔

”وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا لَكُمْ وَلِتَنْظُمُنَّ لِقُلُوبِكُمْ“

مگر اس سورہ میں جنگ بدر کے واقعہ کا جس سے یہ آیت منقول ہے بہت ہی تصور بیان ہوا اور وہ انفال میں وہ واقعہ بالاشتعال بیان ہوا اور اس میں ہزار تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کی تعداد آئی ہو اعداد کے کہنے کی وجہ سے پہلے بیان کر لیا ہوں غرض ان تمام باتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ صرف یہ بشارت تھی جو مومنین کی ڈھارس بندھانے کے لئے کی گئی تھی مثلاً چند شخص کسی مصیبت میں پہنچ جائیں تو ہم یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں اس مصیبت سے نجات دیگا اور بیشک وہ سب کائنات دینے والا ہو۔ یا اگرچہ سدا ولو العزم تحصیل علوم کے لئے خوف ناک سفر اختیار کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) صرف ان کا دل بڑھانے کے لئے کہ قدم قدم پر فرشتے اپنے پر پھالتے ہیں یہ بشارت

ہو ان کی والوالہ غری بڑھانے کے لئے اور ان کا شوق دونا کرنے کے لئے اس عمارت کو یہ سمجھنا  
 کہ فرشتوں نے واقعی پر پھیلے اور پچھلے تین دور اور عقل پر اسی طرح سے یہ واقعہ بھی  
 بیان ہوا ہو میرے خیال میں جو شخص ذرا بھی توجہ کر لگا اور قرآن کی آیتوں پر غور کرے گا  
 اُسے کھل جائے گا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہو وہ بہت صحیح ہے جو حقیقت خدا کا یہ نشانات ہیں  
 مومنین کو جنگ میں فتنہ کر کے نہ کھارے (سید محمد چاٹھی صفحہ ۲۹۸ ۲۹۹ بغایت ۱۰۱)  
 یہ دن بھی ایک طوفانِ خیز جاڑے کا دن تھا ایک تیز و تند ہوا کے جھکڑ نے گھائی لوگ یہ لیا  
 تھا اور سائین سائین کی آوازوں نے جو تند ہوا سے بھاری سے لگے لگے نکل رہی تھی معلوم ہوا تھا  
 کہ گویا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں بیشک جو ہر وقت خدا پر اپنا  
 بھروسہ کرتا ہو اور اُس کی مرضی کی جستجو میں رہتا ہو اس کو فطرت کا ہر کرشمہ خدا ہی کی طرف سے  
 اُسکی معاونت میں حادث ہوتا ہو معلوم ہوتا ہو اس سے زیادہ قناعت اور صبر کیا ہو گا کہ خود کو کوشش  
 میں جان لڑا دی مگر کچھ بھی اسلئے ہی پر بھروسہ نہ کیا اور یہ سمجھا کہ جو کچھ میں کامیابی حاصل ہوئی  
 ہو خدا اور اُس کے فرشتوں کی مدد سے ہوئی ہو ہوا کے تند و تیز جھوکے وراکی خوفناک آوازیں  
 بیشک حدت پرستوں اور سچے خدا پرستوں کے لئے آگاہی تھی جو خدا کی طرف سے دی  
 جا رہی تھی کہ ہوشیار ہو نہ ہاری ان جان بازیوں کا صلہ مستح دی جائے گی چونکہ ہر وقت  
 مسلمان خدا کی مدد کے طلب کار رہتے تھے اس لئے ان کی آنکھوں کے آگے اس بھروسہ  
 کے صدقہ پر جو انہیں خدا پر تھا کہ وہ اپنے پاک بندوں کی ضرورت کو دیکھ کر اس میں یہ  
 معلوم ہونے لگا تھا کہ ہوا کے بازوؤں پر فرشتے سوار ہو کر آئے ہیں اور ہماری مدد کر رہے  
 ہیں اور دشمنوں کو پریشان کر رہے ہیں اس سے غرض صرف یہ تھا کہ مسلمان اس عظیم شان  
 لشکر پر مستح پاکر مغرور نہ ہوں بلکہ یہ سمجھیں کہ میں فیستح صرف خدا کی مدد سے حاصل ہوئی ہو

اس سے زیادہ افکارساری اور علمی کا سبق اور کونسا مذہب پڑھا سکتا ہو۔

سیرتہ محمدیہ صفحہ ۲۶۳ لغایت صفحہ ۲۶۴۔

فرشتوں کے نازل ہونے کی خوشخبری یا مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا کہ ہماری مدد کیلئے فرشتے اتر رہے ہیں بیشک ایسی حالت میں کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہوں نفوذ کا باعث یہ ہے ایک بہت بڑی حکمت ہو کہ دل شکستہ لوگوں سے یہ کہا گیا یا ان کو خود یقین ہو گیا کہ ہماری مدد کے لئے خدا نے اپنا لشکر بھیجا ہو ایسا زبردست قوت دینے والا لشکر ہو کہ اس سے بچاؤ کوئی دشمن ہو سکتا اگر ہم اپنی مدد پر دوسرے شخص کو سمجھیں گے اور ہمیں کامل یقین ہو گا کہ بیشک وہ ہمارے دوکار ہو تو چاہے وہ میں واقع پر نہ موجود ہو پھر بھی ہمیں نفوذ ہوگی اور ہم نہایت دلیر ہو کر اپنی جان لڑا دیں گے اور اپنے سے وگنے پر غالب آنے کی کوشش کریں گے بیشک خدا مسلمانوں کو مدد کا یہ سیرتہ محمدیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳۔

اس جنگ میں دو باتیں ہوتی ہیں اور وہ یہی قابل توجہ ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے اور دوسرے مسلمانوں پر نیند غالب ہوگئی تاکہ مذہب اور پریشانی مٹ جائے ان دونوں مسئلوں پر مسلمان مفسرین نے بہت کچھ طبع آزمائی کی اور اور اپنا خوب و طبیعت دکھایا ہو سچی موزوں بھی ان مسئلوں پر کوئی دقیقہ تحقیق اڑائے گا ہرگز نہیں چھوڑا اگرچہ خاص قرآن شریف کی آیت کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں جس میں نیند کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ہاں پہلے فرشتوں کے نازل ہونے کی بابت مختلف لکھتا ہوں ہر زبان میں تقریباً ایک نیا وڑ ہوتا ہو کہ اگر انفاق سے کوئی کام ہمارے ہی ہاتھ سے ہماری بساط سے باہر ہو جاتا ہو تو ہم فوراً بولتے ہیں کہ خدا نے ہماری مدد کی یا ہم کسی ایسی زد سے اتفاقاً بچ گئے تو کہا کرتے

ہیں کہ خدا کا ہاتھ بچپن آگیا ورنہ ہم بھی کے فنا ہو جاتے یا جب بچے گر پڑتے ہیں اور ان کے  
چوٹ نہیں لگتی تو یہ کہتے ہیں کہ ان کے فرشتوں نے ہاتھ رکھ لیا اسی طرح سے جب  
انتہادھرم کی یا بوسانہ اور شکستہ حالت میں نبی کے منتقل لال اور ضلار پر ہوسہ کہتے  
کے صدقہ نے فتح دلوا دی تو ان سے کہا گیا کہ فرشتے تمہاری مدد کے لئے آئے  
تھے اگر اصل دیکھا جائے تو وہ فرشتے مومنین کے وہ جو شیطاں بھروسے تھے  
جن میں وحدانیت کا فاصلہ وہ رہا تھا اور ان کا اپنے پیارے نبی کے حکام کی پیروی  
کرنا ہی بہت بڑی فرشتوں کی مدد تھی۔ مسیحی موزون کا قاعدہ ہو کہ جہاں الہوں نے  
کسی شخص کے کلام میں کوئی ضاعرا نہ سننا عاریت ہے یہ بھی یا کہیں مجاز یا اسکو حقیقت  
میں لاکر عرض جانے شروع کر دیتے ہیں اور اصل اقعات کو طائر انداز کر کے کچھ کچھ لکھ دیتے  
ہیں اور پھر تعصب سے یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں اور یہیں کیا جاسکے اگر وہ نزول ملائکت  
ذرا بھی تو جبر کرتے تو انہیں پھر تہہ اڑائے گا کوئی موقع نہ ملتا اور اگر دوسرے رخ سے دیکھا جائے  
تو جب مسیحی یا یہی نزول ملائکہ کے قابل ہیں تو وہ کسی حالت میں انکار نہیں کر سکتے تاہم ملانوں  
کے مذہب میں اس قسم کے نزول ملائکہ کو مجازاً اپنے کلام کی رنگینی کے لئے لایا کرتے ہیں اور  
یہی عرب کے ادیبوں کا قاعدہ ہو۔ سیرۃ محمدیہ صفحہ ۲۶۸ اخلاص ۲۶۸

## ریا کس

(میان حیرت تم خیال نو کر کہ حضرت اقدس کی بابت کہنے کریں گرٹ موثر ۵ جولائی ۱۹۸۰ء  
میں لکھا کہ دو مرزا صاحب کو مدت دماغی عارضہ ہو جس کے وہ بھی مقربین ایسے دورہ  
اٹھتے ہیں کہ بعض اوقات گھنٹوں بیہوش رہے رہتے ہیں اور پھر الہدین درگاہ کا عارضہ



ہو چہ روز دیکھ لکھٹی ہوئی کاسہ سر بالکل نمایاں و بے پائے شایعیت اسی وجہ سے ایسے خیالات اُن سے ظاہر ہوتے ہیں کہ صحیح دماغ آدمی جس میں کچھ بھی عقل ہو وہ کبھی ایسی اٹھی سیدھی باتیں کر کے اپنے کو بدنام نہیں کرے گا جو لوگ مریض صاحب کے رد میں کتابیں لکھتے ہیں اور اپنے عزیز وقت برباد کرتے ہیں مریض صاحب کی ماعنی مکتوری کو دیکھ کر اگر غلاموں جتنے تو اچھا اظہار شخص خیال کر سکتا ہو کہ جسکا دماغ ایسا کمزور ہو گیا ہو کہ جسے بیٹھے بیٹھے چکر بڑھ جائے اس جتنی تلی بات کی کسی امید ہو سکتی ہو ایک شخص بڑا ناک ہلکا ہانکنے دو۔

میان حیرت یاد رکھو جسوقت اس رسالہ کے آئندہ حصہ میں مذکور بالا امور پر بحث تم پڑھو گے تو مٹا ہوا دیکھ لو گے کہ تمہارے یہ اقوال عتبہ بن ربیعہ کے اس قول کے ہم پلہ ہیں جسے رسول صلعم کو منیٰ طیب کر کے کہا تھا اگر تمہیں ایسا مرض پیدا ہو گیا ہو کہ تجھے اس کام کے کرنے پر مجبور کرتا ہو تو ہم تیرے لئے بڑے بڑے طبیب مہیا کریں گے اور تجھے اُن سے کمال شفا دلوان گے اگر کوئی تیرے سیرتہ محمدیہ صفیہ ۹۶ پر لکھا ہو لیکن اسوقت نہ کو چاہئے کہ ٹھوڑی دیر کے واسطے اپنی حالت پر غور کر دو کہ پوری حالت شباب میں ہو کوئی ظاہری دماغی عارضہ بھی نہ ہو نہیں ہو اس لئے سرخ مثل عقیدہ بنے ہوئے ہو کپٹیاں بانجھری ہوئی کاسہ سر ٹھسا ہوا اوضا صحت سے کٹے بنے ہوئے ہو پھر اس حالت پر ایسی ایسی اٹھی سیدھی باتیں کر کے کہتے اور رویا ہی کا غلط ٹوکراپنے سر پر کیوں رکھ رہے ہنم سے جتنی تلی باتوں کی امید ہونی چاہیے تھی لیکن تم خود انصافا کہو کہ کیا تم نے بڑھانے والے محسن کو بھی پرے نہیں بٹھایا ہے خود خیال در غور کر دو کہ سیرتہ محمدیہ میں صرف ان موزنون سے جو فطرت کے شاعرانہ استعارات مجاز و تشبیہات پر مشتمل تھے ان میں ڈر کر اور دب کر جنگ میں نزول ملا کہ سے انکار کرنا و رشتوں کو قوت دینے کا لکھا اور شاعرانہ استعارہ لکھ کر نزول ملا کہ کے خیال کو بے شر یا اور خلاف قرآن شریعت

قرآن پر یہ صرف یہی نہیں بلکہ امام فخر الدین رازی کو جو نزول ملائکہ کے قائل تھے معمولی ملائکہ پر مسلک تین سائیں اور ان تمام احادیث کو جو اس بارے میں امام موصوف کے نزدیک حدیث کو پہنچ چکی تھیں ضعیف اور وضعی بنا دیا لیکن مقدمہ تفسیر میں باوجود اس کے کہ وہ ملائکہ اور ان جگہوں وغیرہ کی بابت تفصیل سے بحث کی تھی۔ نزول ملائکہ کے مضمون کی طرف اشارہ تک بھی نہ کیا اور تفسیر میں انہیں آیتوں کے متعلق چہر سیرتہ محمدیہ میں بحث کر کے نزول ملائکہ سے انکار کیا تھا حیرت زدہ ہو کر اور انہیں احادیث کی بنیاد پر جگہ خود ضعیف اور موضوع قرار دیتا تھا وہی پہلو اختیار کیا جسکی وجہ سے امام فخر الدین رازی کو کو سا اور تباہلا کہا تھا۔

اب میں بیان حیرت سے دریافت کرتا ہوں کہ سیرتہ محمدیہ میں نہایت درجہ دشمنی سے نزول ملائکہ کے عقیدہ پر رد و قبح کرنا اور مقدمہ تفسیر میں اس مضمون کی بابت اشارہ تک بھی نہ کرنا کیا ثابت نہیں کرنا ہو کہ اپنے قیدی خیال پر تمام سنو تہ تک قائم تھے ورنہ کم از کم لو کہ صہم کے شبہات اور بعض پیشہ ذاتی نکتہ چینیوں کا جو نزول ملائکہ کے عقیدہ پر کر چکے تھے۔ جواب دیکر نزول ملائکہ کی ضرورت اور پھر اس کے قیام کو ضرر ثابت کرتے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مفسر تفسیر الفرقان حیرتی کا بقول حیرت انہیں معمولی ملائکوں کی پیش کردہ ضعیف اور وضعی احادیث سے استدلال کرنا نہایت قطعی دلیل ہے کہ تفسیر کے مضامین کی اس شخص کو مطلقاً خبر نہیں ہو جو سیرتہ محمدیہ کا مصنف ہے اگر یہ دونوں ایک ہی شخص کی مسلم کا نتیجہ ہے تو کیا اسکو اپنی سابقہ نکتہ چینیوں کا خیال نہ تھا اور وہ ان کو مد نظر رکھ کر تباہ زمینان بحث کر کے اس معاملہ کو کیسہ نہ کرتا اور پچارے سلمانوں پر جم کر کے ان کو مغالطہ سے نہ ہچاتا۔

حیرت صاحب نے یہ کھوید واقعات اور یہی باتیں ہیں جن پر کسی قسم کے حرج ہو ہی نہیں سکتے ہے امید ہو کہ اب ظاہری طور پر نہایت کشادہ دلی سے حقیقی مفسر تفسیر حیرتی کو غلطیوں سے

دیئے نہ کرو گے نیز تمہارا بھی قبر میں ہو گا ایسے اہم مسئلہ کی بابت تفصیلی بحث کہیے ابو بکر اصم  
کے شبہات کا جواب ایک علیحدہ رسالہ کے ذریعہ سے شائع کر دوں گا تصانیف کی تعداد میں  
اور زیادتی ہوا اور مامورین اللہ کے مقابلہ میں کثرت تصانیف پر ناز کرنے کا مکمل زیادہ موقع ملے گا۔

## جنگِ بدر اور احد وغیرہ میں مومنین کا سوجبانا

سیرۃ محمدیہ صفحہ ۲۶۸ بابت ۲۸۰

رہا نیکو آجانا یہ قرآن شریف کے ایک  
لفظ سے سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ وہ اس سے  
مفہوم نہیں دیتا۔ جیسے کہ جب سخت  
شکستہ دلی کے بعد مسلمانوں کے  
چھوٹے سے گروہ نے مجسمِ غیر پر فتح پائی  
تو اس پہلی شہادت ہر اس نابوسے کے بعد  
تقویت و طمانیت و جرات مسلمانوں کے  
دلوں میں پیدا ہوئی اس کا ذکر خدا نے دو  
آیت میں ان لفظوں سے کیا ہے۔

وَاذِغْشِيْكُمْ لِّلنَّاسِ اٰمَنَةً  
اس آیت اور ایک پہلی آیت میں جو  
کالفاظ ہی اسپر عموماً لوگوں نے روایتیں

## جنگِ بدر اور احد وغیرہ میں مومنین کا سوجبانا

پارہ ۴ رکوع ۷ سورہ آل عمران ترجمہ حیرتی صفحہ  
۷۶ و ۷۵۔

ثم انزل علیکم من بعد الغم..... بمنکم  
ترجمہ حیرتی۔ پھر اللہ نے شکست  
کی غم کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری  
کر دی (اور وہ) اور تم کو لکھ بھی جو تم میں سے ایک  
گروہ کو گھیر رہی تھی۔

تفسیر حیرتی۔ عینِ معرکہ احد میں جن  
تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند غالب کر دی یہاں  
تک کہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہاتھ سے  
ٹلاوا گری پڑتی تھی بعد دفع ہوئے اس نیند  
کے مسلمانوں کے دل سے کفار کا رعب

نکل گیا اور پھر جو حکم کیا تو کفار کو شہادت  
دی اور بعض منافقین جو شریک جنگ تھے  
ان کو مٹھوں کو نیند نہ آئی و طائفہ قبا بہتہم  
انفسہم انہیں کے حق میں مانر ہوئی۔  
و قالوا لاخوانہم۔ اب حق سبحانہ انہی منافقین  
کے اقوال کو نقل فرماتا ہے جو جنگ میں شریک  
تھے اور جنکو جان کے خوف سے نیند نہ آئی  
تھی وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلعم  
ہمارے قول پر عمل کرتے اور لڑنے نہ جاتے  
تو کیوں یہ مصیبت پیش آئی کیوں تم لوگ  
مستول ہوتے۔

پارہ ۴ رکوع ۶ اسوۃ النبال ترجمہ حیرتی صفحہ  
۱۹۰  
اولیٰغشیکم النعاس ..... الاقدام

ترجمہ حیرتی جب تمہیں اسن دینے  
کے لئے نیند کو تمہیں غالب کرتا تھا اور تمہیں  
آسمان سے پانی برساتا تھا تاکہ تمہیں اسکے  
ذریعہ سے پلک کر دین اور تم سے شیعہ طمان کی  
نجات دور کر دین تاکہ تمہارے دلوں کو  
مضبوط کرے اور اس کے ذریعہ سے (تمہارے)

گھڑی شروع کیں اور کہہ کہ درحقیقت اس  
لڑائی میں وہ گروہ جس نے فتح حاصل کی اونگہ  
گیا تھا ایک ملاوی نے ابوطحہ کا قول نقل کیا  
کہ ہم ایسے اونگہ گئے تھے کہ ہمارے ہاتھ سے  
تلوار چھوٹ پڑی تھی۔ پھر ان بے اصل  
روایتوں پر علماء طے طبع ازمانی کی ہوا رکھ دی  
کہ ایسی خوف کی حالت میں اونگہ کا آجانا ایک  
معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس لئے ہوا تھا کہ مسلمان

کا ایمان اور خدا کی قدرت پر یقین اور زیادہ  
بڑھ جائے اور نیند آجانے سے کس ضعف  
رفع ہو جاوے اور جن لوگوں کو دشمن قتل  
رہے تھے ان کا قتل ہونا نہ دیکھیں کیونکہ  
اگر وہ لوگ قتل ہونے سے بچ سکے اونگہ  
نہ جاتے اور اپنے عزیز و قارب کو قتل ہوتے  
دیکھتے تو ان پر خوف بڑھتی چھا جاتی اور  
اور جو لوگ باوجود اونگہ جانے کے قتل ہوتے  
سے بچ سکے ان کو خدا کی حفاظت پر زیادہ  
یقین ہو گیا لکن مفسرین کے یہ بے سربلو  
خیالات مخالفین کو مضحکہ اڑانے کا اچھا

قدم جادے۔

**تفسیر سرتی** بچا پنوں سے جلا  
 لے مسلمانوں کا دل مضبوط کرتے کے لئے  
 خلافت میندراپنر غالب کردی بلحاظ شیعہ  
 اگر لوگوں کو نہاتے کی حاجت بھی ہو گئی جب  
 میندرا کی غفلت جاتی رہی تو سبک دلوں مین  
 ایک قوت پیدا ہو گئی اور جنگ کی تکان بالکل  
 رفع ہو گئی پھر اشد پاک تے آسمان سے پانی  
 برسایا جس سے انہوں نے طہارت حاصل  
 کی اور شیطان کی نپاکی ان سے دور ہو گئی اور  
 ان کے دل مضبوط ہو گئے اور ان کے قدم  
 جم گئے۔

موقع دیتے ہیں ہمیں الزامی جوابات کے  
 دینے سے کیا غرض ہے ہم اپنے قمر ان کی  
 آیتوں کو نظر غور سے کیوں نہ دیکھیں کہ کسی  
 کسی آیت یا لفظ سے یہ معنی نہیں نکلتے۔  
 خدا کا مسلمانوں پر اس خیال سے نہیں کلام  
 آنا کہ یہ اپنے عزیز و اقارب کو مقتول یا کھلم کھلا  
 دکھائیں محمدیوں کی بزدلی کا نقشہ کھینچتے  
 خدا کی برکت بیشک مسلمانوں پر یہ فتنہ نازل  
 رہی اور اسکی مدد کا ہاتھ بھی ان کی پشتوں  
 پر رہا لیکن اس نے کبھی قانون قدرت کے  
 خلاف نہیں کیا اگر اسے قانون قدرت  
 ہی کے خلاف کرنا ہوتا تو اپنے پیارے نبی  
 کو اتنی تکلیف نہ دیتا نہ اسے دشمنوں کے  
 خوف سے ہجرت کرنی پڑتی اور نہ دشمنوں کے ہاتوں میں طرح کی مصیبتیں چھلنی پڑتیں پس اس  
 یہ بات ٹھکل آئی کہ جو قانون اس نے روز ازل ہی سے مقرر کر دیا ہو اس میں تو ترمیم ہو سکتی ہے  
 نہ وہ گھٹ بڑھ سکتا ہے۔ یہ اس کی قدرت میں تھا اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے مسلمانوں  
 کے دلوں کو ایسا جری بنا دیا کہ وہ اس بے رحم سامانی کی حالت میں بھی نہ مدد و دشمنوں پر بھی  
 غالب آئے اس سے زیادہ اس کی قدرت کا یقین اور کیا ہو سکتا کہ جس نے چنڈوٹے چھوٹے  
 آدمیوں کو قوی اور نوجوان کثیر التعداد دشمنوں پر غلبہ دیدیا وہ تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



کے صحابہ تھے اگر ہم معمولی مسلمانوں سے کوئی کام بہا یا بگا بہا اتفاق سے ہو جائے تو ہم کس قدر اپنے خدا کی حمد کرتے ہیں اور اُس کی لا محدود قوتوں پر کتنا زبردست بہرہ ہوتا ہے اگر مفسرین اسلام کی عادت ہو کہ ضعیف اور موضوع بے اصل روایتوں کو اپنی تفسیر و ان کا زیور سمجھیں تو کہیں ہی ضعیف بے اصل روایت ان کے کان تک پہنچے قرآن مجید کے اصل مطلب پر غور کرے بغیر قرآن شریف کی آیتوں کو توڑ مروڑ کر ان بے اصل روایتوں کے متعلق کرنا چاہتے ہیں اسی اپنی عادت کے مطابق انہوں نے ان دونوں آیتوں کو بھی توڑ مروڑا ہے۔

پہلی آیت میں انہوں نے امنتہ نعاسا کو بدل بدل منہ قرار دیا ہو جسے "امنتہ" کو مبدل منہ اور دو نعاسا کو بدل اور جو کر بدل مبدل منہ میں مقصود بدل ہوتا ہے اس لئے انہوں نے قرار دیا کہ خلائے فی الحقیقت نیند ہی کو مسلط کیا تھا اگر اس مقام پر بدل گل تو صحیح نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بدل گل اور مبدل منہ میں اتحاد ذاتی ضرور ہو اور اس اور نعاس میں اتحاد ذاتی نہیں اور بدل بعض بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بدل مبدل منہ کا جز نہ ہونا چاہیے اور نعاس اس کا جز نہ نہیں ہو اور عام طور سے بدل اشتغال بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بدل مبدل منہ سے ایک ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ اس کا تصور مبدل منہ کے مستلزم ہو شاید انہوں نے امنتہ نعاسا کو بدل اشتغال کی وہ قسم قرار دیا ہو جس میں جب بدل مبدل منہ کا جز نہ ہوتا ہو اور انہوں نے اس کو نعاس کا جز نہ قرار دیا ہو گا کہ وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتی سو وہ انفال کی آیت سے مطلب حاصل ہوتا نہایت مشکل بلکہ حقیقت ناممکن ہو مگر سارے مفسرین نے اس سیدھی آیت کو بھی توڑ مروڑا لایا انہوں نے نعاس کو بیشی فعل متعدی کا مفعول یا اور ممتنع کو مفعول لے قرار دیا ہو مگر ممتنع فعل نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ مفعول لے ہونے کے لئے ضرور ہے کہ فعل جو عامل ہو اس کا اور مفعول لے دو دونوں کا فاعل واحد ہو اس جگہ

یغشی فعل متعدی کا فاعل تو خدا تھا اور امتنع جواب لازمی سے ہو وہ ایک صفت ہے جو خود مخاطبین میں قائم تھی اب ہمارے مفسرین نے خواہ مخواہ قرآن مجید کو ان بے اصل کہانیوں سے مطابقت کرنے کے لئے جبکہ قبل از غور معانی قرآن بطور سچ تسلیم کر لیا تھا اور امتنع کو مفعول نہ نہٹھانے کے لئے تمام سیاق قرآن مجید کو بدلیا صاحب بیضاوی فرماتے ہیں کہ ”وہ مفعول نہ باعتبار المعنی فان تولد یغشیکم النعاس متضمن معنی تغشون“ یعنی امتنع لفظوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنوں کے اعتبار سے مفعول نہ ہو کیونکہ خدا کا یہ کہنا کہ چھا دیا یعنی اس نے تم پر اور نگہ کو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اور نگہ گئے۔ اور نگہ جانا بھی ایک صفت ہے جو مخاطبین میں قائم تھی پس گویا دونوں کے فاعل مخاطبین ہو گئے اور امتنع کا مفعول نہ ہونا درست ہو گیا مگر یہ شخص انصاف سے دیکھ سکتا ہو کہ اس طرح آیت کے معنی قرار دینا بالکل نظم قرآنی کو بدلیا نہ تھا اور یغشی جو متعدی ہوا کو باعتبار معنی مفروضہ لازمی قرار دینا ہو۔ دوسرے تمام سیاق قرآنی اس مقام پر اس طرح واقع ہوا کہ کہ خدا تعالیٰ اپنے حسانوں کو یاد دلاتا ہوا اور اپنے کو ان کا فاعل بیان کرتا ہوا اس آیت کے قبل بیان فرمایا ہوا ”وان یعد کہ اللہ“ پھر فرمایا ”وادیغشیثون ویکفر فاستجی لکم“ پھر اس آیت کے بعد فرمایا ”ادیجی سربک“ پس اگر وہ اذ یغشیکم النعاس کو بمعنی تغشون لیا جاوے اور فعل متعدی کو بمعنی لازمی قرار دیا جاوے تو تمام سیاق قرآنی الٹ جاتا ہو بلکہ سلسلہ عطف و معطوف کا درست نہیں رہتا۔ ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ بے اصل روایتوں کو پہلے سے دل میں بٹھالیا ہو کہ حقیقت لڑائی میں لوگ سو رہے تھے اور پھر اسکی مطابقت کر کے اس قدر تکلف کیا ہو۔

قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے معنی نہایت صاف ہیں کوئی شخص لڑائی میں نہ سویا تھا



نہ اونگھا تھا بلکہ امنہ نغاسا سے کنایہ غایت امن اور کامل امن سے ہوا انسان اسی وقت سوتا ہو جبکہ اسکو پورا امن ہو اس لئے نغاسا سے غایت امن یا کامل امن کا کنایہ کیا گیا ہو پس پہلی آیت میں رد امنہ موصوف ہوا اور نغاسا اس کی صفت۔ مصادر میں نہایت و تذکرہ ضروری امر نہیں ہو پس تقدیر نظام کی یوں ہو کہ امنہ کا امنہ النغاس یعنی نیند کا سا امن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست ہونے کے بعد لوگوں کو ناکام دل بڑھایا اور ہمت دلائی تو خدا نے انکے دل کو پھر کامل اور غایت درجہ کا امن اور تسلی و طمانیت ڈالی کہ وہ شکست کے بعد پھر ٹہرے اور دشمنوں پر فتح پائی۔

تفسیر کہہ رہیں بھی لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت میں نغاس کے لفظ سے کنایہ غایت امن کا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لفظ نغاس کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جاتے ہیں۔

مگر یہ اعتراض انکا صحیح نہیں ہو کیونکہ اس جگہ لفظ نغاس کو مجازی معنوں میں لینے کے لئے خود سورہ انفال کی آیت دلیل موجود ہے ہم بیان کرتے ہیں۔

اور جب کہ ہم نغاس کو امن کامل سے کنایہ کہتے ہیں تو اگر دو امنہ نغاسا، کو بدل و تبدیل منہ ہر قرار میں تو بھی کچھ حرج نہیں ہو کیونکہ امن کامل اور امن میں اتحاد ذاتی تھا اس صورت میں دو امنہ نغاسا، بدل کر ہو جاوے گا جیسے کہ سورہ انفال کی آیت میں ہو جو معنی مفسرین نے سورہ انفال کی آیت کے لئے تھے ان کی غلطی اور بے ترتیبی ہم نے اوپر بیان کر دی ہو اور وہ بے ترتیبی اسلئے کی گئی تھی کہ جو غلط معنی سورہ آل عمران کی آیت کے قرار دیئے تھے اسی کے مطابق سورہ انفال کی آیت کے معنی ہو جاویں لیکن جب ان تمام خیالات کو جو پہلے سے دل میں بٹھا لئے ہیں دور کر دیا جاوے تو سورہ انفال کی آیت کے معنی صاف ہو جاتے ہیں

اور سورہ آل عمران کی آیت کے معنی اس مطلب کے بالکل مطابق ہیں جو ہم نے بیان کیا ہو۔ سورہ انفال کی آیت کے یہ لفظ ہیں راذیغشیکم النعاس امنۃ منہ، یعنی جبکہ جھاد یا تپہ خدائے اونگہ کو کہ وہ امن بخاند کی طرف سے اس آیت میں "نعاس" کا لفظ مبدل منہ ہو اور "امنتہ" موصوف ہے اور منہ، جار مجرور نازلہ کے متعلق ہو کر صفت ہو موصوف کی صفت دونوں ملکر مبدل ہیں مبدل منہ سے جسے کہ آیت و بالناصیۃ ناصیۃ کا ذبیۃ، میں ہو مبدل مبدل منہ میں مبدل منہ مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ بدل مقصود بالذات ہوتا ہو پس ظاہر ہے کہ نعاس مقصود بالذات نہیں ہو بلکہ امن من اس مقصود بالذات ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت نعاس نازل نہیں ہوا تھا بلکہ امن نازل ہوا تھا اور نعاس کا لفظ صرف امن کامل سے کنایہ ہو امن کامل سے امن من اسد زیادہ تر افضل ہے اس لئے اس کا بدل و امنۃ منہ، لایا گیا ہو یہ معنی ایسے صاف ہیں جنکو ہر شخص اوستے غور کے بعد تسلیم کر سکتا ہو اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے مطابقت ظاہر ہوتی ہو۔

اور پہلی آیت میں نعاس کے لفظ کو کنایہ غایت امن سے قرار دینے کو خود دوسری آیت بطور دلیل کے موجود ہو۔ "فانہم قندیر" اس بحث سے میری غرض صرف یہی ہو کہ قرآن کا اصلی مطلب کھل جائے اور مخالفین اسلام کو مضحکہ اڑانے کا موقع نہ رہے۔ (سیرۃ محمدیہ صفحہ ۲۶۸ بغایت ۲۸۰)

(سیرۃ محمدیہ کی عبارت پڑھنے کے بعد اگر ناظرین سرسید کی تفسیر جلد دوم صفحہ ۷۹ بغایت ۸۶ بھی پڑھ لیں تو انکو معلوم ہو جاوے گا کہ نقل کرنے میں ایک حرف بھی میان حیرت نے نہیں چھوڑا ہو میں اس سے کچھ غرض نہیں کہ حیرت صاحب نے سرسید کی کوراذ تقلید کی ہو بلکہ دو باتوں کا خیال ہو سادوں تو یہ کہ اپنی تمام تحریرات



ہیں جو مضامین اپنی ذاتی خیالات اور عقائد کی تائید میں نقل کئے گئے کسی جگہ بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا گیا کہ یہ مفوض نکل کتاب کے نقل کئے ہیں کیونکہ اگر ایسا کرتے تو پھر یہاں حیرت کی ایک کتاب بھی ایسی باقی نہ رہتی جسکو ان کی ماضی قابلیت کا نمونہ کہا جاسکتا وہ سری عجیب بات جو غور طلب ہو رہی کہ جن روایتوں کو سیرۃ محمدیہ میں ضعیف اور لغو قرار دیکر استدلال کیلئے تان کی خواہ و نزول ملا تھا اور نیز آئے سے انکار کیا ہے تفسیر میں اسی ضعیف روایتوں کی بنا پر جن پر خود رد و توحیح کی تھی نزول ملا تھا تو نہ نہ کا نا تسلیم کر لیا ہے یہ بہت ہی مونی بات ہے کہ سیرۃ محمدیہ میں ان روایتوں پر رد و توحیح کرنا اور مقدمہ تفسیر میں ان کی بابت اسٹ رہ کر ان کی بات کی قطعی دلیل کو کامت تک حیرت واجب ان امور میں ہی عقیدہ تھا جو سیرۃ محمدیہ کے ضعیف وقت تھا اور مقدمہ میں کشادگی سے بحث کر کے ان اعتراضات کا جواب ضرور دینے جو سیرۃ محمدیہ کے منہات میں کر چکے تھے۔

اور پھر وہ سر پہلو و نیز بحث کر کے تفسیر و خیالات کی تائید کرتے لیکن مقدمہ میں اس کا اشارہ بھی کرنا اور تفسیر میں سیرۃ محمدیہ کے خلاف مضامین کا مشائے ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہو کر تفسیر و خیالات میں حیرت کے نہیں بلکہ اس کی راہ کے آدمی کے ہی جو دراصل مترجم و مفسر قرآن ہے۔

اسی رسالہ میں حیرت کی کتب کے طول طویل عباراتوں کو نقل کرنے سے اگرچہ مضامین میں طول ہو گیا ہے لیکن ان چند نظائر کا تمام و کمال نقل کرنا ضروری تھا کہ یہاں حیرت کے اس ہیروہ غدر کی لغویت معلوم ہو سکے جو وہ بنا کرتے ہیں کہ ہماری نظریات تمام و کمال نقل نہیں کی جاتی ہیں بلکہ ان کو کاٹ چھانٹ کر لکھا جاتا ہے اگر کوئی میاں حیرت سے رہائی چاہتا ہو تو غرض سے زیادہ اس قسم کی نظائر میری تصانیف سے پیش کرنے کے واسطے میں تیار ہوں کہ جن میں کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہیں کی جاوے گی اور ان میں ایسا ہی اختلاف ہو گیا ہے مگر مذکورہ بالا چیزیں کردہ نظائر میں اور جس سے اچھی طرح ثابت ہو جاوے گا کہ ایسی ہی نقل مستغناء بالذات کی بھر کر تصانیف کے تقدیر کاٹی ہے۔ اور ان میں ربط یا بس کا ذخیرہ بھی لکھا ہے۔